ابیاتِ باھُوؒ
کامل
تحقیق، ترتیب و شرح
سلطان العاشقین حضرت سخی
سلطان محمد نجیب الرحمٰن

ابیاتِ باھُوؒ

کامِل

تحقیق، ترتیب وشرح

سلطان العاشقین

حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

نام کتاب	ابیاتِ باھُوؒ کامل
تحقیق، ترتیب وشرح	سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن
ناشر	سُلطان الفقر پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور
بارِ اوّل	دسمبر 2015ء
بارِ دوم	اپریل 2018ء
بارِ سوم	اکتوبر 2022ء
تعداد	500

ISBN: 978-969-2220-17-0

سُلطان الفقر ہاؤس
4-5/A - ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

www.sultan-ul-ashiqeen.com
www.sultan-ul-ashiqeen.pk
www.sultan-bahoo.com
www.sultan-ul-faqr-publications.com
E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
107	سوز کنوں تن سڑیا سارا، میں تے دُکھاں ڈیرے لائے ھُو	237
108	سن فریاد پیراں دیا پیرا، میری عرض سنیں کن دَھر کے ھُو	238
109	سن فریاد پیراں دیا پیرا، میں آکھ سناواں کینوں ھُو	239
110	سو ہزار تنہاں توں صدقے، جیہڑے منہ نہ بولن پھکّا ھُو	240
111	سینے وِچ مقام ہے کیندا، سانوں مُرشد گل سمجھائی ھُو	241
	ش	
112	شور شہر تے رحمت وَسّے، جتھے باھُوؒ جالے ھُو	242
113	شریعت دے دروازے اُچّے، راہ فقر دا موری ھُو	243
	ص	
114	صفت ثنائیں مول نہ پڑھدے، جو جا پہنتے وِچ ذاتی ھُو	244
115	صُورت نفس امارہ دِی، کوئی کتا گلّر کالا ھُو	245
	ض	
116	ضروری نفس کُتّے نوں، قیما قیم کچیوے ھُو	246
	ط	
117	طالب غوث الاعظم والے، شالا کدے نہ ہووَن ماندے ھُو	247
118	طالب بن کے طالب ہوویں، اُسے نوں پیا گانویں ھُو	248
	ظ	
119	ظاہر ویکھاں جانی تائیں، نالے دِسّے اندر سینے ھُو	249

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَھۡلِ بَیۡتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۝

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے اب تک چھتیس کے قریب دستیاب ہوئی ہیں۔ اِن میں پینتیس فارسی زبان میں ہیں جن میں چونتیس نثر میں اور ایک فارسی غزلیات پر مشتمل دیوانِ باھُوؒ ہے۔ پنجابی شاعری میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سی حرفی دیوان ملتا ہے جو ''ابیاتِ باھُوؒ'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کتب میں بیان کردہ تمام تعلیمات کو ابیات میں سمو دیا ہے اور ''ابیاتِ باھُوؒ'' پنجابی سرائیکی زبان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کا لبِ لباب ہیں۔

برِصغیر سے فارسی زبان کے متروک ہو جانے کے بعد ابیاتِ باھُوؒ ہی برصغیر میں خصوصاً اور بین الاقوامی طور پر عموماً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آفاقی شہرت کا باعث ہیں۔ ابیاتِ باھُوؒ کی خاصیت اور کمال یہ ہے کہ یہ تمام سلاسل کی خانقاہوں، مزارات، محفلوں، مسجدوں اور درسگاہوں میں پڑھے اور سنے جاتے ہیں اور پاکستان کے تمام صوبوں کے دیہاتوں اور شہروں کے عوام و خواص میں یکساں مقبول ہیں۔

ابیات عربی لفظ 'بیت' کی جمع ہے جس سے عام طور پر دو مصرعوں کا شعر مراد لیا جاتا ہے لیکن دو سے زیادہ مصرعوں کے بند کو بھی بیت کہا جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام چار چار مصرعوں کے بندوں پر مشتمل ہے جو ابیاتِ باھُوؒ کہلاتا ہے اور ایک بند کو بیت کہا جاتا ہے۔

ابیاتِ باھُوؒ حروفِ تہجی کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں اس لیے انہیں ''سی حرفی'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ سی حرفی پنجابی شاعری کی ایک صنف ہے جو عربی، فارسی، اُردو، ہندی حتیٰ کہ دنیا کی کسی اور زبان میں نہیں ملتی۔ 'سی' کے معنی تیس اور 'حرفی' سے مراد

عربی کے حروفِ تہجی ہیں۔ سی حرفی کے عمومی معنی کسی ایسی ادبی صنف کے ہیں جو عربی کے حروف تہجی سے نسبت رکھتی ہو لیکن شعری اصطلاح میں اس سے مراد پنجابی شاعری میں چار چار مصرعوں پر مشتمل بندوں کا ایک سلسلہ ہے جو الف سے شروع ہو کر یا پر ختم ہوتا ہے، البتہ پنجابی سی حرفی صرف عربی کے حروف پر ہی مشتمل نہیں ہے کیونکہ علمی لحاظ سے عربی کے تیس نہیں بلکہ انتیس حروف ہیں۔ عربی حروفِ تہجی کا ایک حرف ہمزہ (ء) بھی ہے جبکہ پنجابی زبان میں اس سے کوئی لفظ یا مصرعہ شروع نہیں ہو سکتا، اس طرح اٹھائیس حروف رہ جاتے ہیں۔ بعض عربی ماہرینِ لسانیات کے مطابق لا بھی عربی کا ایک حرف ہے لیکن پنجابی میں لا اور ل ایک ہی ہوگا۔ شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان پیر سیّد محمد بہادر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو سی حرفیاں لکھیں ہیں۔ دونوں میں ایک ایک بند الف ممدودہ (آ) اور ایک ایک لا سے شروع ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات کا صرف ایک بند الف ممدودہ (آ) سے شروع ہوتا ہے۔

آپ نہ طالب ہین کہیں دے، لوکاں نوں طالب کردے ھُو (بیت 20)

مزید برآں ''پ، چ، گ'' عربی زبان کے حروف نہیں لیکن ان سے بھی سی حرفی کے بند کا آغاز کیا جاتا ہے اور پھر ایک ایک حرف کے کئی کئی بند بھی تحریر کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوئی کہ سی حرفی میں عام طور پر عربی حروف تک محدود رہنا لازمی نہیں سمجھا جاتا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی سی حرفی کے ادبی اصولوں پر کاربند نظر نہیں آتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عربی حروفِ تہجی کے علاوہ پ، چ، گ سے بھی بیت شروع فرمائے ہیں اور ایک ایک حرف کے کئی کئی بیت (بند) تحریر فرمائے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سی حرفی کے ادبی اصولوں کے مطابق عربی حروف تک محدود رہتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سی حرفی (ابیات) کے بندوں کی تعداد صرف اٹھائیس یا انتیس ہوتی جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کامل طور پر بیان نہ ہو پاتیں، اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سی حرفی کے اصولوں کی پابندی نہیں کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد تعلیماتِ فقر و حقیقت کا فروغ تھا نہ کہ شاعری کے اصولوں کا۔

پنجابی کے دوسرے صوفیا کی شاعری کو ''کلام'' کہا جاتا ہے، اس مناسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات یا سی حرفی کو ''کلامِ باھُوؒ'' کے نام سے بھی پڑھا، سنا اور تحریر کیا جاتا ہے۔

ابیاتِ باھُوؒ کا ہر مصرعہ دو حصوں میں تقسیم ہے جنہیں شاعری میں چرن کہتے ہیں، دو چرنوں کے درمیان ایک وقفہ یا وِسرام ہوتا ہے۔ مثلاً بیت 1۔ ''الف اللہ چنبے دی بوٹی'' پہلا حصہ یا چرن ہے۔ اس حصہ کو پڑھنے کے بعد پڑھنے والا ذرا ٹھہرتا ہے، یہ مقام 'وقفہ' یا 'وِسرام' کہلاتا ہے۔ وقفہ یا وِسرام کے بعد دوسرا حصہ یا چرن ''میرے من وِچ مرشد لائی ھُو'' پڑھا جاتا ہے اور مکمل مصرعہ اِس طرح تحریر کیا جاتا ہے:

الف اللہ چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مرشد لائی ھُو

ابیاتِ باھُوؒ کی اشاعت

پرنٹنگ پریس یا چھاپہ خانہ کی برِصغیر میں آمد سے قبل کتب ہاتھ سے تحریر کی جاتی تھیں۔ کسی سے قلمی نسخہ لے کر اس کی نقل کرنا ایک دِقّت طلب کام تھا اور قلمی نسخہ جات عموماً اشرافیہ ہی کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ پرنٹنگ پریس کے آنے سے علم کے میدان میں انقلاب برپا ہوگیا اور قلمی نسخہ جات شائع ہو کر سستے داموں عوام تک پہنچنے لگے۔ ابتدا میں پرنٹرز اور پبلیشرز نے منافع کے لالچ میں بغیر محنت اور تحقیق کے جو بھی مسودہ یا قلمی نسخہ ملا اور جس سے، جہاں سے ملا، لے کر شائع کر دیا۔ ابیاتِ باھُوؒ کے ابتدائی دو نسخہ جات کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پہلے عارف ہیں جنہوں نے بیت کے ہر مصرعہ کے آخر میں سلطان الاذکار ھُو کی ردیف استعمال کی۔ پرنٹر اور پبلیشر حضرات ابیاتِ باھُوؒ میں 'ھُو' کے استعمال کی اہمیت کو سمجھ نہ سکے۔ انہوں نے ابیاتِ باھُو کو بھی روایتی سی حرفی یا دوہڑے سمجھا اور ھُو کو اضافی سمجھتے ہوئے ابیات میں سے نکال دیا۔

موجودہ دور میں صورتِ حال کچھ بدل گئی ہے۔ صوفیانہ کلام کی مانگ بڑھ جانے کی وجہ سے ہر پبلیشر صوفیانہ کلام کی کتب شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور خاص طور پر ابیاتِ باھُوؒ تو ہر پبلیشر شائع کر رہا ہے۔ اِن پبلیشرز کی کتب کا معیار اس بات سے جانچا جا سکتا ہے کہ اکثر پر مرتب کا نام تک نہیں ہوتا۔ اردو بازار میں ہزاروں کی تعداد میں شائع شدہ ابیاتِ باھُوؒ دستیاب ہیں۔ ابیاتِ باھُوؒ کے شائع شدہ نسخہ جات میں سے چند اہم کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

1۔ جملہ ابیاتِ باھُوؒ — مرتب حاجی محمد الدین — 1891ء — عزیز عالم پریس گجرات

یہ اب تک دریافت ہونے والے شائع شدہ نسخوں میں سے اوّلین نسخہ ہے۔ 1891ء (1309ھ) میں بتیس صفحات پر مشتمل یہ کتاب عزیز عالم پریس، گجرات نے حاجی محمد الدین کی فرمائش پر شائع کی۔ کتاب میں شائع شدہ ابیات کی تعداد 116 ہے لیکن درج 119 کی گئی ہے۔ ابیات میں ہر مصرعہ کے آخر میں ''ھُو'' موجود نہیں ہے۔ حاجی محمد الدین نے نہ کسی ماخذ کا حوالہ دیا ہے اور نہ یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یہ ابیات کہاں سے حاصل کیے۔

2۔ ابیات یعنی دوہڑہ ہائے ہندی — مرتب سلطان نور احمد — 1901ء — محمدی پریس لاہور

سولہ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں باسٹھ ابیات ہیں۔ اسے سلطان نور محمد سجادہ نشین کی فرمائش پر محمدی پریس لاہور نے شائع کیا۔ اِس کتاب میں بھی ابیات ''ھُو'' کے بغیر ہیں۔ یہ بھی اپنے ماخذ کے متعلق کچھ نہیں بتاتی۔

3۔ اصلی مکمل مجموعہ ابیاتِ باھُوؒ مرتب ملک چنّن دین خلف فضل دین 1915ء اللہ والے کی قومی دکان لاہور

26 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ابیات کی تعداد 183 ہے۔ ہر مصرعہ کے آخر میں ''ھُو'' موجود ہے۔ ملک چنّن دین خلف فضل دین نے حاجی محمد الدین قادری اور جلال الدین پٹواری کی مدد سے ابیات کو جمع کیا اور شائع کیا۔ یہ کتاب اپنی اشاعت کے بعد عوام میں کافی مقبول رہی اور بعد میں آنے والی ابیاتِ باھُو پر مشتمل بہت سی کتب کی بنیاد بنی۔

4۔ گلزارِ باھُوؒ مرتب ملک چنّن دین خلف فضل دین 1965ء اللہ والے کی قومی دکان لاہور

اس میں 1915ء میں شائع ہونے والی کتاب ''اصلی مکمل مجموعہ ابیاتِ باھُو'' کے ابیات کی مختصر شرح اردو میں دی گئی ہے۔

5۔ انوارِ سلطانی نور محمد کلاچوی 1966ء عبدالحمید کلاچوی کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان

یہ 114 ابیاتِ باھُوؒ کی اردو میں مختصر شرح ہے۔

6۔ ابیات سلطان باھُوؒ مترجم عبدالحمید بھٹی 1967ء انجمن ترقی اردو کراچی

یہ ابیاتِ باھُو کا اردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے خوبصورت مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ ابیات کی تعداد 183 ہے جو ملک چنن دین کے نسخہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

7۔ دی ابیات آف سلطان باھُوؒ مرتب مقبول الٰہی 1967ء شیخ محمد اشرف لاہور

ابیات کی تعداد 183 ہے جو ملک چنن دین کے 1915ء کے نسخہ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ یہ ابیات کا خوبصورت انگریزی منظوم ترجمہ ہے۔ کتاب کے ایک صفحہ پر بیت اور دوسرے صفحہ پر انگریزی میں منظوم ترجمہ ہے۔ انگریزی میں منظوم ترجمہ کرتے ہوئے بیت کے مفہوم کو بڑی حد تک برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

8۔ ابیات سلطان باھُوؒ شارح محمد بشیر چوہدری 1972ء تاج بکڈپو لاہور

ابیات کی اردو شرح ہے۔ اس کتاب میں 173 ابیات ہیں۔

9۔ عکسِ باھُوؒ مترجم مسعود قریشی 1980ء لوک ورثہ اسلام آباد

ابیات کا منظوم اردو ترجمہ ہے۔ ایک صفحہ پر پنجابی بیت اور اس کے بالمقابل صفحہ پر منظوم ترجمہ دیا گیا ہے۔ اردو میں منظوم ترجمہ کرتے ہوئے بیت کے مفہوم کو کسی حد تک برقرار رکھا گیا ہے۔ ابیات کی تعداد 183 ہے جو ملک چنن دین کے 1915ء کے نسخہ سے ماخوذ

ہیں۔

10۔ ابیات سلطان باھُوؒ مترجم محمد اقبال محمد 2000ء مکتبہ دانیال لاہور

198 ابیات پر مشتمل خوبصورت کتاب ہے۔ مترجم نے ہر مصرعہ کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی بھی درج کیے ہیں۔

ابیاتِ باھُوؒ کے دریافت ہونے والے قلمی نسخہ جات

از:

1۔ سیّد لال شاہ، ٹبہ پیراں، ضلع جھنگ

2۔ سیّد سلطان شاہ، جیک آباد، سندھ (1945ء۔1914ء)

3۔ حضرت سلطان نور احمد (وصال 1324ھ)

4۔ سیّد محمد حسین شاہ (وفات 1914ء-1910ء)

5۔ لالہ بخش مرحوم (وفات 1949ء)

6۔ سیّد نور محمد قادری، چک نمبر 15، شمالی گجرات 1301ھ

7۔ کتب خانہ نوشاہیہ، ساہن پال، گجرات 1692ء

8۔ پروفیسر گوبند سنگھ لامبا، پٹیالہ (انڈیا)

9۔ ڈاکٹر وحید قریشی لاہور

10۔ سائیں محمد مشتاق، برہان، ضلع کامل پور 1323ھ

11۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور 1264ھ

12۔ فقیر عبد العزیز کاسی، سکنہ میہاں، گجرات

ابیاتِ باھُوؒ پر تحقیق

اگرچہ ابیاتِ باھُوؒ کے ہزاروں مجموعے شائع ہوئے لیکن سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور

ابیاتِ باھُوؒ پر اجتماعی یا ادارہ کی سطح پر کوئی علمی اور تحقیقی کام نہ ہو سکا۔ حتیٰ کہ پنجاب بھر میں پھیلی ہوئی یونیورسٹیوں کے پنجابی شعبہ جات بھی اس سلسلہ میں کوئی اہم پیشرفت نہ کر سکے۔ ابیات پر جو بھی علمی و تحقیقی کام ہوا انفرادی سطح پر ہوا۔ ابیاتِ باھُوؒ پر ہونے والے تحقیقی کام میں سے اہم ترین کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ ابیاتِ باھُوؒ (مع ترجمہ وشرح) ڈاکٹر سلطان الطاف علی 1975ء

ابیاتِ باھُوؒ پر اوّلین تحقیق کا شرف ڈاکٹر سلطان الطاف علی کو حاصل ہوا۔ ابتدائی طور پر سب سے مشکل اور اہم کام سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے تمام ابیات کو جمع کرنا تھا اور یہ کام انہوں نے بڑے احسن طریقہ سے انجام دیا۔ اس کے لیے انہوں نے سینکڑوں شائع شدہ اور قلمی نسخہ جات سے استفادہ کیا اور دوسو دو (202) ابیات بڑی محنت، عرق ریزی اور تحقیق کے بعد جمع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے صرف ابیات پر تحقیق کا کام ہی نہیں کیا بلکہ سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی مدد سے ہر بیت کی جامع شرح بھی لکھی۔

ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے تحقیق کے بعد ابیات کی تعداد دوسو دو (202) متعین کر دی ہے، یہ اُن کا بڑا کارنامہ ہے۔ اس فقیر کی تحقیق کے مطابق ابیات کی تعداد دوسو ایک (201) ہے اور ڈاکٹر سلطان الطاف علی کی کتاب میں شامل درج ذیل بیت ہماری رائے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے:

نفل نمازاں کم زنانہ، روزے صرفہ روٹی ھُو
مکے دے وَل سوئی جاندے، گھروں جنہاں تروٹی ھُو
اُچیاں بانگاں سوئی دیون، نیت جنہاں دی کھوٹی ھُو
کی پرواہ تنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں گھر وچ لدّھی بوٹی ھُو

اپنے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ایک بار میں یہ بیت پڑھتے ہوئے اس کے معنی میں الجھ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رہنمائی کے لیے عرض کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بیت حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے کیونکہ یہ اِن کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عین الفقر منگوائی اور اس میں سے یہ عبارت پڑھ کر سنائی:

- سن! ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ نماز نفل وغیرہ پڑھنا بیوہ عورتوں کا کام ہے، نفلی روزہ رکھنا کھانے کی بچت ہے، حج پر جانا دنیا کی سیر و تماشہ دیکھنا ہے جبکہ مردوں کا کام دِل کو اپنے قابو میں کر لینا ہے۔ یہ فقیر باھُو کہتا ہے کہ نفل نماز ادا کرنا اپنی جان کو پاک کرنا ہے،

نفلی روزے رکھنا رحمٰن کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور حج کے لیے جانا ایمان کا ثبوت ہے' دل کو قابو میں لانا خام لوگوں کا کام ہے' اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اور پہچاننا مکمل لوگوں کا کام ہے جبکہ بشریت سے آزاد ہو کر خود کو فنا کرنا اور عین فنا فی اللہ بقا باللہ ہونا مردوں کا کام ہے۔

محک الفقر کلاں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ نفل روزے رکھنا پاکئ جان ہے، نفل نماز پڑھنا خوشنودئ رحمٰن ہے حج کو جانا سلامتئ ایمان ہے اور جو آدمی عبادتِ ربانی میں رکاوٹ بنتا ہے وہ راہزن شیطان ہے۔

اسی بنیاد پر اِس بیت کو کتاب میں شامل نہیں کیا گیا۔

ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے ابیات کے مصرعوں کی عبارت، تلفظ اور شعریت کو اس حد تک درست کر دیا ہے کہ اُن کی کتاب میں موجود کسی بیت کے کسی لفظ یا نصف مصرعہ سے تو اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر مکمل بیت تو دور کی بات کسی ایک مکمل مصرعہ کو غلط کہنا بھی ممکن نہیں رہا۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی کا ایک اور اہم کام یہ ہے کہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے نام سے مشہور جعلی ابیات کو مقدمہ میں درج کر کے اُن کا رڈ کر دیا ہے۔

ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے ابیاتِ باھُوؒ کو تحریر کرنے کی روایتی ترتیب کو برقرار رکھا ہے اور یہی احسن ترتیب ہے۔

2۔ کلام سلطان باھُوؒ — ڈاکٹر نذیر احمد — 1981ء

ڈاکٹر نذیر احمد نے ابیاتِ باھُوؒ پر تحقیق کے ساتھ اِن کو ایڈٹ کرنے اور ابیات کے مصرعوں کے اوزان کو درست کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے لیے انہوں نے پچیس شائع شدہ اور ایک قلمی نسخہ سے استفادہ کیا۔ اُن کے اِس مجموعہ میں کل ایک سو اٹھاسی (188) ابیات ہیں۔ ابیات کے معاملہ میں ڈاکٹر نذیر احمد کا رویہ تحقیقی سے زیادہ تنقیدی ہے کیونکہ نہ تو وہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات اور سلسلہ فقر سے آگاہ تھے اور نہ ہی انہیں تصوف کی ہوا لگی تھی۔ یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ نہ وہ علمی لحاظ سے فقر و تصوف سے وابستہ تھے اور نہ عملی، حتیٰ کہ حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی فارسی کتب کے بارے میں بھی اُن کا رویہ مناسب نہیں۔ تصوف سے اُن کی واقفیت اس قدر واجبی اور نہ ہونے کے برابر ہے کہ کتاب کے آخر میں ''اشارات'' کے عنوان سے ایک باب میں صوفیا کرام کی کتب میں بیان کردہ کچھ احادیث پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابیاتِ باھُوؒ پر اُن کی تحقیق کا عالم کیا ہوگا۔

☆ پہلے تو انہوں نے ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو (ھُو کی ردیف) کا انکار کیا اور کہا کہ اگر ہر مصرعہ کے آخر سے ھُو کو نکال دیا

جائے تو بیت کے وزن اور معنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس بارے میں ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔

☆ اسی طرح ہر بیت کے آخری مصرعہ میں سلطان باھُوؒ کے اسم ''باھُوؒ'' کے استعمال، جسے شاعری میں تخلص کہا جاتا ہے، کے بارے میں کہتے ہیں:

> ''بیت کے آخری مصرعے میں تخلص کالانا بھی ایک رسم ہے لیکن جس طرح بہت سے مؤلفوں نے ابیات کے مقطعے لکھے ہیں وہ تخلص کے بوجھ سے لڑکھڑا جاتے ہیں اور متوازن نہیں رہتے اور اکثر اوقات ان سے تخلص (باھُوؒ) کا نکال دینا ہی انہیں وزن میں لے آتا ہے۔''

ڈاکٹر نذیر احمد نے اپنی کتاب کے کل 188 ابیات میں سے 137 ابیات کے آخری مصرعہ سے تخلص یعنی اسمِ باھُوؒ کو نکال دیا حالانکہ ڈاکٹر نذیر احمد کو یہ علم تو ہونا چاہیے تھا کہ ابیات پنجابی شاعری کی اصناف دوہڑے یا سی حرفی کی صورت میں لکھے گئے ہیں اور پنجابی شاعری کی ان اصناف میں شاعر آخری مصرعہ میں اپنا تخلص ضرور استعمال کرتا ہے۔

☆ ڈاکٹر نذیر احمد چلے تو تھے ابیات کے مصرعوں کا وزن درست کرنے، لیکن جب اُن سے 51 مصرعوں کا وزن درست نہ ہو سکا تو انہیں # کا نشان لگا کر غیر معیاری اور فصاحت سے عاری قرار دے دیا۔ یوں ڈاکٹر نذیر احمد نے اپنی تحقیق کی لٹیا خود ڈبو دی اور اپنی علمیت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ پتہ نہیں ڈاکٹر نذیر احمد کے نزدیک فصاحت کا معیار کیا تھا۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اپنی تحقیق کا سارا زور ابیاتِ باھُوؒ کو مشکوک بنانے میں صَرف کر دیا لیکن اس طرح وہ صرف اپنی کتاب کو مشکوک اور متنازعہ بنا گئے۔

☆ ابیاتِ باھُوؒ کو تحریر کرنے کی ایک روایتی ترتیب ہے لیکن انہوں نے اس ترتیب کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے اپنی مرضی سے ابیات کو کتاب میں ترتیب دیا۔

3۔ مکمل ابیات سلطان باھُوؒ — محمد شریف صابر — 1996ء

محمد شریف صابر کی مرتب کردہ اِس کتاب میں ابیات کی تعداد دو سو چھ (206) ہے۔ اِن میں سے دو سو دو (202) ابیات تو وہی ہیں جو ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے مجموعہ میں شامل ہیں اور چار بیت انہوں نے مزید شامل کیے ہیں۔

محمد شریف صابر نے ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے متن کو سامنے رکھ کر مصرعوں کے وزن اور بحر کو درست اور موزوں کیا ہے۔ اُن کا کام ڈاکٹر نذیر احمد سے بہتر اور مثبت ہے۔ انہوں نے ہر بیت کے آخری مصرعہ میں اسمِ باھُوؒ (تخلص) برقرار رکھا ہے اور ہر بیت کے ساتھ مشکل پنجابی الفاظ کے معنی بھی دیئے ہیں جس سے بیت کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ لیکن اپنے تئیں ابیات کے متن کی اصلاح کرتے

ہوئے انہوں نے اس طرح کچھ تبدیلیاں کی ہیں اور بعض نئے الفاظ یوں مصرعوں میں داخل کیے ہیں کہ بعض ابیات یا مصرعوں کا مفہوم ہی بدل جاتا ہے مثلاً

اصل مصرعہ: پنجے محل پنجاں وِچ چانن، ڈیوا کِت وَل دھریئے ھُو (بیت 41)

محمد شریف صابر: پنجے میحل پنجاں وِچ چانن، ڈیوا کِت وَل دھریئے ھُو

☆☆☆☆

اصل مصرعہ: درد منداں ایہہ رمز پچھاتی باھُوؒ، بے درداں سر گھلہ ھُو (بیت 44)

محمد شریف صابر: درد منداں ایہہ رمز پچھاتی باھُوؒ، بے درداں بھلّا ھُو

☆☆☆☆

اصل مصرعہ: دِلے وِچ دِل جو آکھیں، سو دِل دُور دلیلوں ھُو (بیت 81)

محمد شریف صابر: دِلے وِچ دِل جو آکھیں، سو دِلدار دلیلوں ھُو

☆☆☆☆

اصل مصرعہ: عِلموں باجھ فقر کماوے، کافر مرے دیوانہ ھُو (بیت 120)

محمد شریف صابر: عِلموں کوئی فقر کماوے، کافر مرے دیوانہ ھُو

☆☆☆☆

اصل مصرعہ: حاتم جیہے کئی لکھ کروڑاں، در باھُوؒ دے منگدے ھُو (بیت 177)

محمد شریف صابر: حاتم جیہے کئی لکھ کروڑاں، در باھُوؒ نے تھمدے ھُو

اختصار کی خاطر جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ محمد شریف صابر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے ابیات کی گہرائی کو نہ سمجھ سکے۔ کچھ ابیات کا وزن درست کرتے ہوئے مصرعوں میں نئے الفاظ داخل کر کے انہوں نے ابیات کا مفہوم ہی بدل دیا۔ اگر وہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مطالعہ کر لیتے تو اُن سے یہ غلطی نہ ہوتی۔ انہوں نے صرف پنجابی زبان کا ماہر ہونا کافی سمجھا۔ بہرحال اُن کا کام ڈاکٹر نذیر احمد کی نسبت بہت بہتر ہے۔

کتاب میں ابیات کی ترتیب انہوں نے روایتی انداز سے ہٹ کر اپنے طور پر کی ہے مثلاً بیت ''الف اللہ چنبے دی بوٹی، میرے من وچ مرشد لائی ھُو'' عام طور پر سب سے پہلے آتا ہے لیکن محمد شریف صابر نے اس کو دس نمبر پر درج کیا ہے۔ یہی صورتِ حال دوسرے ابیات کے ساتھ ہے۔

4۔ ھُو دے بیت ممتاز بلوچ 1998ء

ممتاز بلوچ کی کتاب پر تبصرہ سے قبل سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ابیات کی زبان کے بارے میں علم ضروری ہے۔ ابیاتِ باھُوؒ کی زبان کو نہ ہم پنجابی کہہ سکتے ہیں اور نہ سرائیکی بلکہ یہ پنجابی اور سرائیکی کا خوبصورت ملاپ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مکمل طور پر جھنگ کی نہیں ہے کیونکہ ابیات میں جھنگ کی زبان کی سی درشتی اور سختی نہیں ہے۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی لکھتے ہیں:

''ابیات میں خاص انداز جھنگ کی لوکل زبان کا بھی ہے مگر لوکل زبان میں جو لہجہ اور مادہ میں سخت پن موجود ہے ابیات اِن سے پاک ہیں۔''

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کا زیادہ تر حصہ سفر میں گزارا اِس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر جھنگ، کامل پور، لاہور، ملتان، دامان، بہاولپور، شاہ پور، سرگودھا، خوشاب (وادی سون سکیسر) اور دلّی کی زبانوں کا اثر ہے۔ حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب گنج الاسرار سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے موجودہ ضلع اوکاڑہ کی تحصیل دیپال پور کے قصبہ حجرہ شاہ مقیم کے سفر کا احوال بھی ملتا ہے۔

''ھُو دے بیت'' میں پروفیسر ریاض احمد شاد ممتاز بلوچ کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ممتاز بلوچ سرگودھے دا جم پل اے تے چراں توں جھنگ وچ رہ رہیا اے۔ پکا پیڈا شاعر وی اے تے خاص گل ایہہ کہ اوہدی اپنی شاعری دا لہجہ وی خاص جھنگ دا اے۔ ایس حساب نال ''ھو دے بیت'' سودھن لئی اوہ سب توں چنگواں ٹھکواں تے اہل زبان لکھاری اے اوہدے سودھے ہوئے بیت مینوں حضرت باھُوؒ دے اپنے لہجے تے محاورے سب توں نیڑے جاپے نیں۔''

مفہوم: ''ممتاز بلوچ کی پیدائش اور پرورش سرگودھا میں ہوئی لیکن طویل عرصہ سے جھنگ میں آباد ہے۔ بہترین اور اعلیٰ پایہ کا شاعر ہے اور خاص بات یہ ہے کہ اُس کی شاعری کا لہجہ خالصتاً جھنگ کا ہے اِس لیے ''ھو دے بیت'' پر تحقیق کے لیے وہ سب سے بہترین، ماہر اور اہلِ زبان محقق ہے۔ اس کے تحقیق اور مرتب کیے ہوئے ابیاتِ باھُوؒ حضرت سلطان باھُوؒ کی زبان اور لہجے کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔''

ممتاز بلوچ نے ابیاتِ باھُوؒ کی اصلاح کے نام پر ابیات کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ سمجھنے کے لیے پروفیسر ریاض احمد شاد کے تبصرہ پر غور کرنا ہی کافی ہے۔ اگر آپ ابیاتِ باھُوؒ کی زبان کے متعلق مندرجہ بالا حقائق اور پروفیسر ریاض احمد شاد کے تبصرہ کو ساتھ ملا کر پڑھیں تو ساری بات سمجھ میں آجائے گی۔

ممتاز بلوچ نے ابیاتِ باھُوؒ کے اوزان اور آہنگ کو درست کرنے کے دوران ابیات کے تمام الفاظ بدل کر ان میں جھنگ کی

سرائیکی زبان کے الفاظ داخل کر دیئے۔ اُن کے اس عمل سے ابیات کا مفہوم ہی بدل گیا ہے۔ اس کے متعلق احمد سعید ہمدانی نے لکھا:

''انہوں (ممتاز بلوچ) نے اپنے طور پر ابیات کے اوزان درست کیے ہیں ایسا کرتے ہوئے انہوں نے الفاظ کا انتخاب اپنے وجدانی تاثر پر چھوڑ دیا ہے۔''

انہوں نے نہ صرف مصرعوں میں جھنگ کی مقامی زبان کے الفاظ از خود شامل کیے ہیں بلکہ مصرعوں کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ بیت کی روح مجروح ہوگئی ہے۔ ان کا ایڈٹ کردہ بیت پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مفہوم یکسر بدل چکا ہے۔

☆ دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ چوبیس نئے بیت کتاب میں شامل کر دیئے ہیں جو آج سے قبل کسی کتاب میں شائع نہیں ہوئے، اگر ایک دو شائع ہوئے بھی ہیں تو ان کی صحت مشکوک ہے۔ احمد سعید ہمدانی اُن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''انہوں نے کچھ ابیات کا اضافہ بھی کیا ہے جن کی سند کی فراہمی مؤلف کی ذمہ داری ہے۔''

☆ انہوں نے ابیاتِ باھُوؒ کی روایتی ترتیب کو بھی تبدیل کرتے ہوئے انہیں اپنے وجدان اور مرضی کے مطابق ترتیب دیا ہے۔

5۔ سی حرفی ابیاتِ سلطان باھُوؒ ترجمہ و شرح احمد سعید ہمدانی 2001ء

احمد سعید ہمدانی نے محمد شریف صابر کے متن کو دیگر پر فوقیت دی ہے لیکن بعض جگہوں پر مصرعوں میں لفظی ترمیم کرتے ہوئے انہوں نے ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر سلطان الطاف علی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ابیات کی تعداد محمد شریف صابر کے مجموعہ کے مطابق 206 ہے۔

احمد سعید ہمدانی نے ابیات کا ترجمہ اور شرح بھی کی ہے۔ انہوں نے ترجمہ کا ایک نیا اور منفرد انداز اپنایا ہے جو ابیاتِ باھُوؒ کے تراجم میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔

ابیات کو تحریر کرتے وقت انہوں نے روایتی ترتیب کی بجائے محمد شریف صابر کی ترتیب کو ہی بہتر سمجھا ہے۔

ابیاتِ باھُوؒ کے ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو کا استعمال

ڈاکٹر نذیر احمد اور نور محمد کلاچوی کا خیال ہے کہ ابیاتِ باھُوؒ میں ہر مصرعہ کے آخر میں ھُو کا استعمال اصل میں نہ تھا۔ اس قیاس آرائی کی وجہ 1891ء اور 1901ء میں شائع شدہ وہ دو نسخہ جات ہیں جن میں مصرعوں کے آخر میں ''ھُو''، جس کو شاعری کی زبان میں ردیف کہتے ہیں، موجود نہیں ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں:

''بخلاف جدید مجموعوں کے ابیاتِ باھُوؒ کے پرانے مجموعوں مثلاً جملہ ابیاتِ باھُوؒ مرتب حاجی محمد الدین، مطبوعہ 1891ء اور ابیات یعنی دوہڑہ ہائے ہندی مرتب سلطان نور احمد، مطبوعہ 1901ء میں ھُو کی ردیف موجود نہیں ہے۔''

پھر تحریر فرماتے ہیں:

''کسی مصرعہ سے ھُو کی ردیف نکال دینے سے اس میں کوئی سکتہ نہیں پڑتا اور مصرعہ اس معروف وزن میں چلا جاتا ہے جو میاں محمد بخش کی ''سیف الملوک'' کا ہے۔ مثال دیکھیئے:

لکرتے انگور چڑھایا ہر خوشہ زخمایا (سیف الملوک)

دل دریا سمندروں ڈونگھے، کون دلاں دیاں جانے (ابیاتِ باھُوؒ)

ھُو کے نکل جانے سے کہیں بھی معنوں میں فرق نہیں پڑتا مثلاً الف اللہ چنبے دی بوٹی، من وچ مرشد لائی میں سے ''ھُو'' کو منفی کر دیا جائے تو معنی نہیں بدلتے۔''

نور محمد کلاچوی نے ''انوارِ سلطانی'' کے پیش لفظ[1] میں ھُو کی ردیف کا جو انکار کیا ہے وہ نا قابلِ فہم ہے۔ عام طور پر نور محمد کلاچوی کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا ماہر سمجھا جاتا ہے اس لیے اُن کی رائے کو ڈاکٹر نذیر احمد نے بھی بہت اہمیت دے کر درج کیا ہے۔ ''ھُو'' کی ردیف کا انکار کرنے والے محققین نور محمد کلاچوی کی درج ذیل رائے کو سرفہرست رکھتے ہیں:

''ان پنجابی ابیات کے آخر میں لفظ ھُو لگا دیا گیا ہے۔ اصلی ابیات میں لفظ ھُو نہیں لیکن عام طور پر مروج ہو گیا ہے اور زیب بھی دیتا ہے چونکہ حضرت کے اسمِ مبارک کے ساتھ اسمِ ھُو کو خاص نسبت اور لگاؤ ہے۔ پڑھتے وقت پُر لطف معلوم ہوتا ہے ہم نے بھی قائم اور برقرار رہنے دیا ہے۔''[2]

ڈاکٹر نذیر احمد جب تحقیق کی کسوٹی پر اِن دو ابتدائی نسخوں کو پرکھتے ہیں تو انہیں ان دو نسخوں کو ردّ کرنا پڑتا ہے۔

☆ 1891ء کے حاجی محمد الدین کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مؤلف نے اپنے ماخذ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ پتا نہیں چلتا کہ آیا اس نے انہیں کسی پرانی بیاض/ بیاضوں سے نقل کیا ہے یا کسی قوال/ قوالوں سے سنا ہے۔''

---

[1] ڈاکٹر سلطان الطاف علی اور ڈاکٹر نذیر احمد نے اس پیش لفظ کو نور محمد کلاچوی کے صاحبزادے عبدالرشید خان سے منسوب کیا ہے لیکن ہمارے پاس جو شائع شدہ نسخہ ہے اس میں پیش لفظ کے آخر میں نور محمد کلاچوی کا نام ہے۔ [2] عبارت کے اندازِ تحریر سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تحریر انوارِ سلطانی کے مرتب نور محمد کلاچوی کی ہے۔

ابیات یعنی دوہڑہ ہائے ہندی 1901ء کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سولہ صفحے کی اس کتاب میں باسٹھ دوہڑے درج ہیں۔ حاجی محمد الدین کی محولہ بالا کتاب کی طرح اس میں بھی مصرعے بغیر ھُو کے ہیں یہ اپنے ماخذ کے متعلق کچھ نہیں کہتی۔''

ڈاکٹر نذیر احمد نے پٹیالہ (انڈیا) کے پروفیسر گوبند سنگھ لامبا کے پاس ابیاتِ باھُوؒ کا ایک پرانا قلمی نسخہ دیکھا جو ایک صفحہ پر مشتمل تھا، اس پر نو بیت لکھے ہوئے تھے اور اس میں ہر مصرعہ کے آخر میں ''ھُو'' موجود تھا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر نذیر احمد نے قدیم تحریروں کے ماہر ڈاکٹر عبداللہ چغتائی سے رائے لی تو انہوں نے کہا:

''اس تحریر کے پرانے ہونے یا نہ ہونے کی اہمیت یہ ہے کہ اگر یہ صدی بھر بھی پرانی ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'ھُو' کی ردیف تازہ اختراع نہیں۔''

جب ابتدائی دو شائع شدہ نسخہ جات تحقیق کی کسوٹی پر پورے نہ اترے اور ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی قدیم قلمی نسخہ، جس میں ھُو کی ردیف موجود ہے، کے بارے میں رائے بھی سامنے آگئی تو ڈاکٹر نذیر احمد نے ھُو کی ردیف کو اپنے ابیات میں شامل کر لیا کیونکہ اُن کے پاس ''ھُو'' کو مصرعہ سے نکالنے کی کوئی دلیل ہی موجود نہیں رہی تھی۔ البتہ انہوں نے اس پر مزید تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی حتیٰ کہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود 1264ھ کے ایک قلمی نسخہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ہر مصرعہ کے آخر میں ھُو موجود ہے، انہوں نے اس نسخہ کو دیکھنے کا تکلف بھی گوارا نہ کیا۔

اس فقیر کو نور محمد کلاچوی اور ڈاکٹر نذیر احمد کے اس خیال سے سخت اختلاف ہے کہ ابیات میں ھُو کی ردیف اضافی ہے۔ دراصل ابیاتِ باھُو کا امتیاز ہی ہر مصرعہ کے آخر میں سلطان الاذکار ھُو ہے۔ اگر ابیات میں سے ہر مصرعہ کے آخر سے ھُو نکال دیا جائے تو ابیات، ابیاتِ باھُوؒ ہی نہیں رہتے اور بعض مصرعے تو ایسے ہیں جن میں سے اگر ھُو نکال دیا جائے تو وزن پورا ہی نہیں ہوتا۔ جن دو حضرات نے ھُو کی ردیف کو رد کیا ہے اُن کو بھی اپنی کتاب میں ہر مصرعہ کے آخر میں ھُو شامل کرنا پڑا ورنہ ابیاتِ باھُوؒ کے حوالے سے ان کی کتاب کی کوئی اہمیت نہ رہتی۔

چند قدیم حوالہ جات جن میں ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو موجود ہے

جن قدیم قلمی نسخوں میں ''ھُو'' کی ردیف موجود ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ پروفیسر گوبند سنگھ لامبا پٹیالہ (انڈیا) کے سو سالہ پرانے نسخہ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

2۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں 1264ھ کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کا ذکر ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے بھی کیا ہے۔ راقم نے یہ نسخہ خود دیکھا ہے، اس نسخہ کا نام مجموعہ رسائل ہے اور نمبر 1814/4834 ہے۔ یہ تصوف کے مختلف موضوعات پر مشتمل ایک سو بانوے (192) صفحات کا قلمی نسخہ ہے۔ اس کے ابتدائی تین صفحات ابیاتِ باھُوؒ کے ہیں جن میں سترہ ابیات درج ہیں۔ ان تمام ابیات کے ہر مصرعہ کے آخر میں ''ھُو'' موجود ہے۔

3۔ کتب خانہ نوشاہیہ، ساہن پال، گجرات میں تیرھویں صدی کا ابیاتِ باھُوؒ کا قلمی نسخہ موجود ہے جس میں ھُو کی ردیف موجود ہے۔

4۔ کتب خانہ ڈاکٹر وحید قریشی اور کتب خانہ سیّد نور محمد قادری، چک 15 شمالی گجرات کے پاس موجود قلمی نسخہ جات میں ابیاتِ باھُوؒ میں ھُو موجود ہے۔

5۔ ملک چنن دین، اللہ والے کی قومی دکان کشمیری بازار لاہور سے 1915ء میں شائع ہونے والے پہلے مقبول مجموعہ ابیات میں ھُو کی ردیف موجود ہے۔

ابیاتِ باھُوؒ کے اب تک دریافت ہونے والے تمام قلمی نسخوں میں ہر مصرعہ کے آخر میں 'ھُو' موجود ہے اور دو متنازعہ کتب کے علاوہ ابیاتِ باھُوؒ کی جتنی بھی کتب اب تک شائع ہوئی ہیں اُن میں بھی 'ھُو' موجود ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے میاں محمد بخش کے کلام کے وزن اور بحر میں دوہڑے لکھے ہیں۔ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ خود ڈاکٹر نذیر احمد نے تسلیم کیا ہے کہ ابیاتِ باھُو کا انداز سب سے منفرد اور جداگانہ ہے۔

> ''ابیات کو شاہ حسینؒ اور بلھے شاہؒ کے درمیان کہا جا سکتا ہے ورنہ اپنے مضامین کے لحاظ سے وہ کوئی ایسا پل نہیں جو اِن دونوں کے خیالات کو بتدریج ایک دوسرے کے قریب لاتا ہو۔ ابیات کا اپنا ایک رنگ ہے جس میں ایک پُر وقار فقر اور صوفیانہ بلند ہمتی عکس افگن ہے۔ وہ خودگری کا نمونہ ہیں اور کسی قریبی پیش رو پنجابی شعری روایت یا سٹائل سے متاثر نظر نہیں آتے۔ وہ غالباً مریدوں کی رشد و ہدایت کے لیے لکھے گئے ہیں اور شاعر کے خیالات کو سادہ اور سیدھے طریقے سے پیش کرتے ہیں۔''

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ تو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دوسو سال بعد پیدا ہوئے اس لیے ابیاتِ باھُوؒ اور کلام میاں محمد بخشؒ میں مطابقت ناممکنات میں سے ہے۔

ھُو اسمِ ذات، اسمِ اعظم اور سلطان الاذکار ہے۔ سروری قادری سلسلہ میں فنافی ھُو معرفتِ الٰہی کی آخری منزل ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ اپنی ہر کتاب میں خود کو ''فقیر باھُوؒ فنافی ھُو'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور جا بجا اپنی فنا اور بقا 'ھُو' میں بیان فرماتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے ابیات میں اسمِ ھُو استعمال کر کے سلطان الاذکار، اسمِ اعظم 'ھُو' کو عام کر دیا ہے۔ اس لیے جب کوئی ابیاتِ باھُوؒ لے کے ساتھ پڑھتے ہوئے ھُو کو ایک خاص انداز سے پڑھتا ہے تو اس کا اثر روح تک اتر جاتا ہے، یہی سلطان الاذکار اسمِ اعظم ھُو کا امتیاز ہے کیونکہ اس کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔

سلطان الاذکار، اسمِ اعظم کے بارے میں جاننے کے لیے اس کتاب میں ''تعلیمات سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ میں ''اسمِ اللہ ذات'' کا مطالعہ فرمائیں اور تفصیلی مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب ''شمس الفقرا'' کے باب چہارم کا مطالعہ فرمائیں۔

دوسرے شعرا کا اپنی شاعری میں اسمِ ھُو کا استعمال

ابیاتِ باھُوؒ میں ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو ابیاتِ باھُوؒ اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کا امتیاز ہے اور اُن ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ عوام الناس بھی کسی دوہڑے یا بیت کے آخر میں ھُو پڑھیں یا سنیں تو اس کو سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ سے ہی منسوب کرتے ہیں لیکن کچھ شاعر ابیاتِ باھُوؒ کی طرز پر اپنی شاعری میں اسمِ ھُو کا استعمال کر کے بہت بڑی جسارت کر رہے ہیں۔ محقق تو فوراً اُن کو پہچان جاتے ہیں لیکن عوام الناس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔

☆ اس سلسلے میں ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے فیصل آباد کے ایک شاعر کے کتابچہ ''جوڑ توڑ'' کا ذکر کیا ہے جس میں سیاسی موضوعات پنجابی نظم کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں اور ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو نہایت چستی سے شامل کر دیا گیا ہے۔

☆ گکھڑ منڈی سے ''ھُو دے نغمے۔ فیضِ باھُوؒ'' کے نام سے ایک کتاب 1998ء میں شائع ہوئی تھی جس میں ابیاتِ باھُوؒ کی طرز پر چار سو پندرہ ابیات تھے اور ہر مصرعہ کے آخر میں ابیاتِ باھُوؒ کی نقل کرتے ہوئے اسمِ ھُو لگایا گیا تھا۔

☆ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی فارسی کتب کے لاہور سے ایک مترجم بھی ابیاتِ باھُوؒ کی طرز پر ابیات لکھتے رہے ہیں۔

☆ راقم نے اپنی زندگی میں 1998ء سے 2000ء تک چار درویشوں کے پاس ابیاتِ باھُوؒ کی طرز پر اُن کی اپنی شاعری کے قلمی نسخے دیکھے ہیں جن میں انہوں نے ہر مصرعہ کے آخر میں اسمِ ھُو کا استعمال کیا تھا۔

☆ کچھ درویشوں کے پاس ایسے ابیات بھی دیکھنے میں آئے ہیں جن میں انہوں نے میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ اور بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار کے آخر میں ابیاتِ باھُوؒ کی طرز پر اسمِ ھُو شامل کیا ہوا تھا۔ جب اُن سے اس کی وجہ دریافت کی تو دعویٰ کرنے لگے کہ یہ سب انہوں نے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سے عشق اور محبت کے سبب کیا ہے۔ عشق ومحبت اپنی جگہ لیکن انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا کہ ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد لوگ میاں محمد بخشؒ اور بلھے شاہؒ کی شاعری کو ابیاتِ باھُوؒ میں خلط کرنے لگیں اور رفتہ رفتہ یہ ابیاتِ باھُوؒ میں شامل ہو جائیں۔ ایسا کرنا نہ صرف اصل شاعر کے ساتھ زیادتی ہے بلکہ تعلیماتِ سلطان باھُوؒ میں ملاوٹ کے مترادف بھی ہے۔

ابیاتِ باھُوؒ کے آخری مصرعہ میں اسم ''باھُوؒ'' کا استعمال

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ہر بیت کے آخری مصرعہ میں اپنا اسمِ مبارک باھُوؒ استعمال کیا ہے جو روحانی کیف اور اثر رکھتا ہے۔ شاعری میں شاعر کے نام کے اس استعمال کو تخلص کہا جاتا ہے۔ کسی مؤلف یا محقق نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا سوائے ڈاکٹر نذیر احمد کے۔ لکھتے ہیں:

> ''بیت کے آخری مصرعہ میں تخلص کا لانا بھی ایک رسم ہے لیکن جس طرح بہت سے مؤلفوں نے ابیات کے مقطعے لکھے ہیں وہ تخلص (یعنی اسمِ باھُوؒ) کے بوجھ سے لڑکھڑا جاتے ہیں اکثر اوقات ان سے تخلص کا نکال دینا ہی انہیں وزن میں لے آتا ہے۔''

ڈاکٹر نذیر احمد نے یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ابیاتِ باھُوؒ پنجابی شاعری کی اصناف دوہڑے اور سی حرفی میں لکھے گئے ہیں اور پنجابی شاعری کی ان اصناف کی خصوصیت ہے کہ شاعر آخری مصرعہ میں اپنا تخلص ضرور استعمال کرتا ہے۔ یہ صرف ڈاکٹر نذیر احمد کا خیال ہے کہ اسمِ باھُوؒ کے استعمال سے بیت کا وزن درست نہیں رہتا۔ ہمارا مشاہدہ تو یہی ہے کہ آخری مصرعہ میں اسمِ باھُوؒ کے آجانے سے وزن پر کوئی بھی فرق نہیں پڑتا بلکہ وہ مصرعے کو مزید خوبصورت اور بامعنی بناتا ہے۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے ظلم یہ کیا کہ کل ایک سو اٹھاسی (188) ابیات کے اوزان اور آہنگ کو درست کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں ایک سو سینتیس (137) ابیات کے آخری مصرعہ میں سے اسمِ باھُوؒ (تخلص) نکال دیا۔ ان کے اس عمل کو بعد میں آنے والے محققین میں سے کسی نے بھی درست نہیں سمجھا اور اُن کی اِس روش پر سخت اعتراضات اور تنقید ہوئی۔

گزشتہ صفحات میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ابیاتِ باھُوؒ پر تحقیق کے لیے ڈاکٹر نذیر احمد ہرگز موزوں شخصیت نہ تھے۔ پیکجز لمیٹڈ کی

اعلیٰ معیار کی طباعت کے باوجود اُن کی کتاب کو پذیرائی نہ مل سکی۔

ابیاتِ باھُوؒ کے موضوعات

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی فارسی کتب کی تعلیماتِ فقر وتصوف کو مقامی لوگوں تک پہنچانے کے لیے اُن کی مادری زبان پنجابی میں ابیات لکھے جو بہت خوبصورت اور جامع انداز میں تمام تعلیماتِ باھُوؒ کا احاطہ کرتے ہیں۔ہم نے زیرِنظر کتاب میں ابیاتِ باھُوؒ کے آغاز سے قبل ''تعلیماتِ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ'' عنوانات اور موضوعات کے لحاظ سے مختصراً ترتیب دی ہیں، ابیاتِ باھُوؒ کی روح کو سمجھنے کے لیے ان کا مطالعہ فرمائیں۔

ابیاتِ باھُوؒ کامل......ایک نظر

ابیاتِ باھُوؒ پر تحقیق کے دوران ہزاروں شائع شدہ کتب اور نسخہ جات اس فقیر کے سامنے موجود تھے۔فقیر نے ہر نسخہ اور کتاب کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا اور ہر بیت کے مصرعوں اور الفاظ پر تحقیق اور غور کیا۔اس فقیر کی مکمل کوشش رہی کہ اس کتاب کے ہر بیت کا ہر مصرعہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا ہی اصل مصرعہ ہو اور بیت تو دور کی بات کوئی مصرعہ بھی تبدیل شدہ نہ ہو۔اس تحقیق میں سترہ سال لگ گئے۔''شمس الفقرا'' اور ''مجتبیٰ آخر زمانی'' کی تصنیف کے دوران ابیات پر تحقیق کا کام کچھ عرصہ کے لیے روکنا بھی پڑا۔فقیر نے جتنی بھی کتب تحریر کی ہیں اُن میں ''ابیاتِ باھُوؒ کامل'' واحد کتاب ہے جس کی تحقیق میں فقیر کو بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔آخر 13 اپریل 2014ء کو یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ابیاتِ باھُوؒ پر یہ ایک نئی طرز کی تحقیق ہے۔اس مجموعہ میں وہ تمام ابیات شامل ہیں جن پر تمام محققین کا اتفاق ہے۔ہر بیت کے ساتھ مشکل الفاظ کے معانی اور آسان، جامع اور مختصر شرح ہے۔فقیر نے طویل اور دقیق شرح سے گریز کیا ہے کیونکہ کتاب میں ''تعلیماتِ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ'' میں تعلیمات کو موضوعات اور عنوانات کے مطابق ترتیب دے دیا گیا ہے۔اگر کوئی قاری کسی بیت میں بیان کی گئی تعلیمات کو کامل طور پر سمجھنا چاہتا ہے تو وہاں سے آپ رحمتہ اللہ علیہ کے ہر بیت کی شرح کو کامل طور پر سمجھا جاسکتا ہے مثلاً بیت نمبر 1

الف　　الله چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی مِلیس، ہر رَگے ہر جائی ھُو

اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھلاں تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ، جِیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

اس بیت کے پہلے تین مصرعوں میں اسمِ اللہ ذات، اُس کے ذکر اور تصور سے حاصل ہونے والے فوائد اور آخری مصرعہ میں اسمِ اللہ ذات عطا کرنے والے مرشد کامل کا ذکر ہے۔ جو قاری اس موضوع پر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھنا چاہتا ہے وہ ''تعلیماتِ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ'' میں ''اسمِ اللہ ذات'' اور ''مرشد کامل اکمل'' کے مضامین کا مطالعہ کرے۔ اسی طرح تمام ابیات میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھا جا سکتا ہے۔

قارئین کی سہولت کے لیے ہر بیت کی شرح کرنے سے قبل اس بیت میں موجود تمام مشکل الفاظ کے معنی بھی درج کر دیئے گئے ہیں تا کہ ان کی مدد سے قاری بیت کے مفہوم کو اپنی ذہنی استعداد اور روحانی مقام کے مطابق سمجھ سکے۔

- حضرت سلطان باھُوؒ کے حلقۂ عقیدت اور سلسلہ سروری قادری میں ابیاتِ باھُوؒ کو تحریر کرنے اور پڑھنے کی ایک روایتی ترتیب ہے، ''ابیاتِ باھُوؒ کامل'' میں اسی ترتیب کی پیروی کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجزانہ سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

سلطان العاشقین
سلطان محمد نجیب الرحمٰن

لاہور
13 اپریل 2014ء

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ یکم جمادی الثانی 1039ھ (17 جنوری 1630ء) بروز جمعرات بوقتِ فجر شاہجہان کے عہدِ حکومت میں قصبہ شورکوٹ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہا چونکہ پیدا ہونے والے بچے کے مقام سے آگاہ تھیں اور آپ رحمتہ اللہ علیہا کو نام بھی بتا دیا گیا تھا اس لیے بحکمِ خداوندی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''باھُوؒ'' رکھا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:

نام باھُوؒ مادر باھُوؒ نہاد زانکہ باھُوؒ دائمی با ھُو نہاد

ترجمہ: باھُوؒ کی ماں نے نام باھُوؒ رکھا کیونکہ باھُوؒ ہمیشہ ھُو کے ساتھ رہا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے قبل تاریخ میں کسی بھی شخص کا نام باھُو نہیں ہے۔ سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اسمِ ھُو کے عین مظہر ہیں اور اپنی تمام کتب میں ہر جگہ اپنے آپ کو فقیر باھُوؒ فنافی ھُو کہہ کر ذکر فرماتے ہیں اور جابجا اپنی فنا اور بقا اسمِ ھُو میں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

اگر بائے بشریت حائل نبودے باھُوؒ عین یاھُو است

ترجمہ: اگر بشریت کی با درمیان میں حائل نہ ہو تو باھُو عین یاھُو ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

باھُوؒ بہ یک نقطہ یاھُو می شود وردِ باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

ترجمہ: باھُوؒ ایک ہی نقطے کے اضافے سے یاھُو بن جاتا ہے لہٰذا باھُوؒ رات دن یاھُو کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔

تو نمی دانی کہ باھُو باخدا است

ترجمہ: کیا تُو نہیں جانتا کہ باھُو کے معنی ہیں باخدا یعنی خدا سے واصل۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ محترم کا اسمِ گرامی حضرت سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ پیشہ ور سپاہی تھے اور شاہجہان کے لشکر میں ایک ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صالح، شریعت کے پابند اور حافظِ قرآن تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوانی لشکر کے ساتھ بسر کی اور تمام جوانی جہاد کی نذر کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں بچپن سے ہی ازلی نور چمک رہا تھا اور پیشانی نورِ حق سے منور تھی۔ یہ نورِ ازل زمانہ شیر خواری میں ہی اپنے جوہر دکھانے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ عبادت یا ذکر و تصور اسم اللہ ذات میں محو ہوتیں تو اس یقین کے ساتھ کہ یہ معصوم بچہ ان کی عبادت میں حارج نہیں ہوگا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی محبوبِ سبحانی سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی طرح رمضان المبارک کے دنوں میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بچپن میں ہی اتنی پُرکشش تھی کہ جس پر نظر ڈالتے اس کی زندگی کو ہی بدل دیتے اور وہ خود بخود بغیر کسی ترغیب اور تبلیغ کے کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں آ جاتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قسم کا کتابی اور ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور میرے پاس علمِ ظاہر نہ تھا۔ ہمیں علمِ حضوری عطا کیا گیا ہے جس کی واردات وفتوحات سے ظاہر اور باطن میں اتنا وسیع علم نصیب ہوا جس کو لکھنے کے لیے کئی کتابیں درکار ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- گرچہ نیست ما را علمِ ظاہر ز علمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ: اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا تاہم علمِ باطن حاصل کر کے میں پاک وطاہر ہو گیا اس لئے جملہ علوم میرے جسم میں سما گئے۔

- ہمیں مکاشفات اور تجلیاتِ انوارِ ذاتی کے سبب علمِ ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہی ہمیں ظاہری ورد و وظائف کی فرصت ملی ہے۔

اس قدر استغراق کے باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ شریعتِ محمدیؐ اور سنتِ نبویؐ پر اس قدر ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- باھُوؒ این مراتب از شریعت یافتہ پیشوائے خود شریعت ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ نے یہ مراتب شریعت کی پیروی سے پائے اور اس نے شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا۔ (کلید التوحید کلاں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی تھے اور پھر علومِ باطنی کے حصول کے لئے والدہ محترمہ کا سایہ ہی کافی تھا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا عارفہ کاملہ تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں تیس (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہا لیکن مجھے اپنے پائے کا مرشد نہیں مل سکا۔''

ایک دن دیدارِ الٰہی میں مستغرق آپ رحمۃ اللہ علیہ شورکوٹ کے نواح میں گھوم رہے تھے کہ اچانک ایک صاحبِ نور، صاحبِ حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا جس نے اپنائیت سے پکڑ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قریب کیا اور بڑے دلنشین انداز میں آگاہ کیا کہ میں علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو قریب تھا کہ خود کو آپ رضی اللہ عنہ پر نثار کر دیتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر توجہ مرکوز کی اور فرمایا ''فرزند آج تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں طلب کیے گئے ہو۔''

پھر جیسے وقت تھم گیا ہر شے ساکت ہوگئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمحے میں خود کو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پایا۔ اس وقت اس بارگاہِ عالیہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ، حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ اور تمام اہلِ بیت رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے مجلس سے اٹھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور توجہ فرما کر رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ بھی توجہ کے بعد مجلس سے رخصت ہوگئے تو مجلس میں صرف اہلِ بیتؓ اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی رہ گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمائیں گے لیکن بظاہر خاموش تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا ''میرے ہاتھ پکڑو'' اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اوّل و آخر یکساں ہوگیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیّدۃ النسا حضرت فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے فرمایا 'تو میرا فرزند ہے'۔''

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے قدم چومے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلقہ پہنا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا 'مخلوقِ خدا کو خالقِ کائنات کی جانب بلاؤ اور انہیں تلقین و ہدایت کرو۔ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہوگا اور ابدالآباد تک ایسا ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکمِ سروری و سرمدی ہے۔' بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غوث الاعظم محبوبِ سبحانی پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کے سپرد فرمایا۔ حضرت دستگیر رضی اللہ عنہٗ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی فیض سے مالا مال کرنے کے بعد خلقت کو تلقین و ارشاد کا حکم دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب فقر کے شاہسوار نے مجھ پر کرم کی نگاہ ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ میں نے طے کر لیا۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اس ظاہری بدن کے ساتھ دیکھا اور مشرف ہوا۔''

رسالہ روحی شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰؐ — خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰؐ
شد اجازت باھُوؒ را از مصطفیٰؐ — خلق را تلقین بکن بہر خدا

ترجمہ: مجھے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ بیعت فرمایا، حضرت مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے۔ فقیر باھُو کو مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ اجازت ملی ہے کہ خلقتِ خدا کو محض اللہ کی خاطر تلقین کروں۔

'عقلِ بیدار' میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خوانده فرزند من زان فاطمہؓ معرفتِ فقر است برمن خاتمہ

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اس لیے معرفتِ فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری بیعت دہلی میں سیدّ عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر کی۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے رسمی پیر یا سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں آزاد فقیر کی تعریف یہ کی ہے ''آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب ورسوم کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ آزاد فقیر ایک تو کسی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبور نہیں ہوتا دوسرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت جاری رہتا ہے۔ عام طور پر وہ سیر وسفر میں رہتے ہوئے فقر کی نعمت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لٹاتا پھرتا ہے۔''

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ بھی لوگوں کو معرفت اور فقر کی تعلیم وتلقین کیلئے ہمیشہ سفر میں رہے اور ساری عمر گھوم پھر کر محبت اور معرفتِ الٰہی کا خزانہ بانٹتے پھرے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نفس را رسوا کنم بہر از خدا بر ہر درے قدمے زنم بہر از خدا

ترجمہ: میں اپنے نفس کو رضائے الٰہی کی خاطر رسوا کرتا ہوں اور ہر در پر اللہ کی خاطر قدم رکھتا ہوں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

تلقینِ رشد وہدایت کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر سفر وادی سون سکیسر، ملتان، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان، سندھ اور بلوچستان کی طرف کیے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کسی کتاب، مجموعہ یا ملفوظات میں اس لیے نہیں ملتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے تہذیب وثقافت اور علوم کے مراکز سے دور رہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کسی صاحبِ تصنیف سے بھی نہیں ہوئی۔ دہلی جانے کا ذکر بھی ایک بار ہی ملتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دیہاتوں کے سیدھے سادے لوگوں میں اسمِ اللّٰہُ ذات کا خزانہ لٹاتے رہے اور پھر انہی دیہاتی لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو آگے بڑھایا۔

سفر میں اکثر ایسا ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی پر نگاہ فرماتے اور اسے خدا رسیدہ بنا دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ کو شہنشاہ شاہ جہان کی طرف سے ایک بہت بڑی جاگیر ملی ہوئی تھی جس میں ایک اینٹوں کا قلعہ اور کئی آباد کنویں بھی تھے۔ گو خاصی وسیع جاگیر تھی اور ہمہ وقت انتظام اور نگرانی کی متقاضی تھی لیکن حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ جب جذبہ نے غلبہ کیا گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مصنف 'مناقبِ سلطانی' لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دستِ مبارک کو آلودہ نہ فرمایا۔ ہاں دو دفعہ بیل لیکر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن دونوں مرتبہ عشقِ الٰہی کے جذبات کے سبب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیلوں کو جُتے جتائے کنویں پر چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفاتِ دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ تھے اور مرشد کامل نور الہدیٰ سالک (طالبِ اللہ) کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ذکر، فکر اور ورد و وظائف کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی شہر شہر قریہ قریہ گھوم پھر کر طالبانِ مولیٰ کو تلاش کرنے اور انہیں واصل باللہ کرنے میں گزری۔ خلقِ خدا کو تلقین کی یہ ذمہ داری آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہِ نبویؐ سے عطا ہوئی تھی۔

تمام دنیا خصوصاً فقرا اور اولیا میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ''سلطان العارفین'' کے لقب سے مشہور ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ ''سلطان

الفقر" پر فائز ہیں۔

جس طرح غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ نے دورانِ وعظ، بحکمِ خداوندی یہ اعلان فرمایا: قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہ (میرا یہ قدم تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے) اسی طرح سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا ہے:

- تا آنکہ از لطفِ ازلی سرفرازئ عینِ عنایت حق الحق حاصل شدہ واز حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حکم ارشادِ خلق شدہ، چہ مسلم، چہ کافر، چہ بانصیب، چہ بے نصیب، چہ زندہ و چہ مردہ۔ بزبانِ گوہرفشاں مصطفیٰ ثانی و مجتبیٰ آخر زمانی فرمودہ۔ (رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: جب سے لطفِ ازلی کے باعث حقیقتِ حق کی عین نوازش سے سربلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تمام خلقت، کیا مسلم، کیا کافر، کیا بانصیب، کیا بے نصیب، کیا زندہ کیا مردہ سب کو ہدایت کرنے کا حکم ملا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ گوہرفشاں سے (مجھے) مصطفیٰ ثانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا اس کے باوجود آپؒ کی تصانیف کی تعداد 140 ہے۔ ابیاتِ باھوؒ جو کہ پنجابی میں ہے، کے علاوہ تمام تصانیف فارسی میں ہیں۔

آپؒ کی جو کتب بازار میں تراجم کی صورت میں دستیاب ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ابیات سلطان باھُو (پنجابی) ۲۔ دیوانِ باھُو (فارسی) ۳۔ عین الفقر ۴۔ مجالسۃ النبیؐ ۵۔ کلید التوحید (کلاں) ۶۔ کلید التوحید (خورد) ۷۔ شمس العارفین ۸۔ امیر الکونین ۹۔ تیغِ برہنہ ۱۰۔ رسالہ روحی شریف ۱۱۔ گنج الاسرار ۱۲۔ محک الفقر (خورد) ۱۳۔ محک الفقر (کلاں) ۱۴۔ اسرارِ قادری ۱۵۔ اورنگ شاہی ۱۶۔ جامع الاسرار ۱۷۔ عقلِ بیدار ۱۸۔ فضل اللقا (خورد) ۱۹۔ فضل اللقا (کلاں) ۲۰۔ مفتاح العارفین ۲۱۔ نور الھدیٰ (خورد) ۲۲۔ نور الھدیٰ (کلاں) ۲۳۔ توفیقِ ہدایت ۲۴۔ قربِ دیدار ۲۵۔ عین العارفین ۲۶۔ کلیدِ جنت ۲۷۔ محکم الفقرا ۲۸۔ سُلطانُ الوَھم ۲۹۔ دیدار بخش (خورد) ۳۰ دیدار بخش (کلاں) ۳۱۔ کشف الاسرار ۳۲۔ محبت الاسرار ۳۳۔ طرفۃ العین۔ حجتُ الاسرار (یہ کتاب دوناموں سے معروف ہے) ۳۴۔ تلمیذ الرحمٰن۔ ۳۵۔ سیف الرحمٰن۔ ۳۶ گنج دین۔

آپؒ کا سلسلہ فقر سروری قادری ہے اگر یوں کہا جائے کہ سلسلہ سروری قادری کے بانی آپؒ ہی ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ سروری قادری طریقہ میں رنج ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر فکر کی الجھنیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا، تسبیح، جُبّہ و دستار وغیرہ سے بیزار ہے۔ اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مرشد پہلے ہی روز سلطان الاذکار ھُو کا ذکر اور تصورِ اسم ذات اور مشقِ مرقومِ وجودیہ عطا کر کے طالب کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس لیے حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں کہ سلسلہ سروری قادری کے طالب (مرید) کی ابتدا دوسرے سلاسل کی انتہا کے برابر ہوتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنی زندگی میں چار نکاح فرمائے۔ مناقبِ سلطانی میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ

کے صاحبزادوں کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے جن کے اسمِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سلطان نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت سلطان ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت سلطان لطیف محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت سلطان صالح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت سلطان فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت سلطان شریف محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت سلطان حیات محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحبزادی مائی رحمت خاتون بھی تھیں۔ (مرآتِ سلطانی)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے تریسٹھ برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی 1102ھ (بمطابق یکم مارچ 1691ء) بروز جمعرات بوقتِ عصر وصال فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ضلع جھنگ میں شہر گڑھ مہاراجہ سے دو میل کے فاصلہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے نام قصبہ سلطان باھُوؒ میں مرجع خلائق ہے۔
ہر سال جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں دور دراز سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیتؓ کی محبت میں غرق تھے اور ہر سال یکم محرم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کا عرس منایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک جاری ہے۔ عاشورہ محرم کے دس دنوں کے اندر زائرین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ہزاروں آرہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر ہر سال دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں جن میں لاکھوں لوگ حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل اور کامل سوانح حیات اور تعلیمات کے لیے اس فقیر کی تصنیفات شمس الفقرا اور مجتبیٰ آخر زمانی یا اِن کے انگلش تراجم Sufism-The Soul of Islam اور The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order کا مطالعہ فرمائیں۔

تعلیماتِ
سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ

سلاطینِ دہلی اور مغلیہ خاندان کے زمانہ میں برصغیر کی حکومتی، سرکاری، درباری اور دفتری زبان فارسی تھی اس بنا پر تمام علمی، ادبی، اسلامی، تصوف اور تاریخی کتب فارسی زبان میں ہی تصنیف و تالیف ہوتی تھیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصانیف فارسی میں تحریر فرمائیں سوائے ایک تصنیف کے جو پنجابی، سرائیکی زبان میں ہے اور ابیاتِ باھُوؒ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فارسی کتب میں بیان کردہ تمام تعلیمات کو مقامی اور دیہاتی لوگوں کے لیے پنجابی ابیات میں بیان فرمایا۔ ابیاتِ باھُو آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مجموعہ ہیں۔ ابیاتِ باھُوؒ کو سمجھنے کے لیے سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھنا اور پھر اُن کو روح میں اتارنا بہت ضروری ہے یہاں آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے اس فقیر کی کتاب ''شمس الفقرا'' یا اس کا انگلش ترجمہ Sufism - The Soul of Islam کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنی تعلیمات اور طریقہ کو نہ تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ فقر فرمایا ہے۔

فقر

عرفِ عام میں فقر افلاس، غربت، تنگدستی اور عسر کی حالت کو کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں لیکن عارفین کے نزدیک فقر سے مراد وہ منزلِ حیات ہے جس کے متعلق خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ فَاَفْتَخِرُ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیا و مرسلین پر فضیلت حاصل ہے۔

- اَلْفَقْرُ کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

- فقر ''عین ذات'' ہے۔ (عین الفقر)
- اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور دیدار کی خواہش ہے تو وہ راہِ فقر اختیار کرے۔ (عین الفقر)
- فقر اللہ کا سرّ (راز) ہے اور اللہ فقر کا سرّ ہے۔ (عین الفقر)
- جان لے کہ تمام پیغمبروں نے مرتبہ فقر پر پہنچنے کی التجا کی لیکن نہ پا سکے۔ وہ تمام فقر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے خود اپنی اُمت کے سپرد فرمایا۔ یہ فقرِ محمدی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فخر ہے۔ فقر فیض ہے۔ (امیر الکونین)
- تمام انبیا کرام نے مرتبۂ فقر کی خاطر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتی ہونے کی التجا کی لیکن انہیں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پایا اس نے فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا رفیق بنایا۔ فقر سے بڑھ کر قابلِ فخر اور بلند تر مرتبہ کوئی ہے نہ ہوسکتا ہے۔ فقر دائمی حیات ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- کوڑا تخت دنیا دا باھُوؒ، تے فقر سچی شاہی ھُو (بیت 69)
- راہ فقر دا مشکل باھُوؒ، گھر ما نہ سیرا رِڑھا ھُو (بیت 7)
- لایحتاج جنہاں نوں ہویا، فقر تنہاں نوں سارا ھُو (بیت 160)

طالبِ مولیٰ

دنیا میں تین قسم کے انسان یا انسانوں کے گروہ پائے جاتے ہیں:

1۔ **طالبانِ دنیا:** جو انسان اپنے علوم وفنون، کمالات اور کوشش وکاوش دنیا کو حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اُسے ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتے ہیں، حتیٰ کہ ان کا ذکر فکر، عبادات وریاضت، چلہ کشی، ورد ووظائف کا مقصد بھی دنیاوی مال ومتاع کا حصول یا اس میں اضافہ ہے۔ وہ دنیاوی آسائش کے حصول اور دنیاوی ترقی وعزّ وجاہ کو ہی کامیابی گردانتے ہیں۔

2۔ **طالبانِ عقبیٰ:** جن کا مقصود آخرت کی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے۔ ان کے نزدیک نارِ جہنم سے بچنا اور بہشت، حور وقصور اور نعمت ہائے بہشت کا حصول زندگی کی کامیابی ہے۔ اس لیے یہ عبادت، ریاضت، زہد وتقویٰ، صوم وصلوٰۃ، حج، زکوٰۃ، نوافل، ذکر اذکار اور تسبیحات سے آخرت میں خوشگوار زندگی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی زندگی کا مقصد اور کامیابی ہے۔

3۔ **طالبانِ مولیٰ:** جن کی عبادات اور جدوجہد کا مقصود دیدارِ حق تعالیٰ اور اُس کا قرب ووصال ہے۔ یہ نہ تو دنیا کے طالب ہوتے ہیں اور نہ بہشت، حور وقصور اور نعمت ہائے بہشت کے۔ ان کا مقصد ذاتِ حق تعالیٰ ہوتا ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے طالب اور عاشق ہوتے ہیں۔ اس طلب کے لیے یہ دونوں جہانوں کو قربان کر دیتے ہیں اور دنیا و عقبیٰ کو ٹھکرا کر ذاتِ حق کے دیدار کے متمنّی رہتے ہیں۔

عارفین ہمیشہ طالبِ مولیٰ بننے کی تلقین کرتے ہیں۔

ان تینوں گروہوں کو اس حدیثِ قدسی میں بیان کیا گیا ہے:

- طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَ طَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ

ترجمہ: دنیا کا طالب مخنّث (ہیجڑہ) ہے، عقبیٰ کا طالب مؤنث (عورت) ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر (مرد) ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرد مذکر کسے کہتے ہیں؟ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی طلب نہ ہو۔ نہ دنیا نہ زینتِ دنیا کی، نہ حوروں اور جنت کے محلات اور میووں کی، نہ براق اور نہ ہی جنت کی کسی اور لذّت کی۔ اہلِ دیدار کے نزدیک یہ سب کریہہ، بدصورت اور بے حیثیت ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں اسمِ اللہ کو بسا لیا ہے اور وہ ازل سے اس کی مستی میں غرق ہیں۔ جس نے اسم اللہ کو اپنا جسم اور جان بنا لیا وہ دونوں جہانوں کے غم سے آزاد ہو گیا۔ (عین الفقر)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلبِ مولیٰ کے بارے میں فرمایا ہے:

- مَنْ طَلَبَ شَیْئًا فَلَا تَجِدُہٗ خَیْرًا وَ مَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی طلب کرتا ہے وہ اس میں کبھی بھلائی نہیں پاتا اور جو شخص مولیٰ کی طلب کرتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہے۔

- مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا فَلَہُ الدُّنْیَا وَ مَنْ طَلَبَ الْعُقْبٰی فَلَہُ الْعُقْبٰی وَ مَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ

ترجمہ: جو دنیا طلب کرتا ہے اُسے دنیا ملتی ہے، جو عقبیٰ (آخرت) کا طلبگار ہوتا ہے اُسے عقبیٰ ملتی ہے اور جو مولیٰ کی طلب کرتا ہے اُسے سب کچھ ملتا ہے۔

- اَلدُّنْیَا حَرَامٌ عَلٰی طَالِبِ الْعُقْبٰی وَالْعُقْبٰی حَرَامٌ عَلٰی طَالِبِ الدُّنْیَا وَ الدُّنْیَا وَ الْعُقْبٰی حَرَامٌ عَلٰی طَالِبِ الْمَوْلٰی ○ مَنْ لَہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ

ترجمہ: دنیا طالبِ عقبیٰ پر حرام ہے، عقبیٰ طالبِ دنیا پر حرام ہے اور طالبِ مولیٰ پر دنیا و عقبیٰ دونوں حرام ہیں۔ جسے مولیٰ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں تمام گفتگو طالبانِ دنیا، طالبانِ عقبیٰ اور طالبانِ مولیٰ کے معاملات پر کی ہے۔ آپؒ کی نگاہ میں عوام طالبانِ دنیا ہیں، خواص یعنی علمائے حق، عابد، زاہد اور متقی پرہیزگار طالبانِ عقبیٰ ہیں اور خاص الخاص لوگ یعنی

انبیا، اولیا کرام، صدیقین اور صالحین طالبانِ مولیٰ ہیں۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ طالبِ دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

✤ یہ فقیر باھُوؒ کہتا ہے کہ طالبِ دنیا دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا یا وہ منافق ہوگا یا ریاکار۔ دنیا شیطان ہے اور طالبِ دنیا شیاطین ہیں۔ دنیا فتنہ اور فساد ہے اور طالبِ دنیا فتنہ انگیز ہیں۔ دنیا نفاق ہے اور اس کے طالب منافق ہیں۔ دنیا حیض کا خون ہے اور طالبِ دنیا حائض ہیں۔ دنیا جھوٹ ہے اور طالبِ دنیا جھوٹے ہیں۔ دنیا شرک ہے اور طالبِ دنیا مشرکین ہیں۔ دنیا خبث ہے اور طالبِ دنیا خبیث ہیں۔ دنیا لعنت ہے اور اس کے طالب لعنتی ہیں۔ جان لے کہ دنیا کے مال کو جان سے عزیز وہ رکھتا ہے جو بے دین، بے عقل اور بے تمیز ہو۔ دنیا جہل ہے اور اس کے طالب جاہل ہیں۔ دنیا فاجرہ اور بدکار عورت ہے اور اہلِ دنیا اس کے شوہر دیوث (بیوی کی دلالی کر کے دولت جمع کرنے والے) ہیں جو پوشیدہ و ظاہر اپنی ہی عورت کو دوسروں کے ساتھ زنا اور فحاشی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ (عین الفقر)

طالبِ مولیٰ کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ حق کا طالب حق لے کر آتا ہے اور حق ہی لے کر جاتا ہے۔ اس کے قدم دنیا اور غیر ماسویٰ اللہ کی طرف نہیں بڑھتے۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ طالبِ مولیٰ کے کیا معنی ہیں؟ دِل کا طواف کرنے والا اہلِ ہدایت، دِل سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح صدق اختیار کرنے والا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح صاحبِ عدل، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی طرح صاحبِ حیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح صاحبِ غزا و صاحبِ رضا اور تمام انبیا و اصفیا کے سرتاج خاتم النبیین امین رسول ربّ العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح صاحبِ شریعت اور صاحبِ سرّ کہ یہ سب حقیقی طالبِ مولیٰ مذکر مرد ہیں۔ (عین الفقر)

طالبِ مولیٰ کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ طالب بن کے طالب ہوویں، اُسے نوں پیا گانویں ھُو (بیت 118)

طالبِ عقبیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

✤ تسبی دا تو کسبی ہویوں، ماریں دَم وَلیاں ھُو (بیت 46)

✤ فجری ویلے وقت سویلے، نِت آن کرن مزدوری ھُو (بیت 143)

جاسوس، ناقص اور خام طالب

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ جاسوس، ناقص اور خام طالب کے بارے میں فرماتے ہیں:

✤ جس کی نظر میں دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت، وقعت اور عزت ہے وہ ملعون طالب ہے۔ (محبت الاسرار)

✤ طالبی جاسوس و دشمن صد ہزار   طالبِ حق یک دو کس طالب شمار

ترجمہ: جاسوس اور دشمن طالب تو ہزاروں ہوتے ہیں لیکن طالبِ حق ایک دو ہی ہوتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جو طالبِ مولیٰ منافق اور جھوٹا ہے اس کے ساتھ مرشد کبھی پیار نہیں کرتا اور نہ کبھی معرفتِ الٰہی عطا کرتا ہے۔ طالب کو حق صفا اور مخلص ہونا چاہیے۔ (فضل اللقا)

✤ کامل مرشد پر لازم ہے کہ وہ سمجھے اور مخلص طالب کو اپنا مرید بنائے۔ بے یقین طالب کو تلقین کرنا ہی بے سود ہے کیونکہ وہ کبھی بھی وحدانیت (اللہ تعالیٰ) کی طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دنیا اور نفس کی قید میں رہتا ہے۔ (فضل اللقا)

✤ طالب مرد کون ہے؟ نامرد کون ہے؟ نامرد طالب وہ ہے جو مرشد سے دنیاوی مال وزر طلب کرتا ہے اور مرد طالب وہ ہے جو جان و مال راہِ حق میں صرف کر کے راہِ حق کو تلاش کرتا ہے۔ (توفیق الہدایت)

✤ بے اخلاص، بے ادب، بے وفا اور بے حیا طالب سے کتّا بہتر ہے۔ جو مرید (طالب) دنیا مردار سے محبت کرتا ہے وہ طلبِ معرفت میں مردار رہتا ہے۔ (فضل اللقا)

✤ دِل دا محرم کوئی نہ مِلیا، جو مِلیا سو غرضی ھُو (بیت 40)

✤ خام کی جانن سار فقر دی، جیہڑے محرم ناہیں دِل دے ھُو (بیت 77)

✤ لائیاں دا اوہ قدر کی جانن، جیہڑے محرم ناہیں سرّ دے ھُو (بیت 196)

عرفانِ نفس

اللہ تعالیٰ نے درج ذیل حدیثِ قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے:

✤ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس حدیثِ قدسی سے واضح ہوگیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے حاصل ہوگی۔ تو اللہ کی پہچان کا طریقہ اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے:

✤ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو (یعنی خود کو) پہچان لیا بے شک اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

یعنی انسان کو اپنے نفس یا ذات کے عرفان سے اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہوتی ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی شناسائے حقیقت، رازِ پنہاں سے واقف ہستی یا کوئی مفکر پیدا ہوا ہے اس نے اس حقیقت کا پردہ ضرور فاش کیا ہے کہ عرفانِ نفس سے ہی اصل آگہی حاصل ہوتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس قرآنی حقیقت سے بھی پردہ اٹھایا ہے کہ نہ صرف اللہ اور اس کا تخلیق کردہ یہ عالم بلکہ پوری کائنات (یعنی تمام عالمین) انسانی قلب میں لطیف صورت میں موجود ہے۔ یہ محض کوئی فلسفیانہ اصول نہیں جو ذہنی لطف یا دماغی کسرت کی تشفی کے لیے گھڑا گیا ہو، یہ زندگی کی وہ حقیقت ہے جو قرآن وحدیث، انبیا کرام اور فقرائے کاملین کی تعلیمات اور تجربے کی مضبوط بنیاد پر کھڑی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ کی تمام تر تعلیمات خواہ نثر کی شکل میں ہوں یا شاعری کی شکل میں، قرآن وحدیث کی خوبصورت شرح ہیں۔ آپؒ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں'' (سورۃ ق۔16) کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ اس ہستی کی تلاش کے لئے پہلے اپنے اندر رسائی ضروری ہے۔ باطن میں اللہ پاک کی موجودگی پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے لئے لفظ 'قریب' کا استعمال بھی موزوں نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ بھی علیحدگی اور دوئی کا مظہر ہے بلکہ وہی تو ہماری ہستی ہماری حقیقت ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- قربِ حق نزدیک من حبل الورید تو جمالش را نہ بینی بے نظیر

ترجمہ: اللہ پاک کی ذات شہ رگ سے بھی قریب ہے مگر تو اندھا ہے کہ اس کے جمال کا دیدار نہیں کرسکتا۔ (دیوان باھُوؒ)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ان انسانوں کی عقل پر ماتم کرتے ہیں جنہیں قریب رہنے والا بہت دور نظر آتا ہے اور اسے ہمیشہ باہر تلاش کرتے رہتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس ساری بھاگ دوڑ کو بے معنی اور بے سود قرار دیتے ہیں اور اللہ کو اپنے اندر ہی تلاش کرنے کی تاکید کرتے ہیں اس مقصد کے لئے آپ رحمتہ اللہ علیہ سب سے پہلے حجابات کو دور کرنے اور آئینۂ دل سے زنگ اور نفسانی خواہشات کی سیاہی کو ختم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

انسان کا قلب وسیع اور عظیم الشان نوری جوہر اور آئینہ حق نما ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے منوّر ہوتا ہے اور تمام کائنات اس میں رائی کے دانے کے برابر نظر آتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کا نکتہ نظر یہ ہے کہ قلب و باطن میں معرفتِ الٰہی سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے دونوں جہان کی کل کیفیات قلب میں سما جاتی ہیں اور صاحبِ نظر قلبی آنکھوں سے اس کا صاف نظارہ کرتا ہے اور عاشقِ الٰہی تو ہمیشہ ہی اپنے قلب کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- قلب ایک نہایت وسیع ولایت اور ملکِ عظیم ہے۔ دونوں جہان اور تمام مخلوق اس میں سما سکتے ہیں لیکن قلب دونوں جہانوں میں نہیں سما سکتا۔ (فضل اللقا)

- طالبِ مولیٰ کا قلب جب ایک بار بیدار ہو جاتا ہے تو پھر دائمی طور پر اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ (قربِ دیدار)

''عقلِ بیدار'' میں حضرت سلطان باھُوؒ قلب یا دل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- میں نے اپنے دل میں قبلہ دیکھا اور حق کا دیدار کیا اور پھر خدا کے سامنے سربسجود ہو گیا۔
- دل وجود کے اندر اللہ کا ایک خزانہ ہے۔ اہلِ دل محمود ہیں اور اس کی نمود بھی محمود سے ہی ہے۔

پنجابی ابیات میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے من میں جھانکنے کی تلقین اور اپنی ذات پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

- ایہہ تن رَبّ سچے دا حجرا، وِچ پا فقیرا جھاتی ھُو (بیت 17)
- دِل دریا سمندروں ڈونگھا، غوطہ مار غواصی ھُو (بیت 79)
- ایہہ تن رَبّ سچے دا حجرا، دِل کھڑیا باغ بہاراں ھُو (بیت 18)
- چوداں طبق دِلے دے اندر باھُوؒ، پا اندر وِچ جھاتی ھُو (بیت 114)

اسمِ اللہ ذات

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں علم تصور اسمِ اللہ ذات کے اسرار و رموز کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

اسمِ اللہ ''اسمِ ذات'' ہے اور ذاتِ سبحانی کے لیے خاص الخاص ہے۔ علمائے راسخین کا قول ہے کہ یہ اسمِ مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نہ تو کسی سے بنا ہے نہ ہی اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس اسمِ پاک کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے اسما مبارک کا کسی دوسری جگہ مجازاً اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ اسمِ پاک کسی بھی قسم کے اشتراک اور اطلاق سے پاک، منزّہ و مبرّا ہے۔ اللہ پاک کی طرح اسم اللہ بھی احد، واحد اور لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے۔

یہ اللہ کا ذاتی نام ہے جس کے وِرد سے بندے کا اپنے ربّ سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ اسم پاک قرآنِ پاک میں چار ہزار مرتبہ آیا ہے۔ عارف باللہ فقرا کے نزدیک یہی اسمِ اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامع صفات کا مجموعہ ہے کہ بندہ جب اللہ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آ جاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معناً تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے۔ یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

- بے شک جب تُو نے اللہ تعالیٰ کو صفتِ رحمت کے ساتھ پکارا یعنی رحمٰن یا رحیم کہا تو اس صورت میں تُو نے صفتِ رحمت کا ذکر کیا صفتِ قہر کا نہیں، یونہی صفتِ علم کے ساتھ 'یا علیم' کہہ کر پکارا تو صرف صفتِ علم کا ذکر کیا صفتِ قدرت کا نہیں لیکن جب تُو نے اللہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ اللہ ہوتا ہی وہ ہے جو تمام صفات سے متصف ہو۔ (تفسیر کبیر۔ جلد 1۔ ص 85)

اسمِ اللہ ذات اپنے مسمّٰی ہی کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت وکمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں اسمِ اللہ ذات ہی رہتا ہے۔اسم اللہ کا پہلا حرف 'ا' ہٹا دیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اللہ کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔قرآنِ مجید میں ہے:

✦ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ۔284)

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اگر اس اسمِ پاک کا پہلا 'ل' ہٹا دیں تو لَہٗ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔جیسے ارشادِ ربانی ہے:

✦ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ التغابن۔1)

ترجمہ: اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اگر دوسرا 'ل' بھی ہٹا دیں تو ھُو رہ جاتا ہے جو اسمِ ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں ''وہ''۔ یہ بھی اسمِ ذات ہے جیسے کہ قرآنِ مجید میں ہے:

✦ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ○ (سورۃ الحشر۔22)

ترجمہ: وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ)۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسمِ اللہ ذات کی شرح وتفسیر ہے۔اسمِ اللہ ذات کے اَسرار و رموز کو جتنا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کھول کر اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی نہ کر سکا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ اَللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو اسمِ اعظم یعنی اسمِ اللہ ذات ہیں۔(عین الفقر)

✤ جسے بھی تقویٰ نصیب ہوا اسمِ اللہ ذات ہی سے ہوا۔اسمِ اللہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں: اوّل اسمِ اللہ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔جب اسمِ اللہ سے 'ا' جدا کیا جائے تو یہ اسمِ لِلّٰہ بن جاتا ہے اور اسمِ لِلّٰہ کا ذکر فیضِ الٰہی ہے۔جب اسمِ لِلّٰہ کا پہلا 'ل' جدا کیا جائے تو یہ اسم لَہٗ بن جاتا ہے اور اسمِ لَہٗ کا ذکر عطائے الٰہی ہے۔جب دوسرا 'ل' بھی جدا کر دیا جائے تو یہ 'ھُو' بن جاتا ہے اور اسمِ ھُو کا ذکر عنایتِ الٰہی ہے۔چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ترجمہ: نہیں کوئی معبود سوائے ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ) کے۔(سورۃ البقرہ۔255) اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔(محک الفقر کلاں)

✤ خیال خواندن چندیں کتب چراست ترا — الف بس است اگر فہم ایں اداست ترا

ترجمہ: تجھے اس قدر کتب پڑھنے کا خیال کیوں رہتا ہے؟ اگر تو سمجھے تو تیرے لیے محض علمِ الف (اسمِ اللہ ذات) ہی کافی ہے۔(کلید التوحید کلاں)

✤ اسمِ اللہ راہبر است در ہر مقام — از اسمِ اللہ یافتند فقرش تمام

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات طالبانِ مولیٰ کی ہر مقام پر راہنمائی کرتا ہے اور اسمِ اللہ ذات سے ہی وہ کامل فقر کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔(محک الفقر کلاں)

✤ اسمِ اللہ ذوق بخشد باوصال　　بے زبانے سخن گوید قیل و قال

ترجمہ: اسمِ اللہ کے تصور سے صاحبِ تصور کو ذوقِ الٰہی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ ہر وقت وصالِ حق میں مسرور ہو کر ذاتِ حق سے بے زبان گفتگو کرتا ہے۔(محک الفقر کلاں)

✤ آں روز یاد کن کہ یارے تُو کس نہ باشد　　جز عمل و ایمان دیگرے ہمراہِ تُو کس نہ باشد

باھُوؒ! بہ ازیں نہ باشد یک بار گفتن اللہ　　اللہ بس ترا شد خطے کش بر سوئ اللہ

ترجمہ: اس دِن کو یاد کر جب تیرا کوئی دوست نہیں ہوگا اور عمل و ایمان کے سوا تیرے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ اے باھُوؒ! ایک بار ذکرِ اللہ کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ اسمِ اللہ تیرے لیے کافی ہے، اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز پر خطِ تنسیخ کھینچ دے (یعنی اسمِ اللہ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دے)۔(محک الفقر کلاں)

✤ اسمِ اللہ بس گرانست بس عظیم　　ایں حقیقت یافتہ نبیؐ کریم

ترجمہ: اسمِ اللہ ذات نہایت گراں اور بیش قیمت دولت ہے اور اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔(کلید التوحید کلاں)

✤ اسمِ اللہ ہمچو در دِل آفتاب　　ظلمت از انوارِ او گردد خراب

نامِ اللہ گشت آسان بر زبان　　کنہ اللہ مشکل است سِرّ نہاں

ترجمہ: جب دل میں اسمِ اللہ کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے دل کی ساری ظلمت مٹ جاتی ہے۔ محض زبان سے اسمِ اللہ کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر اسمِ اللہ کی کنہ اور سِرّ نہانی تک پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے۔(محک الفقر کلاں)

✤ اسمِ اللہ ذات عین اللہ کی ذات ہے۔(عین الفقر)

✤ سن اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات (کا ذکر کرنے) سے استدراج ہو سکتا ہے لیکن اسمِ اللہ ذات (کے ذکر) میں استدراج کی کمی یا زیادتی کا خدشہ نہیں۔(عین الفقر)

ذکر اسمِ اللہ ذات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۃ الرعد۔28)

ترجمہ: بیشک ذکرِ اللّٰہ (ذکر اسمِ اللہ ذات) سے ہی قلب (روح) کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

- وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (سورۃ الجمعہ۔10)

ترجمہ: اور کثرت سے اسمِ اللّٰہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا O (سورۃ الاحزاب۔41)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔

- وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا O (سورۃ الاحزاب۔35)

ترجمہ: کثرت سے اسمِ اللّٰہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

- فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ O (سورۃ البقرہ۔152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکرِ اللّٰہ سے غافل انسان کو خسارے کی وعید سنائی گئی ہے اور اس شخص کی پیروی سے منع کیا گیا ہے بلکہ اس سے کنارہ کشی کا بھی حکم دیا گیا ہے:

- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون۔9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور اولادیں تم کو ذکرِ اللّٰہ سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

- وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا O (سورۃ الکہف۔28)

ترجمہ: اور اس کا کہا ہرگز نہ مانیں جس کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے وہ تو خواہشاتِ نفس کا غلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلانگنا ہے۔

- فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا O ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى O (سورۃ النجم 29-30)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرما لیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصود بنایا۔ یہی اس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ربّ راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا راستہ چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ وَکُلُّ نَفَسٍ یَّخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکرِ اللّٰہ کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو دَم غافل سو دَم کافر، سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ھُو (بیت60)

قلبی ذکرِ اللّٰہ کی اس دائمی نماز کی غرض وغایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

لِکُلِّ شَیْئٍ مُصْقِلَۃٌ وَمُصْقِلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: ہر چیز کے لیے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دِل کی صیقل اسمِ اللّٰہ کا ذکر ہے۔

گویا دل کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے ذکرِ اللّٰہ کو فرض کیا گیا ہے کیونکہ دل ہی وہ آئینہ ہے جس میں دیدارِ الٰہی کے جلوے ہویدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت ذکر و تصور اسمِ اللّٰہ ذات میں مشغول رہ کر اپنے دِلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ قَالُوْا بَلٰی کا وعدہ ایفا ہو سکے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیثِ مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

دل کر صیقل شیشے وانگوں باھُوؒ، دور تھیون کُل پردے ھُو (بیت188)

مفہوم: اپنے دِل کو ذکر و تصور اسمِ اللّٰہ ذات سے آئینہ کی طرح پاک وصاف کر لے تو تیرے تمام حجابات دور ہو جائیں گے کیونکہ دل کا آئینہ جتنا صاف ہوتا ہے اس میں محبوب (اللہ) کا عکس اتنا ہی واضح نظر آتا ہے۔

مندرجہ بالا آیات، احادیثِ قدسی اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ ذکرِ اللّٰہ سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر ہے جس سے انسان کو اپنی پہچان نصیب ہوتی ہے اور اپنی پہچان کے نصیب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث پاک ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو (یعنی خود کو) پہچان لیا بے شک اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔

ایک ذکرِ نفسی (لسانی) ہے جو زبان سے کیا جاتا ہے، اس میں تلاوتِ کلامِ پاک، کلمہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار شامل ہیں جو زبان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا باطن کے قفل کو کھولنے والا ذکر، ذکرِ پاس انفاس (سانسوں سے اسمِ اللہ ذات کا ذکر) ہے جسے ذکرِ خفی اور سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ انسانی وجود میں 'سانس' ہی وہ شے ہے جو روح سے براہِ راست جڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی روح انسانی وجود میں داخل ہوتی ہے سانس چلنے لگتی ہے اور جیسے ہی روح جسم سے نکل جاتی ہے سانس رُک جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانسوں سے کیا جانے والا ذکرِ اللّٰہ روح کو براہِ راست قوت اور نورِ بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ اللہ کا قرب اور دیدار حاصل کرتی

ہے۔صرف اسی طریقہ سے ذکر اپنے حقیقی مقام یعنی روح پر مرکوز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے۔کوئی دوسرا ذکر نہ روح کو بیدار کرتا ہے نہ اسے قوت و نور مہیا کرتا ہے لہٰذا ذاکر اپنے حقیقی مقصد یعنی قرب و دیدارِ حق تعالیٰ کو پانے میں ناکام رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں سانسوں کے ساتھ ذکر کا حکم فرمایا ہے:

◆ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ O (سورۃ الاعراف۔205)

ترجمہ:اور صبح و شام ذکر کرو اپنے ربّ کا، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے خوف اور عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

◆ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ O (سورۃ الاعراف۔55)

ترجمہ:اپنے ربّ کا ذکر کرو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

خفیہ طریقے سے ذکر کرنے سے مراد سانسوں کے ساتھ بغیر آواز نکالے ذکرِ خفی کرنا ہے۔

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے لیکن ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے ”حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی“ اور ”نماز مومن کی معراج ہے۔“ نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی ایک مسلمان 'مومن' اور اس کی نماز معراج بنتی ہے اور یہ مرتبہ صرف ذکرِ خفی سے حاصل ہوتا ہے۔نماز بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ O (سورۃ طٰہٰ۔14)

ترجمہ:اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز پر ہی اکتفا نہیں کرنا بلکہ ہر لحہ ذکرِ اللہ کرتے رہنا ہے:

◆ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (سورۃ النساء۔103)

ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ذکرِ اللہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مراد سونا ہے یعنی سوتے ہوئے بھی ذکرِ اللہ کرنا ہے اور سوتے ہوئے صرف ذکرِ پاس انفاس (ذکرِ خفی) ہی ہو سکتا ہے کیونکہ سانس کسی لمحہ بھی بند نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی عبادت فرض کی تو اس کی ایک معلوم حد متعین کر دی لیکن اس ذکر کی کوئی حد نہیں یعنی کھڑے، بیٹھے، لیٹے، دن، رات، خشکی و تری، سفر و حضر، غنا و فقر، صحت و بیماری، پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے نام کا ذکر ضروری ہے۔

ذکر کس طرح کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (سورۃ الکہف۔24)

ترجمہ: اپنے ربّ کا ذکر (اس قدر محویت سے) کرو کہ خود کو بھی فراموش کر دو۔

یعنی اتنی محویت سے ذکر کرنا ہے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے۔

کس کا ذکر کرنا ہے اس کا بھی اعلان فرما دیا:

◆ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ (سورۃ مزمل۔8)

ترجمہ: اور اپنے ربّ کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

◆ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ (سورۃ الاعلیٰ۔1)

ترجمہ: اپنے ربّ کے نام (اسم اللہ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

◆ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ (سورۃ حاقتہ۔52، سورۃ واقعہ۔96 اور 74)

ترجمہ: اپنے ربِ عظیم کے نام (اسم اللہ) کی تسبیح بیان کرو۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی عبادت کے ثواب سے بہتر ہے کیونکہ مسائلِ فقہ سیکھنا اسلام کی بنیاد ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کر ذکر **اللہ** کے ساتھ لیا گیا ایک سانس ہزار مسائلِ فقہ سیکھنے کے ثواب سے افضل ہے۔ (عین الفقر)

✤ جان لو کہ احوال کے ساتھ کیا جانے والا ذکرِ اسم **اللہ** ذات اور مشق مرقومِ وجودیہ وجود کو حیات عطا کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنتے ہیں اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری عطا کرتے ہیں۔ اسم **اللہ** ذات کی تاثیر سے ذاکر کا وجود اور ظاہر و باطن آیاتِ قرآن وحدیث کے موافق پاک ہو جاتے ہیں کہ ذاکر کی زبان اللہ کی تلوار ہے اور ذاکر اس فرمان کے مطابق ہوتا ہے:

⊕ اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہ

ترجمہ: مفلس اللہ کی امان میں ہے۔

ایسا ذاکر گنجِ الٰہی ہوتا ہے اور اس کا راز اللہ کا راز ہوتا ہے کیونکہ وہ شرک، کفر، بدعت اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جب روزِ محشر لوگوں کی نیکی اور بدی کا حساب ہوگا تو جس کے دل پر اسمِ **اللہ** نقش ہوگا یا جس نے ایک مرتبہ بھی سچے دل سے اسم **اللہ** کا ذکر کیا ہوگا، اگر اس کے گناہ آسمانوں اور زمینوں کے چودہ طبقات کے برابر بھی ہوئے تو اسمِ **اللہ** کی برکت سے ترازو کا نیکیوں والا پلڑہ وزنی ہو جائے گا۔ یہ دیکھ کر فرشتے پکاریں گے کہ اے اللہ! اس شخص کی کونسی نیکی کی وجہ سے ترازو کا پلڑہ بھاری ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندہ میرا طالب ہے اور یہ ہمیشہ اسم **اللہ** میں غرق رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو کیونکہ تم عباداتِ حق اور اسمِ **اللہ** کی حقیقت سے ناواقف ہو۔

میں ان کے ساتھ ہوں (جوذکرِ اسمِ اللہ کرتے ہیں) اور وہ میرے ساتھ ہیں جبکہ تم (اسمِ اللہ سے) بیگانے ہو۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس ۔ (عین الفقر)

تصورِ اسمِ اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اُس کی پہچان ہو، اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایت اللہ کی معرفت اور پہچان ٹھہری۔ کسی چیز کی پہچان کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے۔ ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ دیگر حواس اور اعضا شناخت کے کمزور اور ناقص آلے ہیں اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا اسمِ اللہ ذات کا تصور اور سانسوں سے کیا جانے والا ذکر ہی ذریعہ معرفت اور وسیلۂ دیدارِ پروردگار ہے۔

تصور کے لغوی معنی خیال، دھیان، تفکر اور مراقبہ کے ہیں۔ تصور سے اسمِ اللہ ذات کو اپنے دل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت (روح) پر اثر انداز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے اور جب سالک کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے نورِ بصیرت حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اعمالِ ظاہر سے آدمی کا دل ہرگز پاک نہیں ہوتا، نہ ہی اس میں سے نفاق نکلتا ہے اور نہ ہی دل کی سیاہی اور زنگار دور ہوتا ہے جب تک دل کو آتشِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے جلایا نہ جائے اور نہ ہی اس ذکرِ خاص کے بغیر اخلاص پیدا ہوتا ہے کیونکہ ذکر کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا اگر چہ تمام عمر قرآنِ پاک کی تلاوت کی جائے یا فقہ کے مسائل پڑھے جائیں یا زہد و ریاضت کی کثرت سے کمر کبڑی ہو جائے یا سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے، دِل اسی طرح سیاہ رہتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور کی مشق کے بغیر (زہد و ریاضت کا) کوئی فائدہ نہیں چاہے سر کو ریاضت کرتے کرتے پتھر سے پھوڑ لیا جائے۔ (شمس العارفین)
- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنے والا بے مشقت معشوق اور بے محنت محبوب (بننے) کے طریق کا حامل ہوتا ہے۔ یہ مراتب بہت پسندیدہ ہیں جو اسمِ اللہ ذات کا تصور کرنے والے کو روشن ضمیر بنا دیتے ہیں اور وہ تمام قلوب کا محبوب ہو جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اُسے تصرف حاصل ہوتا ہے جسے وہ اللہ کے فضل اور رحمت کی بدولت مخلوق کو فیض بخشنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق دِل کو اس طرح زندہ کر دیتی ہے جس طرح بارانِ رحمت کے قطرے خشک گھاس اور خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ (شمس العارفین)

✤ تصورِ اسمِ اللہ ذات صاحبِ تصور کے لیے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شر سے حصار بن جاتا ہے۔ (شمس العارفین)

✤ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ وہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور اطلس کے شاہانہ لباس پہنے، حوادثِ دنیا سے وہ امن پالے، معصیتِ شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوسہ اور خطرات نابود اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر نقش کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ آخر اصل اور کامل راہ کونسی ہے جو ایک ہی لمحے میں لازوال مراتبِ حضوری تک پہنچا کر وصالِ الٰہی سے بہرہ ور کر دیتی ہے اور جس میں کوئی رجعت لاحق نہیں ہوتی۔ ذکر وفکر، مراقبہ ومکاشفہ، صوم وصلوٰۃ، ورد ووظائف، حج وزکوٰۃ، تلاوت وعلم سب میں رجعت کا خطرہ ہے۔ ہر وہ عمل جو ماسوئ اللہ کسی اور نیت سے کیا جائے طالب کے لیے باعثِ رجعت ہے۔ لیکن تصور وتوفیقِ حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے حاصل ہونے والے مراتب رجعت سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دیتے ہیں اور طالب تصورِ اسمِ اللہ، تفکر فنافی اللہ، تصرف بقاباللہ اور مرشد کامل کی توجہ سے حضوری کے لازوال مراتب کو پالیتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دل میں انوارِ الٰہی پیدا ہوتے ہیں جن سے سرتا قدم سارا وجود نور سے منور ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب اہلِ تصور مشرفِ دیدار کے ہیں۔ ذکر وفکر اور ورد ووظائف سے رجوعاتِ خلق ہوتی ہے جس سے نفس کا حجاب موٹا ہوتا ہے اور وسوسے اور وہمات متشکل ہو کر تجلیات برساتے ہیں جس سے ایک مجلس دکھائی دیتی ہے اور احمق لوگ اسے حضوری ووصال سمجھ بیٹھتے ہیں۔ باخبر ہو جا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے:

❂ کُلُّ اِنَآءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ

ترجمہ: برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں خود کو پہچان لے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ جان لے کہ ہر شے کا ایک قفل اور ایک کلید ہوتی ہے اور انسانی وجود کی کلید اسمِ اللہ توحید ہے۔ جو طالبِ مولیٰ یہ چاہتا ہے کہ طلسماتِ وجود کا قفل کھل جائے اور اسے تمام خزائن الٰہی حاصل ہو جائیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے قلبِ سلیم حاصل کرے جس کی کلید تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

حاصل کلام یہ ہے کہ مقصدِ حیات یعنی معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے، روح کی ترقی وبالیدگی کے لیے، قلبِ سلیم کے حصول کے لیے، اطمینانِ قلب کے لیے، اپنے اندر نورِ بصیرت کی تکمیل کے لیے، رضائے الٰہی اور معراج کے لیے اسمِ اللہ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی راستہ ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے

اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ جما لیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے کر سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں جس طرح اکاس بیل (عشق پیچاں کی بیل) پورے درخت کو گھیر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے رگ و ریشے اور نس نس میں شیطان دھنس جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (روح کی غذا) تنگ ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورۃ طٰہٰ۔124)

ترجمہ: جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی روح کی) روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔

یعنی جسے اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوتی وہ روحانی طور پر اندھا رہتا ہے اسی لیے اسے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہوگی اور اسے اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (سورۃ بنی اسرائیل۔72)

ترجمہ: اور جو اس دنیا میں (باطنی طور پر) اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

ذکر اور تصور کا کیا تعلق ہے؟

ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دماغ ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے، کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے، ایک لمحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے۔ جن چیزوں کے متعلق ہمارا دماغ سوچتا ہے ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں، اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر سامنے آجاتا ہے، اِسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا، دنیا کے لوگوں اور دنیا کی اشیا سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔ صوفیا کرامؒ ذکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذِکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔ سورۃ مزمل کی آیت وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (ترجمہ: اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژمردہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کو بدلنے کی ہے۔ اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیا اور اشکال کی بجائے اسمِ اللہ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیا سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

تصور اسمِ اللہ ذات کے بغیر ذکر اسمِ اللہ ذات بھی کامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اتنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جتنا کہ تصور کے ساتھ۔ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ذاکروں کا ذکر اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ ذکر کی کلید حاصل نہ کر لیں۔ ذکر کی کلید اسمِ اللہ ذات کا تصور ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور سے اس حد تک ذکر جاری ہو جاتا ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا اور جسم پر جس قدر بال ہیں، تمام علیحدہ علیحدہ اس طرح ذکرِ اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں کہ سر سے قدم تک وجود کے تمام اعضا، گوشت، پوست، رگوں، مغز اور ہڈیاں جوش سے ذکرِ اللہ میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہ صاحبِ تصور اسمِ اللہ ذات کے مراتب ہیں کہ ان کے مغز اور پوست میں اللہ ہی ہوتا ہے۔ (شمس العارفین)

- نال تصور اِسم اَللّٰہ دے، دَم نوں قید لگائیں ھُو (بیت 201)

ابیات میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اَللّٰہ ذات کے بارے میں بار بار تلقین فرماتے ہیں:

- الف اللہ چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو (بیت 1)
- جس الف مطالیہ کیتا، ب دا باب نہ پڑھدا ھُو (بیت 54)
- جس دِل اِسم اللہ دا چمکے، عشق وِی کردا ہلّے ھُو (بیت 73)
- نیندر حرام تنہاں تے ہوئی، جیہڑے اِسمِ ذات کماندے ھُو (بیت 125)
- موت وصال تھیسی ہِک، جدوں اِسم پڑھیسی ذاتی ھُو (بیت 165)
- الف اللہ چنبے دی بوٹی، میرے مَن وِچ مُرشد لاندا ھُو (بیت 22)
- جنہاں الف صحی کر پڑھیا باھُوؒ، واہ نصیب تنہاندے ھُو (بیت 125)
- الف اللہ صحی کیتوسے جداں، چمکیا عشق اگوہاں ھُو (بیت 4)
- دوہیں جہان نصیب تنہاندے باھُوؒ، جیہڑے ذاتی اِسم کماندے ھُو (بیت 117)
- اللہ تینوں پاک کریسی باھُوؒ، جے ذاتی اِسم کمانویں ھُو (بیت 118)
- لُوں لُوں دے وِچ ذکر اللہ دا، ہر دم پیا پڑھیوے ھُو (بیت 50)

سلطان الاذکار ھُو

ھُو سلطان الاذکار ہے جس کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- کسے بس ذکر گوید ھُو ہویدا — وجودش می شود زاں نور پیدا

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکرِ ھُو جاری ہو جاتا ہے اُس کا وجود نورِ ذات میں ڈھل جاتا ہے۔

- اسمِ اعظم انتہا با ھُو بود ورد باھُوؒ روز و شب یاھُو بود

ترجمہ: اسمِ اعظم انتہا یعنی ھُو تک لے جاتا ہے اسی لیے باھُوؒ دن رات یاھُو کا ورد کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- باھُوؒ را ھُو بُرد با آورد برد ہر کہ با آن عین بیند او نمرد

ترجمہ: باھُوؒ کو 'ھُو' اپنے ساتھ لے گیا اور 'با' یہیں رہ گیا۔ جو اس کا ساتھ اختیار کر کے عین ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔ (عین الفقر)

- ابتدا ھُو انتہا ھُو ہر کہ با ھُو می رسد عارفِ عرفان شود ہر کہ با ھُو 'ھُو' شود

ترجمہ: ابتدا بھی ھُو ہے اور انتہا بھی ھُو ہے۔ جو کوئی ھُو تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ھُو میں فنا ہو کر 'ھُو' بن جاتا ہے۔

- اگر تُو 'ھُو' کے اسرار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو دِل سے نکال دے۔ (قربِ دیدار)
- جس کے وجود میں اسم ھُو کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اُسے ھُو سے اُنس ہو جاتا ہے اور پھر وہ غیر ماسویٰ اللہ تمام لوگوں سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)
- جب کوئی دل کے ورق سے اسم ھُو کا مطالعہ کر لیتا ہے تو پھر اُسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ ایسی حالت میں وہ خَلق کی نظر میں بے شعور ہوتا ہے مگر خالق کے ہاں صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- ذکرِ ھُو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُو غالب آکر اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں ھُو کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (محک الفقر کلاں)
- شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے، معرفت لاھُوت ہے اور ان کا جامع ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہ اور ھُو ہے۔ لَآ اِلٰہَ ذکرِ ناسوت ہے، اِلَّا اللّٰہُ ذکرِ ملکوت ہے، اَللّٰہ ذکرِ جبروت ہے اور ھُو ذکرِ لاھُوت ہے۔ (محک الفقر کلاں)

لاھُوت وہ جہان ہے جس کی حد پر معراج کی رات جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا کہ اگر میں جبروت سے نکل کر لاھُوت کی حد میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو جل جاؤں گا، یہاں سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا ہی سفر فرمائیں۔ لاھُوت لامکان میں دیدارِ الٰہی ہے اور یہاں داخلہ ذکرِ ھُو سے ہی ممکن ہے اور یہ صرف انسان کا شرف ہے۔

- اندر وی ھُو تے باہر وی ھُو، باھُوؒ کِتھاں لبھیوے ھُو (بیت 21)
- عشق اللہ وِچ ہو مستانہ، ھُو ھُو سدا الائیں ھُو (بیت 201)
- اندر ھُو تے باہر ھُو، ایہہ دَم ھُو دے نال جلیندا ھُو (بیت 09)
- ھُو دا ذِکر ہمیش سڑیندا باھُوؒ، دینہاں سُکھ نہ راتی ھُو (بیت 165)
- ھُو دا جامہ پہن کراہاں، اِسم کماون ذاتی ھُو (بیت 194)

تصورِ اسمِ مُحَمَّدْ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اسمِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ تصورِ اسمِ مُحَمَّدْ کے اسرار و رموز کو بھی کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مرشد کامل اکمل وہی ہے جو اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحَمَّدْ کی راہ جانتا ہے۔ آپ اسمِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ اسمِ مُحَمَّدْ کے تصور کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔

خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں صحابہ کرامؓ نے معرفتِ الٰہی کی تمام منازل اور مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک کے دیدار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب و نگاہِ کامل کی توجہ سے حاصل کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد آنے والے طالبانِ مولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمِ مبارک کے توسط اور برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس تک باطنی رسائی حاصل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرم و تاثیر سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہربانی اور ساتھ کے بغیر آج تک نہ کوئی اللہ تک پہنچ پایا ہے نہ پہنچ پائے گا۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ کی توجہ حاصل نہ ہو، روح نہ زندگی پاتی ہے اور نہ وصال و معرفتِ الٰہی۔ موجودہ زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ کامل سے فیض یاب ہونے کا ذریعہ ذکر و تصور اسمِ اللہ اور اسمِ مُحَمَّدْ ہے جو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کا ساتھ نصیب کرتا ہے۔ اس مجلس میں صبر و استقامت، ادب و حیا اور مکمل اطاعت و پیروی کے ساتھ دنیاوی تعلقات کو باطنی طور پر قطع کر کے مستقل حاضری کے بعد ہی ایک طالب اس لائق بنتا ہے کہ اسے محبوبیت کے مراتب حاصل ہوں اور اللہ کی معرفت و وصال نصیب ہو۔

اللہ کے بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسمِ اللہ اس کا ذاتی نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسمِ مُحَمَّدْ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذاتی نام ہے۔ جس طرح اسمِ ''اللہ'' اللہ کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ قوت والا اسم ہے اسی طرح اسمِ مُحَمَّدْ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ اثر اور قوت رکھنے والا اسم ہے۔

میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں ملیا نبیؐ سوہارا ھُو (بیت160)

اسمِ مُحَمَّدْ کا ظہور اس وقت ہوا جس وقت انوارِ الٰہیہ اور تجلیاتِ نورِ محمدی کے سوا کسی شے کا ظہور نہ ہوا تھا اس لیے اسمِ مُحَمَّدْ خود بھی منبع انوار و تجلیات ہے اور معجزانہ شان کا حامل ہے۔ ظہورِ ذاتِ حق تعالیٰ کی ترتیب کو مدِّنظر رکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نورِ الٰہی، صورت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ظاہر ہوا۔ جب اولیا کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں خود کو ''اسمِ اللہ ذات'' کی صورت میں ظاہر فرمایا تو اس میں ''ذات'' سے مراد نورِ محمدی یا ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جو اللہ کا ظہورِ اوّل اور ''نور'' سے ''ذات'' کا پہلا اظہار ہے۔ چنانچہ اسم

محمدؐ، اسمِ اللہ ذات سے جدا یا علیحدہ نہیں بلکہ اسمِ اللہ ذات اسمِ محمدؐ میں اور اسمِ محمدؐ اسمِ اللہ ذات میں گم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو اپنا کلام قرار دیا۔

✦ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (سورۃ الفتح۔10)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) جولوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

✦ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم۔4-3)

ترجمہ: اور یہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو ان کو (اللہ کی طرف سے) وحی کی جاتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ اللہ ذات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسمِ محمدؐ کو اسمِ اللہ ذات کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ محک الفقر کلاں میں فرماتے ہیں:

✤ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتدا اسمِ اللہ سے ہے یعنی فقر اسمِ اللہ سے فقیر بنتے ہیں اور اسمِ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے کہ اسمِ اللہ اسمِ محمدؐ میں تبدیل ہو جاتا ہے چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

❂ اَنْتَ اَنَا وَ اَنَا اَنْتَ

ترجمہ: (اے محمد ﷺ!) تُو میں ہے اور میں تُو ہوں۔

یعنی یہ دونام ایک ہی صنف سے ہیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

❂ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ (محک الفقر کلاں)

اپنی تصنیف ''عقلِ بیدار'' میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسمِ محمدؐ کے تصور کے دوران اس کے حروف کی تجلیات سے حاصل ہونے والے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

✤ اسمِ محمدؐ کے چار حروف ہیں: م، ح، م، د۔ حرف 'م' کے تصرف سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی، حرف 'ح' کے تصرف سے حضوری محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حرف 'م' کے تصرف سے محو فنا فی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حرف 'د' کے تصرف سے دوام بادم ہر نفس با سخنِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (عقلِ بیدار)

✤ جب طالبِ مولیٰ اسمِ اللہ ذات، اسمِ محمدؐ اور کلمہ طیبہ کے تصور میں محو ہوتا ہے تو اس کے گناہ نورِ اسمِ اللہ ذات کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ (محبت الاسرار)

- اسمِ مُحمَّدؐ کے تصور سے علم کی سچی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ (کلید جنت)
- اسمِ مُحمَّدؐ کا تصور کرنے والا جب اسمِ مُحمَّدؐ کی صورت کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوائے اللہ کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرف بھی نگاہ کرتا ہے اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باادب باحیا عاشق اور اللہ تعالیٰ کا معشوق بن جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار)
- اسم اللہ میں اسمِ اعظم ہے اور اسمِ مُحمَّدؐ میں صراطِ مستقیم ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- جان لے! قرب کے مراتب تین قسم کے ہیں جو تین قسم کے تصور سے حاصل ہوتے ہیں یعنی تصور فنا فی الشیخ، تصور فنا فی اسمِ مُحمَّدؐ اور تصور فنا فی اسمِ اللہ ذات۔ (شمس العارفین)

- صحی صلاح تنہاں دِی باھُوؒ، جنہاں الف تے میم پکایا ھُو (بیت 161)

مفہوم: اصل دین تو تصورِ اسمِ اللہ ذات اور تصورِ اسمِ مُحمَّدؐ سے حاصل ہوتا ہے اور وہی صراطِ مستقیم پر ہیں جنہوں نے الف اور میم کا راز لیا۔

اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحمَّدؐ کے منکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اسمِ اللہ ذات اور اس کے ذکر سے منع کرنے والا دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ منافق و کافر ہوتا ہے یا حاسد و متکبر۔ (عین الفقر)
- جو اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحمَّدؐ کا منکر ہے وہ ابوجہل ثانی ہے یا فرعون۔ (عقلِ بیدار)
- جسے اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحمَّدؐ پر یقین نہیں وہ منافق ہے۔ (محک الفقر کلاں)
- اگر کوئی تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآنِ پاک اور دیگر عبادات میں مصروف رہے یا عالم و معلم بن کر اہلِ فضیلت میں سے ہو جائے مگر اسمِ اللہ اور اسمِ مُحمَّدؐ سے بے خبر ہے اور ان اسما مبارک کا ذکر نہ کرے تو اس کی زندگی بھر کی عبادت ضائع اور برباد ہو گئی اور اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ (عین الفقر)

معلوم ہوا کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحمَّدؐ ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس سے ہٹانے کے لیے شیطان نے قسم کھا رکھی ہے اور ذکرِ اسمِ اللہ ذات سے روکنے کے لیے وہ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیماتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات تمام اعمالِ صالحہ کا مرکز و محور ہے اور تمام اعمالِ صالحہ کا خلاصہ اور مغز ہے۔ ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات اور اسمِ مُحمَّدؐ سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ، اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس کا اخلاق پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال اور مشاہدۂ حق کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوار میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے۔ اس طرح وہ واصل باللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ یا فنا فی ھُو کا مرتبہ پا کر فقیرِ کامل بن جاتا ہے۔

مرشد کامل اکمل

مرشدِ کامل اکمل کے بغیر ساری زندگی ظاہری عبادات تو بہت دور کی بات ہے ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے بھی باطن کا قفل نہیں کھلتا اور منزل حاصل نہیں ہوتی۔ راہِ فقر میں مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی بہت ضروری ہے مرشد کامل بھی ایسا جو امانتِ الٰہیہ کا حامل ہو اور خلافتِ الٰہیہ پر فائز ہو۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب و وصال کی راہ چونکہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لیے شریعت کے دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت طالبِ مولیٰ کی گھات لگا کر بیٹھا ہے۔ اوّل تو وہ کسی آدم زاد کو شریعت کے دروازے تک آنے ہی نہیں دیتا، اگر کوئی باہمت آدمی شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کے دروازہ تک پہنچ جاتا ہے تو شیطانی گروہ اسے شریعت کی چوکھٹ پر روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے شریعت کی ظاہری زیب و زینت کے نظاروں میں محو رکھتا ہے۔ وہ شریعت کی روح تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا اور آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ جو لوگ شریعت پر کاربند ہیں وہ اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اگر کوئی خوش قسمت طالبِ مولیٰ ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے اور اس کی راہ مارنے کا ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ طالبِ مولیٰ جب شریعت کے دروازہ سے گزر کر باطن کی نگری میں داخل ہوتا ہے تو اسے رجوعاتِ خلق (خلقت اپنی دنیاوی مشکلات کے خاتمہ کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی ہے) کے نہایت ہی وسیع و دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس موقع پر طالبِ مولیٰ کو اگر کسی مرشد کامل اکمل کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جنگل میں بھٹک کر باطنی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح شریعت کا علم استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اسی طرح باطنی علم کا حصول مرشد کامل اکمل کی رفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ مرشد کی تلقین اور نگاہ ہی ایسا کیمیا ہے جو طالب کے وجود کی کثافت دور کر کے اسے روشن ضمیری کے قابل بناتی ہے۔ تعلیم کیا ہے؟ اور تلقین کیا ہے؟ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے جبکہ تلقین سے دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- مرشد کامل کسے کہتے ہیں اور مرشد کن خواص اور صفات کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد کس طرح طالبِ مولیٰ کو راہِ سلوک پر چلا کر توحید میں غرق کرتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری سے مشرف کراتا ہے؟ مرشد سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ کس مقام، منزل اور مرتبہ کا حامل ہوتا ہے؟ مرشد صاحبِ تصرف فنا فی اللہ بقا باللہ فقیر ہوتا ہے۔ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ لَا يُحْتَاجُ ترجمہ: ''(دلوں کو) زندہ کرنے والا اور (نفس کو) مارنے والا ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔'' مرشد پارس کے پتھر کی طرح ہوتا ہے۔ مرشد کسوٹی کی طرح ہے۔ اسکی نظر سورج کی طرح (فیض بخش) ہے جو بد خصائل کو (نیک عادات سے) تبدیل کر دیتی ہے۔ مرشد رنگریز کی طرح ہے۔ مرشد تنبولی کی طرح باخبر

ہوتا ہے جو پان کے پتوں (کی خصوصیات) سے آگاہ ہوتا ہے (اسی طرح مرشد بھی اپنے مریدوں کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہوتا ہے)۔

✤ آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورتِ طلا شد

ترجمہ: لوہا جو پارس کو چھُو جائے فوراً سونا بن جاتا ہے۔

مرشد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح صاحبِ خلق ہوتا ہے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان، اللہ کی راہ میں ہدایت دینے والا بہترین راہنما، (معرفتِ الٰہی کا) خزانہ عطا کرنے والا جیسے کہ بیش قیمت لعل اور ہیروں کی کان، کرم کی موج جیسے موتیوں کا دریا، ہر منزل کا ایسا منزل کشا جیسے کہ ہر تالے کو کھولنے والی چابی، دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے نیاز اور بے طمع، طالبانِ مولیٰ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والا، درویشوں کی طرح (مال و متاعِ دنیا سے) بالکل مفلس۔ مرشد مردے کو غسل دینے والے کی طرح ہوتا ہے اور ایسے مردہ طالبِ مولیٰ کی تلاش میں رہتا ہے جو (نفس کی موت کے بعد) مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام پر پہنچ چکا ہو، اس کا جسم مردہ اور دل زندہ ہو چکا ہو اور وہ راہِ فقر میں فاقہ کشی (یعنی صبر و محنت) کرنے والا ہو نہ کہ نالائق طالب جو اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مرشد کمہار کی طرح ہے، کمہار مٹی کے ساتھ جو چاہے کرتا ہے لیکن مٹی اس کے سامنے دم نہیں مارتی۔

✤ گِل را چہ مجال است کہ گوید بکلال از بہر چہ سازی و چرا می شکنی

ترجمہ: مٹی کی کیا مجال کہ وہ کمہار سے پوچھے کہ وہ اسے کیوں توڑتا ہے اور اس سے کیا بناتا ہے؟

مرشد اللہ کا دیدار بین اور طالب صادق الیقین ہونا چاہیے۔ مرشد رفیق کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❂ اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ پر چلو۔

✤ باھُوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر بگیر ہر کہ نظرش زر کند آن بینظیر

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے مرشد پیسہ لوٹنے والے ہیں۔ ایک ہی نظر سے سونا بنانے والے مرشد نایاب ہیں۔

✤ باھُوؒ! مرشدانِ این زمانہ زر پرست و زن پرست زن پرست و زر پرست و دل سیاہ و خود پرست

ترجمہ: اے باھُوؒ! اس زمانہ کے مرشد مال و دولت اور عورتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ زن پرست، زر پرست اور خود پرست ہیں اس لیے ان کے دِل سیاہ ہیں۔

✤ باھُوؒ! مرشدانِ واصلانِ حق عشق سوز ہر ساعتی ہر دم بسوزد شب بروز

ترجمہ: اے باھُوؒ! اللہ تعالیٰ سے واصل مرشد دن رات ہر لحہ اور ہر سانس عشق میں جلتے رہتے ہیں۔

سن! آدمی کا وجود دودھ کی طرح ہے۔ دودھ میں دہی، لسّی، مکھن اور گھی بھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی کے وجود میں نفس، قلب، روح اور سِرّ اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح عورت دودھ میں مناسب مقدار میں دہی ملاتی ہے، پھر یہ دودھ ساری رات

جم کر دہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر جب اس دہی کو بلویا جاتا ہے تو اس پر مکھن آجاتا ہے، مکھن الگ ہو جاتا ہے اور لسی الگ ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس مکھن کو آگ پر رکھا جائے تو آگ کی تپش سے اس میں موجود کثافت الگ ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی میل سے پاک خالص گھی تیار ہو جاتا ہے۔ پس مرشد کو عورت سے کمتر نہیں ہونا چاہیے، جس طرح عورت دودھ کے کام کو انتہا تک پہنچاتی ہے بالکل اسی طرح مرشد طالبِ مولیٰ کو اس کے وجود میں مقامِ نفس، مقامِ قلب، مقامِ روح، مقامِ سرّ، مقامِ توفیقِ الٰہی، مقامِ علمِ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو الگ الگ کر کے دِکھا دیتا ہے۔ وہ طالبِ مولیٰ کو مقامِ خنّاس، خرطوم، شیطان، حرص، حسد اور کبر بھی اسی طرح الگ الگ کر کے دکھاتا ہے جس طرح قصاب بکرے کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتا ہے پھر اس کی ہر رگ اور بوٹی کو الگ کر دیتا ہے اور اس کے گوشت سے آلائشوں کو نکال پھینکتا ہے۔ مرشد کامل مکمل کو اسی طرح ہونا چاہیے (کہ طالب مولیٰ کے وجود سے غیر ماسویٰ اللہ کو جدا کر دے) ورنہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ (عین الفقر)

❖ مرشد بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحبِ نظر اور دوسرے صاحبِ زر۔ مرشد فصلی سالی (مرشد ناقص) اور مرشد وصلی لازوالی (مرشد کامل اکمل)۔ (عین الفقر)

❖ مرشد درخت کی طرح ہوتا ہے جو موسم کی سردی اور گرمی خود برداشت کرتا ہے مگر اپنے زیرِ سایہ بیٹھنے والے کو سکون اور آرام مہیا کرتا ہے۔ مرشد کو دین کا دوست اور دنیا کا دشمن ہونا چاہیے جبکہ طالبِ مولیٰ کو صاحبِ یقین ہونا چاہیے جو مرشد پر مال اور جان قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرے۔ مرشد کو نبی اللہ کی مثل ہونا چاہیے اور طالبِ مولیٰ کو ولی اللہ کی مثل ہونا چاہیے۔ (عین الفقر)

❖ (مرشد کامل کی) وسیلت (علم کی) فضیلت سے بہتر ہے کیونکہ گناہ کرتے وقت علمِ فضیلت (گناہ کرنے والے کو) روک نہیں سکتا جبکہ وسیلت بندے کو گناہ کرنے سے پہلے روک دیتی ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور مرشد حضرت یعقوب علیہ السلام (کی وسیلت) نے ہی زلیخا سے بچایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❖ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: مرشد اپنی قوم میں یوں ہوتا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔ (عین الفقر)

❖ عارف (مرشد) تین قسم کے ہوتے ہیں۔ عارفِ دنیا، عارفِ عقبیٰ اور عارفِ مولیٰ۔ عارفِ دنیا مال و دولت اور رجوعاتِ خلق کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اپنے مریدوں کی ہڈیاں تک بیچ کھاتا ہے اور خانقاہیں تعمیر کرنے، کشف و کرامات دکھانے، زمین و آسمان کی سیر کرنے اور بادشاہِ وقت کے قرب اور ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یہ تمام مراتبِ مخنّث ہیں۔ عارفِ دنیا مرشدِ مخنث ہوتا ہے اور اس کے طالب بھی مخنّث ہوتے ہیں۔ دوسرے عارفِ عقبیٰ ہیں۔ یہ زاہد، عابد، عالم، متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں جو دوزخ کے خوف سے سہمے رہتے ہیں اور جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ مؤنث ہے اور ان کے طالب بھی مؤنث ہیں۔

❖ زاہدا! از بیم دوزخ چند ترسانی مرا آتشی دارم کہ دوزخ نزدِ آن خاکستر است

ترجمہ: اے زاہد! تو دوزخ کی آگ سے مجھے کیوں ڈرا رہا ہے؟ میرے اندر تو وہ آگ ہے کہ دوزخ اس کے نزدیک آتے ہی جل کر خاک ہو

جائے۔

تیسرے عارفِ مولیٰ، توحید میں غرق عارف باللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر، دنیا اور عقبیٰ سے دور، اللہ تعالیٰ کی ذات میں مگن اور مسرور رہتے ہیں۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

- پس مرشد کسے کہتے ہیں؟
- **یُحْیِی الْقَلْبَ وَ یُمِیْتُ النَّفْسِ**

ترجمہ: قلب کو زندہ اور نفس کو مارنے والا۔

جب وہ طالب پر جذب اور غضب کرتا ہے تو قلب کو زندہ کر کے نفس کو مار دیتا ہے۔

مرشد وہ ہے جو فقر کی انتہا تک پہنچا ہو اور جس نے خود پر غیر ما سویٰ اللہ کو حرام کر رکھا ہو، ازل سے ابد تک احرام باندھے اللہ تعالیٰ کا بے حجاب دیدار کرنے والا حاجی ہو۔ (عین الفقر)

- مرشد طبیب کی طرح ہے اور طالب مریض کی مثل ہے۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اُسے کڑوی اور میٹھی دوائیاں دیتا ہے۔ مریض کو چاہیے کہ وہ انہیں کھائے تاکہ صحت یاب ہو جائے۔ (عین الفقر)

مرشد کامل اکمل کی نشانی کیا ہے؟ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- مرشدِ کامل پہلے دن ہی طالبِ مولیٰ کو اسمِ اللّٰہ ذات تحریر کر کے دے دیتا ہے۔ (کلید جنت)

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسم اللّٰہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور اور دیدارِ الٰہی بھی عطا کرے۔ حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- جو مرشد طالبِ صادق کو پہلے ہی روز دیدارِ الٰہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین وارشاد کے لائق نہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)
- جان لو کہ بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پہاڑ، دیوار یا میلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے جیسا باریک حجاب ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصور اسمِ اللّٰہ ذات اور صاحبِ راز مرشد کامل کی نگاہ سے توڑنا بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو خدا بے نیاز ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- مرشدِ کامل کے بغیر اگر کوئی ساری عمر ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا رہے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بغیر پیر و مرشد کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مرشد باطن کی راہ کے تمام مقامات و منازل سے آگاہ ہوتا ہے اور ہر مشکل کا مشکل کشا ہوتا ہے۔ مرشد کامل توفیقِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیقِ الٰہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ مرشد جہاز کے تجربہ کار اور باخبر جہاز ران کی مانند ہوتا ہے جسے راستے میں آنے والی تمام آفات اور مشکلات (اور ان کے حل) کا علم ہوتا ہے۔ اگر بحری جہاز پر تجربہ کار جہاز ران نہ ہو تو جہاز ڈوب کر غرق ہو جاتا ہے۔ مرشد خود ہی جہاز ہے اور خود ہی جہاز ران ہے فَهِمَ مَنْ فَهِمَ (جو سمجھ گیا سو سمجھ گیا)۔ (عین الفقر)

- دانا بن اور جان لے! اللہ تعالیٰ صاحبِ راز (مرشد کامل اکمل) کے سینہ میں ہے۔ (عین الفقر)
- قدرتِ توحید کا دریائے وحدت مومن کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال کا طالب ہے اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل مکمل کی طلب کرے کیونکہ مرشدِ کامل مکمل دل کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ اسم اللہ کے ذکر اور تصور کی تاثیر سے فقیر کا وجود پُرنور ہوتا ہے۔ جو کوئی دل کا محرم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ (عین الفقر)
- مرشد کامل تصور اسم اللہ ذات اور علم حق سے طالب کو معرفت و دیدار کا سبق پڑھاتا ہے اور باطل دنیا جیفہ مردار سے بیزار کر دیتا ہے حتیٰ کہ طالب دنیا سے ہزار بار استغفار کرتا ہے۔ کامل مرشد وہ ہے جو تصور اسم اللہ ذات سے معرفت و دیدار کو منکشف کرتا ہے اور پھر اسم اللہ ذات میں ہی لوٹ آتا ہے کہ ابتدا و انتہا کا کوئی مرتبہ اسم اللہ ذات سے باہر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- کامل مُرشد ایسا ہووے، جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ھُو (بیت 154)
نال نگاہ دے پاک کریندا، وِچ سَجّی صبون نہ گھتے ھُو
- مرشد وانگ سنارے ہووے، جیہڑا گھت کُٹھالی گالے ھُو (بیت 166)
پا کُٹھالی باہر کڈھے، بُندے گھڑے یا وَالے ھُو
- باجھوں مُرشد کُجھ نہ حاصل، توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ھُو (بیت 61)
- سَبھے مُراداں حاصل ہویاں باھُوؒ، جداں مُرشد نظر مہر دِی تکّی ھُو (بیت 71)
- میں تاں بُھلی ویندی ساں باھُوؒ، مینوں مُرشد راہ وکھایا ھُو (بیت 48)
- میں قربان اس مُرشد باھُوؒ، جس دَسیّا بھیت اِلٰہی ھُو (بیت 139)
- مرشد باجھوں فقر کماوے، وِچ کفر دے بُڈے ھُو (بیت 173)
- سَبھے مطلب حاصل ہوندے باھُوؒ، جد پیر نظر اِک تکّے ھُو (بیت 105)
- صحیح سلامت چڑھ پار گئے اوہ باھُوؒ، جنہاں مُرشد دا لڑ پھڑیا ھُو (بیت 182)
- جد دا مرشد پھڑیا باھُوؒ، چُھٹے کُل عذابے ھُو (بیت 180)
- کامل مرشد ملیا باھُوؒ، اُوہ آپے لیسی ساراں ھُو (بیت 18)

عشقِ حقیقی

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۃ البقرۃ۔165)

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اللہ کے لئے ان کی محبت بہت شدید ہے۔

انسان کو بہت سے رشتوں اور اشیا سے محبت ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت، ماں، باپ، بیوی، بچے، بہن، بھائی، رشتہ دار، دوست، گھر، زمین، جائیداد، شہر، قبیلہ، برادری، خاندان، ملک اور کاروبار وغیرہ سے محبت۔ جس محبت میں شدت اور جنون پیدا ہو جائے اور وہ باقی تمام محبتوں پر غالب آجائے اسے عشق کہتے ہیں۔ عشق باقی تمام محبتوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور ہر محبت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِرشادِ مبارک ہے:

✦ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بخاری 15)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

✦ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان 168)

ترجمہ: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل وعیال، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اللہ اور اس کے محبوب رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شدید محبت کو اللہ نے مومنین کی صفت قرار دیا ہے اور عشق کا خمیر انسان کی روح میں شامل ہے۔

کائنات کی ابتدا عشق ہے اور انسان کی تخلیق بھی عشق کے لیے ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ مبارک سے جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا جوہرِ خاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصے میں آیا۔

دیدارِ حق تعالیٰ کے لیے طالب کے دل میں جذبۂ عشق کا پیدا ہونا لازم ہے۔ دراصل روح اور اللہ کا رشتہ ہی عشق کا ہے۔ بغیر عشق نہ تو روح بیدار ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ کا دیدار پا سکتی ہے۔ عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے۔ جیسے جیسے ذکر وتصور اسمِ اللہ ذات، مشق مرقومِ وجودیہ اور مرشد کی توجّہ سے یہ روح کے اندر بیدار ہونا شروع ہوتا ہے ویسے ویسے روح کی اللہ کے لیے تڑپ اور کشش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

فقرائے کاملین نے عشق کو دیدارِ حق کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ عشق کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ عشقِ حقیقی ہی بارگاہِ ربّ العالمین میں باریابی دلاتا ہے۔ عشق ہی انسان کو ''شہ رگ'' کی روحانی راہ پر گامزن کر کے آگے لے جانے والا ہے۔ یہی اس راہ سے شناسا کراتا ہے۔ یہی روح کے اندر وصالِ محبوب کی تڑپ کا شعلہ بھڑکاتا ہے۔ یہی اسے دن رات بے چین و بے قرار رکھتا ہے، آتشِ ہجر تیز کرتا ہے اور یہی دیدارِ حق کا ذریعہ بنتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ عشق ایک ایسا لطیفہ ہے جو غیب سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور معشوق (کے دیدار) کے سوا کسی بھی چیز سے قرار نہیں پاتا۔ (محکم الفقرا)

- جان لے کہ عشق کا ذکر بلندئ پرواز ہے۔ مکھی اگرچہ ہاتھ ملے، سر مارے، ہزار دفعہ اڑانیں بھرے، پروازِ شہباز کے مقام اور مراتب تک نہیں پہنچ سکتی۔ زاہد خواہ جتنی بھی ریاضت کر لے صاحبِ راز نہیں بن سکتا۔ جان لے کہ عشق کے متعلق کسی مدرسے کا امام نہیں بتا سکتا کیوں کہ عشق بارِ گراں ہے۔ عشق کی روایت تمام جہانوں سے بیگانگی ہے۔ جان لے کہ عاشق موت کا طالب ہوتا ہے کیونکہ موت اسے اس کے مقامِ لامکان تک پہنچا دیتی ہے۔ عاشق کی موت کا مطلب وصل ہے۔ (عین الفقر)
- جان لو کہ فقیر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک سالک دوسرے عاشق۔ سالک صاحبِ ریاضت و مجاہدہ ہوتا ہے اور عاشق صاحبِ راز و مشاہدہ۔ سالک کی انتہا عاشق کی ابتدا ہے کیونکہ عاشق کا کھانا مجاہدہ اور خواب مشاہدہ ہوتا ہے۔ (محکم الفقرا)
- عشق سنار کی طرح ہے جو کھوٹے کو کھوٹا اور کھرے کو کھرا ظاہر کر دیتا ہے۔ (عین الفقر)
- اے زاہد! بہشت کے مزدور سن! عاشقوں کا کھانا سراسر نور، ان کا پیٹ مثلِ آتشِ تنور اور ان کی نیند وصالِ حضور ہے۔ (محکم الفقرا)

حقیقی عاشق کی پہچان آپؒ نے یہ بیان فرمائی ہے:

- باھُوؒ عاشقانرا راز این است ذکرِ ھُو گوید دوام　　　دم بدم ذکر ھُو گوید کارِ آں گردد تمام

ترجمہ: اے باھُوؒ! عاشقوں کا یہی راز ہے کہ وہ ہمیشہ ذکرِ ھُو کرتے رہتے ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ ھُو کا ذکر کرنے سے ہی ان کا ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔ (عین الفقر)

- جان لے کہ فقیر کے دو مراتب ہیں، ابتدا میں عاشق ہوتا ہے اور انتہا پر معشوق۔ پس عاشق کی ریاضت دیدارِ الٰہی ہے، ورد و وظائف ذکر فکر اس کے لیے مردار ہیں۔ عاشق کو نیک و بد اور طلب و مطالب سے کیا سروکار؟ (نور الہدیٰ کلاں)

عشق کی انتہا یہ ہے کہ عاشق عشق کرتے کرتے معشوق بن جاتا ہے اور معشوق عاشق بن جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ 'نور الہدیٰ کلاں' میں فرماتے ہیں:

- مرتبہ فقر مرتبہ معشوق ہے۔ معشوق جو بھی چاہتا ہے عاشق اسے عطا کر دیتا ہے بلکہ معشوق کے دل سے جو بھی خیال گزرتا ہے عاشق اس سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنی نگاہ سے ہی اسے تمام مطالب سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق عشق وہ روحانی جذبہ ہے جو مخلوق کو خالق سے ملا دیتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جسکی بنا پر انسان اپنی نفسانی کدورتوں، شیطانی وہمات اور کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور عشقِ حقیقی (اللہ تعالیٰ سے عشق) کی ابتدا عشقِ مجازی (مرشد سے عشق) سے ہوتی ہے۔

تمام دنیاوی علوم کی بنیاد عقل و خرد پر ہے۔ سب علوم عقل ہی کی بدولت حاصل کیے جاتے ہیں اور بدلے میں عقل و خرد میں اضافہ بھی کرتے ہیں۔ انسانی عقل اور اس کا علم محدود ہے۔ عقل اور اس کی بنا پر حاصل کردہ علم ہمیں زمان و مکان کی حدود سے باہر نہیں لے جا سکتے لہٰذا عقل اور علم کی بنا پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب ہم علم اور عقل کی حدود پار کر کے عشق کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو عشق تمام حدود پار

کروا کے ہمیں ''لامکان'' تک پہنچا دیتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- علم اور عقل عشقِ الٰہی کی راہ کی بڑی کمزوری ہے۔ عشقِ الٰہی میں وہ لُطف وسرور ہے کہ اگر کسی جید عالم کو اس کا ذرا سا مزہ مل جائے تو وہ تمام علمیت بھول کر عشقِ الٰہی میں گُم ہو جائے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا ایک امتیاز یہ ہے کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ دوسرے صوفیا کی طرح اپنے کلام ابیاتِ باھُوؒ میں عشقِ حقیقی کے اظہار کے لیے مجاز کا سہارا نہیں لیتے بلکہ سیدھے اور سادہ انداز میں عشقِ حقیقی کی بات کرتے ہیں جو کسی دوسرے عارفانہ کلام میں موجود نہیں۔ ابیاتِ باھُوؒ میں زیادہ تر ابیات عشقِ حقیقی پر ہیں کیونکہ یہی فقر اور معرفتِ الٰہی کی بنیاد ہے۔

ردیف ''ع'' میں تمام ابیات عشقِ حقیقی کے موضوع پر ہیں ان کا مطالعہ حرف ''ع'' میں فرمائیں:

- تدوں فقیر شتابی بندا، جد جان عشق وِچ ہارے ھُو (بیت47)
- ثابت عشق تنہاں نوں لدھا، جنہاں ترّٹی چوڑ چا کیتی ھُو (بیت51)
- جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا، سو دِل درد نہ پھُٹی ھُو (بیت56)
- جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا، اوہ کُھسرے مرد زنانے ھُو (بیت57)
- جنہاں عشق حقیقی پایا، مونہوں نہ کُجھ الاوَن ھُو (بیت63)
- رات اندھیری کالی دے وِچ، عشق چراغ جلاندا ھُو (بیت100)
- غوث قطب سب اُورے اُوریرے، عاشق جان اگیرے ھُو (بیت142)
- جیں دِل عشق خرید نہ کیتا باھُوؒ، دُوہاں جہانوں خالی ھُو (بیت127)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی شاید ہی کوئی تصنیف ایسی ہو جس میں ''مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ راہِ حق میں یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں طالبِ مولیٰ باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی تربیت فرماتے ہیں اور باطن میں اسے معرفتِ الٰہیہ کے مراتب طے کراتے ہیں۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ دائمی حیات النبیؐ کے سختی سے قائل ہیں اور جو اس کا منکر ہو اسے مردود اور منافق بتاتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندوں کی طرح اس جہاں میں متصرف ہیں۔

✤ پس ہر وہ شخص مومن، مسلمان یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حیات ہی نہیں مانتا۔ وہ جو کوئی بھی ہے جھوٹا، بے دین، منافق اور کذاب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْکَذَّابُ لَا اُمَّتِیْ

ترجمہ: کذاب میرا امتی نہیں ہو سکتا۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جسے حیات النبیؐ پر اعتبار نہیں وہ دونوں جہان میں خوار ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دل مردہ ہو اور اس کا سرمایۂ ایمان ویقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جو شخص اخلاص اور یقین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع لشکرِ صحابہؓ، امام حسنؓ وامام حسینؓ تشریف لا کر ظاہری آنکھوں سے زیارت کراتے اور مدد فرماتے ہیں۔ (عقلِ بیدار)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

اس عبارت کی شرح اس طرح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے لئے اسم اللہ ذات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اور اسم محمدؐ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک تھی۔ موجودہ زمانے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ تک رسائی کا طریقہ صرف اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کا تصور ہے بشرطیکہ یہ وہاں سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ یہ بات طالب کو اسمِ اللہ ذات یا اسمِ محمدؐ کے تصور کے پہلے دن ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس نے جہاں سے اسمِ اللہ ذات یا اسمِ محمدؐ حاصل کیا ہے وہ مرشدِ کامل ہی کی بارگاہ ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ شد مطالب دیدن رو مصطفیؐ شد حضوری غرق فی اللہ باخدا

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک کے دیدار سے تمام مطالب حاصل ہوتے ہیں اور غرق فنافی اللہ کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ ہر کرا از دل کشاید چشم نور شد حضوری مصطفیؐ رست از غرور

ترجمہ: جس کے دل کی نوری آنکھ کھل جاتی ہے وہ غرور سے نجات حاصل کر کے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

ورد و وظائف اور اعمالِ ظاہر سے طالب اللہ باطن میں کبھی بھی مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری تک نہیں پہنچ سکتا خواہ عمر بھر ریاضت کرتا رہے کہ راہِ باطن صرف صاحب باطن مرشدِ کامل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

✤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس مبارک میں نفسِ امارہ اور شیطان لعین داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ اسمِ اللہ ذات اور اسم محمدؐ کے حاضرات کی راہ ہے۔ اس سے ازل، ابد، دنیا، حشر، قیامت گاہ، حضوری، قربِ الٰہی، دوزخ، بہشت اور حور وقصور کا تماشا دکھائی دیتا ہے۔ (عقلِ بیدار)

ابیات میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

✤ جنہاں مجلس نال نبیؐ دے باھُوؒ، سوئی صاحب راز نیازاں ھُو (بیت104)

دیدارِ الٰہی

فقر دیدارِ الٰہی کا علم ہے اور راہِ فقر کے راہی کا سب سے بڑا انعام دیدارِ حق تعالیٰ ہے۔ اس مقام تک پہنچنے والے کو عام اصطلاح میں عارف کہا جاتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتا ہے یعنی وہ علم الیقین کا نہیں بلکہ حق الیقین کا حامل ہوتا ہے۔

دیدارِ الٰہی یا مشاہدۂ حق تعالیٰ کے لیے عربی میں دو الفاظ ''لقاءِ الٰہی'' اور ''رویئتِ حق تعالیٰ'' استعمال ہوتے ہیں۔ لقا کے لغوی معنی دیدار، چہرہ، صورت، شکل اور ملاقات کے جبکہ رویئت کے لغوی معنی دیدار، نظارہ اور صورت کا نظر آنا کے ہیں۔ اب علما کرام اِن الفاظ کا ترجمہ کرتے وقت اپنی اپنی صوابدید کے مطابق معانی کا استعمال کرتے ہیں لیکن عارفین اور فقرا کے ہاں لقا سے مراد دیدار ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ پہچان اور معرفت دیدار کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا دیدارِ الٰہی ہی اصل میں اللہ کی پہچان اور معرفت کی بنیاد ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو عارفین یعنی فقرا کو عطا کی جاتی ہے۔ لذّتِ دیدار سے بہتر کوئی لذّت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نورِ بصارت سے نہیں نورِ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے۔

سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:

✤ جو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے بغیر اس کی عبادت کا دعویٰ کرتا ہے وہ ریا کار ہے۔ (سرّ الاسرار)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی ہے کہ اس کی پہچان ہو۔ اس کے حسنِ جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ روزِ الست عشق کی یہ بھاری امانت پوری کائنات میں صرف انسان نے ہی اٹھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اتنی مہربانی اور شفقت فرمائی کہ عالمِ خلق میں جب بھی وہ اس ''عہد'' کو بھولنے لگا تو انبیا کرام کی صورت میں اُسے ہادی اور راہنما عطا فرما دیئے جو نہ صرف اس عہد کو یاد کراتے رہے بلکہ ''عشق کے امتحان'' میں کامیابی کی تیاری بھی کرواتے رہے۔ جب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ جن کے لئے یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے، مبعوث ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو عشق کا بھولا ہوا سبق یاد کرایا اور قرآنِ مجید اور سنت مبارکہ کی صورت میں ایک ضابطۂ حیات نوعِ انسانی کو دیا۔

قرآنِ مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے:

- یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ O (سورۃ الانشقاق۔6)

ترجمہ: اے انسان! تو اللہ کی طرف کوشش کرنے والا اور اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔

پھراس کی ترغیب فرمائی:

- فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ (سورۃ الذّٰریٰت۔50)

ترجمہ: پس دوڑو اللہ کی طرف۔

پھر مزید مہربانی فرمائی کہ تمہارا ربّ بھی تمہارا منتظر ہے۔

- اَتَصْبِرُوْنَ ج وَکَانَ رَبُّکَ بَصِیْرًا O (سورۃ الفرقان۔20)

ترجمہ: آیا تم صبر کیے بیٹھے ہو؟ (اور اللہ کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہو؟) حالانکہ تمہارا ربّ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے (تمہارا منتظر ہے)۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہماری طرف آنے کے راستے پالیتے ہیں۔

- وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (سورۃ العنکبوت۔69)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔

پھر لقاءِ الٰہی تک پہنچنے کا طریقہ بھی بتا دیا:

- فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (سورۃ الکہف۔110)

ترجمہ: جو شخص اپنے ربّ کا لقا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اعمالِ صالحہ اختیار کرے۔

اور جو لوگ دیدارِ الٰہی کی خواہش اور کوشش نہیں کرتے ان کے بارے میں وعید فرمائی:

- اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِھَا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ O اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ O (سورۃ یونس۔7،8)

ترجمہ: بے شک جو لوگ لقاءِ الٰہی (دیدار) کی خواہش نہیں کرتے اور دنیا کی زندگی کو پسند کرکے اس پر مطمئن ہو گئے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو بیٹھے، انہیں ان کی کمائی سمیت جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

دیدارِ الٰہی سے انکاری لوگوں کے انجام سے بھی آگاہی فرما دی:

- اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ وَلِقَآئِہٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا O (سورۃ الکہف۔105)

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے ربّ کی نشانیوں اور اس کے لقا (دیدارِ الٰہی) کا انکار کیا ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی تول قائم نہ کریں گے (یعنی بغیر حساب کے انہیں جہنم رسید کیا جائے گا)۔

- قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ (سورۃ الانعام۔31)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے لقاءِ الٰہی (دیدار) کو جھٹلایا۔

◆ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ○ (سورۃ حٰمٓ السجدہ۔54)

ترجمہ: خوب یاد رکھو وہ اپنے ربّ کے لقا (دیدار) پر شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور یاد رکھو بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

◆ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (سورۃ بنی اسرائیل۔72)

ترجمہ: اور جو شخص اس دنیا میں (لقاءِ الٰہی سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (دیدارِ الٰہی کرنے سے) اندھا رہے گا۔

اللہ نے اپنا ٹھکانہ بھی بتا دیا:

◆ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (سورۃ الذّٰریٰت۔21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

◆ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ۔115)

ترجمہ: اور مشرق و مغرب اللہ کے لئے ہے لہٰذا تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر آئے گا۔

باطن میں دیدارِ الٰہی بڑا اعلیٰ وارفع مقام ہے یہ وہ نعمت ہے جو عارفین کو عطا کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عبادت کرنا عارف کا مقام ہے لذتِ دیدار سے بہتر کوئی لذت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار نورِ بصارت سے نہیں نورِ بصیرت سے ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیماتِ فقر کا مرکز و محور ہی دیدارِ حق تعالیٰ ہے۔

دیدارِ الٰہی کے تین طریقے

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ قرآن و حدیث کی رو سے دیدارِ الٰہی کے ان مراتب کو پانا تین طریقوں سے روا ہے۔ اوّل، خواب میں اللہ کا دیدار کرنا۔ ایسے خوابوں کو نوری خواب کہا جاتا ہے جو اللہ کے بےحجاب دیدار کے لیے خلوت خانہ کی مثل ہوتے ہیں اور ان میں طالب مشاہدۂ دیدار و حضوریٔ پروردگار میں غرق ہوتا ہے۔ دوم مراقبے میں دیدارِ الٰہی کرنا، یہ مراقبہ موت کی مثل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ تیسرا عین خدا کو اس طرح دیکھنا کہ طالب کا جسم اس جہان میں اور جان (روح) لاھوت لامکان میں ہوتی ہے۔ یہ تینوں مراتبِ عظیم مرشد کامل کے فیض و فضل سے حاصل ہوتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ اسمِ اللہ رہبر است ہمراہ تو جز لقا دیگر مبیں دیگر مجو

ترجمہ: اسم اللہ ذات تیرا رہبر ہے اور تیرے ہمراہ ہے اس لیے تو دیدارِ الٰہی کے علاوہ نہ کسی اور کی طلب کر نہ کسی جانب نگاہ کر۔ (نور الہدیٰ کلاں)

دیدارِ الٰہی کا منکر

دیدارِ الٰہی کے منکر کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ ہر کہ منکر از خدا دیدار شد　　اُمتِ نبویؐ نباشد خوار شد

ترجمہ: جو دیدارِ الٰہی کا انکار کرتا ہے وہ اُمتِ محمدی میں سے نہیں بلکہ اہلِ خوار میں سے ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے کا ذریعہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ دیدارِ الٰہی حاصل کرنا اور واصل باللہ ہونا کون سے علم اور کس چیز کے ذریعہ ممکن ہے؟ وہ محض فنا فی اللہ، مشاہدۂ نور اور قربِ حضوری کا علم ہے جو عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ یہ علم اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اسمِ اللہ ذات سے معرفت کا سبق پڑھ لیتا ہے، وہ ہمارا جان سے زیادہ پیارا بھائی ہے۔

✤ نقش شد وسیلہ از برائی نقاش بین　　نقش نقاشی یکی شد بالیقین

ترجمہ: نقشِ اسمِ اللہ ذات نقاش یعنی اللہ کے دیدار کا وسیلہ ہے۔ جب نقش اور نقاش ایک ہو جاتے ہیں تو طالب بالیقین بن جاتا ہے۔

یقین کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے جو حضوری سے مشرف کر کے بارگاہِ الٰہی تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر جاننا چاہتا ہے تو جان لے کہ تیرے وجود میں وحدانیتِ الٰہی یوں موجود ہے جیسے مغز پستے میں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ ہر کہ می بیند نمیگوید منم　　نیست آنجا جسم اسم و نی تنم

ترجمہ: جو اللہ کو دیکھ لیتا ہے وہ اپنے وجود کی بات نہیں کرتا۔ اس مقام پر پہنچ کر نہ میرا جسم و اسم رہا اور نہ ہی تن۔ (نور الہدیٰ کلاں)

✤ گر نبودی این مراتب اولیا　　کس نیاوردہ برو دیدن لقا

ترجمہ: اگر اولیا اللہ کو (دیدار کے) یہ مراتب حاصل نہ ہوتے تو کوئی بھی دیدارِ الٰہی کی راہ اختیار نہ کرتا۔ (نور الہدیٰ کلاں)

آپ رحمتہ اللہ علیہ اعلان فرما رہے ہیں:

✤ اگر تُو عاقل ہوشیار ہے تو سن! اگر عارف لائقِ دیدار ہے تو سن! اگر طالبِ دنیا مردار ہے تو سن! اگر عالم فضیلت آثار ہے تو سن! اگر جاہل بدکردار ہے تو سن! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (سورۃ حٰم السجدہ۔46)

ترجمہ: جو کوئی اعمالِ صالحہ اختیار کرتا ہے اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی برائی کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس میں اس کا اپنا ہی خسارہ ہے۔

پس دنیا کفر و شرک، لعنت و بیماری، زحمت و زوال کا باعث ہے، اس سے نجات حاصل کرنا ہی راہِ رحمت ہے کیونکہ دنیاوی خواہشات ہی انسان کو

معرفت اور وصالِ الٰہی سے باز رکھتی ہیں۔ جس طالب کا دل آغاز میں ہی دنیا سے سیر نہیں ہو جاتا اور تمام دنیا کا تصرف اس کے قبضہ میں نہیں آجاتا وہ احمق ہے کہ راہِ فقر و معرفت میں قدم رکھتا ہے۔ طالب پر فرضِ عین ہے کہ وہ سب سے پہلے دنیا و ملکِ سلیمانی پر اختیار و تصرف حاصل کرے اور جیسے ہی اسے یہ تصرف حاصل ہو اسی لمحے اس سے دست بردار ہو کر اپنا رُخ تصورِ دیدار کی جانب موڑ لے اور مرتبۂ دیدار پر پہنچ جائے۔ یہ راہ قیل وقال، گفت وشنید اور مطالعۂ علمِ قال کی نہیں بلکہ مشاہدۂ عین جمال کی راہ ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- جسے مرتبۂ غنایت حاصل ہو جاتا ہے اس پر فقر، معرفت، دیدار، ولایت، ہدایت اور جمعیت کی تمام راہیں کھل جاتی ہیں۔ مرتبۂ سیری اور مرتبۂ غنایت کے بغیر اختیار کیے جانے والا فقر فقرِ مکب (منہ کے بل گرانے والا فقر) کہلاتا ہے جس میں گرسنگی اور روسیاہی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

غنایت سے مراد "استغنا" یعنی دِل کی ہر خواہش سے سیری وطمانیت ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

- خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں   زِرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

دیدارِ الٰہی میں حائل رکاوٹ

دیدارِ الٰہی کی راہ میں حائل رکاوٹ اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

- جان لے کہ طالبِ دیدار اور دیدارِ الٰہی کے درمیان کوئی دیوار یا پہاڑ موجود نہیں بلکہ دیوِ نفس کا حجاب حائل ہے جو پتھر اور دیوار سے زیادہ سخت ہوتا ہے، اسے قتل کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ مرشد کامل اسم اللہ ذات کی تیز تلوار سے سب سے پہلے ابلیس کے مصاحب دیوِ خبیث نفس کو قتل کرتا ہے جس سے بندے اور ربّ کے درمیان نفس کا حجاب ختم ہو جاتا ہے اور طالب بے حجاب دائمی دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل صاحبِ نظر پہلے ہی روز اپنی توجہ سے نفس کا بھاری پردہ اٹھا کر دیدارِ الٰہی سے نواز دیتا ہے۔ جو مرشد طالب کو پہلے ہی روز دیدارِ الٰہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین وارشاد کے لائق نہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

- بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پہاڑ، دیوار یا میلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے جیسا حجاب ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصورِ اسمِ اللہ ذات اور صاحبِ راز مرشد کامل کی نگاہ سے توڑنا بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو خدا بے نیاز ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

دیدارِ الٰہی کہاں سے نصیب ہوتا ہے

اس سلسلہ میں آپؒ فرماتے ہیں:

- دیدارِ الٰہی کے منصب ومراتب کی تحقیق اور قوتِ دیدار کی توفیق صرف قادری (سروری قادری) طالب کو حاصل ہوتی ہے، دیگر کوئی سلسلہ اگر اس کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ لاف زن، جھوٹا اور اہلِ حجاب ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

دیدارِ الٰہی کا شرف

دیدارِ الٰہی کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

به ز هر لذت بود لذتِ لقا لذتی دنیا چه باشد بی بقا

ترجمہ: تمام لذّات سے بہتر لذّتِ دیدار ہے۔ اس کے مقابلہ میں لذتِ دنیا کی کیا وقعت کہ وہ بے بقا ہے۔ (نورالہدیٰ کلاں)

دیدارِ الٰہی کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

بجز دیدارِ حق مردار باشد که عاشق طالبِ دیدار باشد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے دیدار کے سوا ہر چیز مردہ ہے۔ عاشق صرف اور صرف دیدارِ الٰہی کی طلب کرتا ہے۔

آن نور تجلی که بموسیٰؑ کوہِ طور عین عنایت است مرا حق ظهور

ترجمہ: جس نورِ تجلّی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر دیکھا تھا عنایتِ حق تعالیٰ سے وہ تجلّی میری اپنی ہی ذات میں ظاہر ہے۔

دیدارش کی روا باشد که دل بیدار نیست سجده با دیدار سنگ دیوار نیست

ترجمہ: جب تک دِل بیدار نہ ہو اللہ کا دیدار کیسے ہو سکتا ہے۔ سجدۂ دیوار سجدۂ دیدار نہیں ہوتا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نورالہدیٰ کلاں میں فرماتے ہیں:

این مراتب عارفاں را ابتدا روزِ اول شد مشرف با لقا
با تصور اسم الله یافتم اسم الله پیشوا خود ساختم
هر که جسم در اسم پنهاں می نمود معرفت دیدار الله یافت زود
کی روا دارد که دیدن رو خدا می به بینم چون نماید مصطفیٰؐ

ترجمہ: عارفوں کا ابتدائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ پہلے ہی روز دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ میں نے تمام مراتب تصور اسمِ اللہ ذات سے حاصل کیے ہیں کہ میں نے اسے اپنا پیشوا اور رہبر بنالیا ہے۔ جو طالب اپنے جسم کو اسمِ اللہ میں پنہاں کر لیتا ہے وہ بہت جلد معرفت اور دیدارِ الٰہی کو پالیتا ہے۔ کیا خدا کو دیکھا جا سکتا ہے؟ ہاں! مجھے یہ شرف حاصل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود مجھے دیدار کی نعمت عطا فرمائی ہے۔

طالبی دیدار با دیدار بر جز خدا دیگر نه بیند با نظر
هر طرف بینم بیابم حق ز حق با مطالعه دائی دل دم غرق

ترجمہ: طالبِ دیدارِ الٰہی صرف دیدار چاہتا ہے۔ بجز خدا وہ کسی کی طرف ایک نظر بھی نہیں ڈالتا۔ میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں حق ہی حق پاتا ہوں اور دل کے دائمی مطالعہ میں ہر وقت غرق رہتا ہوں۔

- باھُو شوہ تداں لدھیوسے، جداں عشق کیتوسے سُوہاں ھُو (بیت 4)
- باجھ فنا ربّ حاصل ناہیں باھُو، ناں تاثیر جماعتاں ھُو (بیت 26)
- مَرئیے مَرن تھیں اگّے باھُوؒ، تاں ربّ حاصل تھیوے ھُو (بیت 61)
- جنہاں شَوہ الف تھیں پایا، پھول قرآن نہ پڑھدے ھُو (بیت 67)
- ہر جا جانی دِسّے باھُو، جِت وَل نظر کچیوے ھُو (بیت 101)
- ذِکر کنوں ربّ حاصل تھیندا، ذاتوں ذات دِسیوے ھُو (بیت 116)
- ظاہر ویکھاں جانی تائیں، نالے دِسّے اندر سینے ھُو (بیت 119)
- جاں اندر وڑ جھاتی پائی، ڈِٹّھا یار اکلّا ھُو (بیت 140)
- جس جا جانی نظر نہ آوے، اُوتھے سجدا مول نہ دیئے ھُو (بیت 159)
  جاں جاں جانی نظر نہ آوے، باھُو کلمہ مول نہ کہیے ھُو
- باھُو ہر خانے وِچ جانی وَسدا، گن سِر اوہ رکھیوے ھُو (بیت 172)
- ہرگز ربّ نہ مِلدا باھُو، جنہاں ترَٹّی چوڑ نہ کیتی ھُو (بیت 190)
- دَم دَم دے وِچ ویکھن مولیٰ، جنہاں قضا نہ کیتی ھُو (بیت 183)
- یار یگانہ مِلسی تینوں، جے سر دی بازی لائیں ھُو (بیت 201)

دیدارِ الٰہی کے علم کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ آپؒ کے نزدیک دیدارِ الٰہی کے علم کا راستہ اسمِ اللہ ذات سے کھلتا ہے۔ جو شخص ہر وقت ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات میں غرق رہتا ہے وہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

فقیرِ کامل ۔ انسانِ کامل

''فقر'' کے متعلق آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ جو فقر کے انتہائی مراتب (وحدت، فنا فی اللہ بقا باللہ، وصال) تک جا پہنچے وہ انسانِ کامل یا فقیرِ کامل ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

- اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ

ترجمہ: جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے۔

جب طالب فقر کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو جملہ صفاتِ الٰہی سے متصف ہو کر انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ کائنات کے تمام مراتب میں سب سے اکمل ''انسان'' ہے اور جملہ افرادِ انسانی میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے اکمل وارفع ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مظہرِ اُتّم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی انسانِ کامل ہیں اور آپ ہی حق تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کے نائبین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ دنیا میں ہر وقت ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باطنی نائب ہوتا ہے اور انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ وہ امانتِ الٰہیہ، خلافتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے اور کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ اس ''انسانِ کامل'' کی وساطت سے چلاتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسے ہی مرشد کامل اکمل فرماتے ہیں۔ انسانِ کامل پر فقر کی تکمیل ہوتی ہے اور اس مرتبہ پر اس صاحبِ فقر کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں 'میں اور تُو' کا فرق مٹ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے یکتائی کے اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے جہاں دوئی نہیں ہوتی۔ حدیثِ قدسی کے مطابق اس کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، اس کا سننا اللہ کا سننا، اس کا چلنا اللہ کا چلنا اور اس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔ اس مقام کو مقامِ وحدت یا فقر فنا فی اللہ بقا باللہ وصالِ الٰہی بھی کہتے ہیں۔ ہر دور میں ایک ایسا انسانِ کامل مظہرِ ذات موجود ہوتا ہے جو خلیفۃ اللہ اور نائبِ رسول ہوتا ہے اور کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ اس انسانِ کامل کے ذریعہ چلاتا ہے۔ یہ عارفین کا سب سے اعلیٰ اور آخری مقام ہے جہاں پر وہ دوئی کی منزل سے بھی گزر جاتے ہیں۔

فقر کی اسی منزل پر جب حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پہنچے تو آپؒ نے فرمایا:

❖ فقر کی منزل پر بارگاہِ کبریا (حق تعالیٰ) سے حکم ہوا ''تُو ہمارا عاشق ہے''، اس فقیر نے عرض کی 'عاجز کو حضرتِ کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے'۔ فرمایا ''تو ہمارا معشوق ہے۔'' یہ عاجز پھر خاموش ہو گیا تو حضرتِ کبریا کے انوارِ تجلّی کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سمندر میں مستغرق کر دیا اور فرمایا ''تُو ہماری ذات کی عین ہے اور ہم تمہاری عین ہیں، حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور 'ھُو' میں 'یاھُو' کا سرّ ہے۔'' (رسالہ روحی شریف)

یہاں 'ھُو' سے مراد 'ذاتِ حق تعالیٰ' ہے اور 'یاھُو' سے مراد حقیقتِ محمدیہ ہے اور 'سرّ' سے مراد تکمیلِ باطن اور وصالِ الٰہی ہے یعنی مقامِ فنا فی ھُو (فنا فی اللہ بقا باللہ) ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر تلقین وارشاد کی مسند پر فائز ہوتا ہے۔

انسانِ کامل کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نورِ مبارک سے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ مبارک ظاہر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے تمام مخلوق کا ظہور ہوا اس لئے انسان کی اصل نور ہے اور عمل کے مطابق جس کا نفس، قلب اور روح تینوں نور بن جاتے ہیں اسی کو انسانِ کامل کہتے ہیں۔ (عقلِ بیدار)

❖ پس انسانِ کامل کا وجود ایک طلسمات اور اسم و مسمّٰی کا گنج معمّہ ہوتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

یہاں آپؒ نے انسانِ کامل کے وجود کو طلسمات فرمایا ہے کیونکہ وہ مظہر عجائب الغرائب ہے اور اسم (اللہ) سے مسمّٰی (ذاتِ الٰہی) کو پا لینے کا راز جانتا ہے۔ اس کا وجود اسرارِ الٰہیہ کا ایک خزانہ (گنج) ہے۔ جس طرح کسی خزانہ تک معمّہ حل کر کے پہنچا جا سکتا ہے اسی طرح انسانِ کامل کو پہچاننا بھی ایک معمّہ ہے اور جو اس معمّہ کو حل کر لیتا ہے وہی انسانِ کامل کی حقیقت تک پہنچتا ہے اور اسرارِ الٰہیہ کو پا لیتا ہے۔ انسانِ کامل کی حقیقت کی پہچان ادراکِ قلبی سے ہوتی ہے اور اس کی پہچان سے محروم انسان کو حدیثِ مبارکہ میں جاہل قرار دیا گیا ہے:

❖ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامِ زَمَانِہٖ مَاتَ مَیْتَۃً جَاهِلِیَّۃً

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو (ادراکِ قلبی سے) نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا۔

انسانِ کامل کی پہچان کے لئے تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی ایک ذریعہ ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور کے بغیر انسانِ کامل کی پہچان ناممکن ہے کیونکہ انسانِ کامل کی منزل تک بھی اسمِ ذات ہی پہنچاتا ہے اگر یہ صاحبِ مسمّٰی (انسانِ کامل) سے حاصل ہوا ہو۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ ابتدا ھُو انتہا ھُو ہر کہ با ھُو می رسد ‌ ‌ ‌ عارفِ عرفان شود ہر کہ با ھُو 'ھُو' شود

ترجمہ: ابتدا بھی ھُو ہے اور انتہا بھی ھُو ہے۔ جو کوئی ھُو تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ھُو میں فنا ہو کر 'ھُو' بن جاتا ہے۔

❖ جب تک طالبِ مولیٰ وحدت میں غرق ہو کر صاحبِ حضور نہیں ہو جاتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مطابق مرنے سے پہلے مر نہیں جاتا اس وقت تک وہ ہر مقام پر غمزدہ رہتا ہے اور مشاہدۂ بہشت کا مزدور ہوتا ہے۔ (عین الفقر)

❖ جب عارف واصل فنا فی اللہ اسمِ اللہ ذات کے برزخ کو تصور سے اپنے دل پر نقش کرتا اور اسے دیکھتا ہے تو اس کا جسم اسمِ اللہ ذات میں غائب ہو جاتا ہے۔ اسے پتہ چل جاتا ہے کہ جسم اسمِ اللہ ذات میں فنا ہو کر غائب ہو گیا اور اسمِ اللہ ذات ظاہر ہو گیا ہے۔ پھر وہ ظاہر اور باطن میں مشاہدہ اسمِ اللہ ذات میں اس قدر مگن رہتا ہے کہ اس کے وجود میں ذکر کی لذّت باقی نہیں رہتی۔ (عین الفقر)

❖ باھُو بس حجاب است علم ذکر و ہم حضور ‌ ‌ ‌ ہر کہ فی اللہ شد فنا گشتہ بہ نور

ترجمہ: اے باھُوؒ! جو شخص غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ سراپا نور ہو جاتا ہے اور علم و ذکر و حضوری اس کیلئے حجاب بن جاتے ہیں۔

❖ اگر بارہ ہزار صاحبِ دعوت اور تسبیح و وظائف کرنے والے ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر بھی ایک ذاکر کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے۔ اگر بارہ ہزار ذاکر جمع ہو جائیں تو ایک صاحبِ مذکورِ الہام کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے۔ اگر بارہ ہزار صاحبِ مذکورِ الہام کلیم اللہ جمع ہو جائیں تو ایک صاحبِ حضور، مراقبۂ استغراق کرنے والے کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے۔ اگر بارہ ہزار صاحبِ مراقبۂ استغراق جمع ہو جائیں تو فقر فنا فی اللہ کے

مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اَلْمُوَحِّدُ فِی التَّوْحِیْدِ بَقَآءٌ حَیٌّ فِی الدَّارَیْنِ (توحید میں غرق موحد کو دونوں جہانوں میں بقا کی زندگی نصیب ہوتی ہے) اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے)۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ (عین الفقر)

✤ پیکر من از توحیدش شد توحیدش در توحید — عین ازان توحید مطلق ماسوی دیگر ندید

ترجمہ: میرا وجود توحید میں غرق ہو کر سراسر توحید ہو گیا ہے اور میں اس توحیدِ مطلق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ (عین الفقر)

✤ جسے دورانِ حیات وحدت حاصل ہو جائے اس کی موت اللہ سے وصال ہوتی ہے اور جو زندگی میں ثابت قدم رہتا ہے اور استقامت اختیار کرتا ہے اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور وہ مرنے کے بعد بھی صاحبِ ایمان رہتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

فقیر کامل کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو (بیت21)

✤ نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جیہڑے وَسدے لامکانی ھُو (بیت144)

✤ نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، جیہڑے دِل وِچ دوست ٹکاون ھُو (بیت179)

✤ نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جیہڑا گھر وِچ یار وِکھالے ھُو (بیت112)

✤ باجھ وِصال اللہ دے باھُوؒ، دُنیا کوڑی بازی ھُو (بیت181)

✤ باجھ وصال اللہ دے باھُوؒ، سبھ کہانیاں قصے ھُو (بیت31)

✤ اندر وی ھُو تے باہر وی ھُو، باھُوؒ کِتھاں لبھیوے ھُو (بیت21)

✤ اَحد جد دِتّی وِکھالی، از خود ہویا فانی ھُو (بیت3)

✤ پڑھ توحید تے تھیویں واصل، باھُوؒ سبق پڑھیوے وَقتی ھُو (بیت55)

توحید (وحدت الوجود)

توحید اسلام کا بنیادی رکن ہے اور عام مسلمان کے لیے نہایت سادہ و آسان مگر جب عارفین، فقرا اور صوفیا نے اس کی تشریح کی کوشش کی تو اس میں بے پناہ گہرائی اور وسعت دکھائی دی۔ عوام کے لیے کلمہ طیبہ جو عقیدۂ توحید کا بیان ہے، نہایت آسان اور سیدھا ہے۔ ان کے لیے کلمہ توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بس یہی معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، ہر حمد و ثنا اسی کو زیبا ہے اور وہی خالق و مالک ہے۔ لیکن جب عارفین، فقرا اور صوفیا اس کی شرح کرتے ہیں تو اس میں اس قدر باریکیاں اور گہرائیاں ہوتی ہیں کہ علما کرام کہیں تو عش عش کر اٹھتے

ہیں اور کہیں کفر و زندقہ کے فتوے لے کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

لَآ اِلٰہَ نہیں ہے کوئی معبود اِلَّا اللّٰہُ سوائے اللہ کے۔ یہ نفی بھی ہے اور اثبات بھی۔ یہ بالکل درست ہے کہ وہ ایک ہے لیکن جب وہ ہے ہی ایک تو دوسرے کی نفی کا کیا سوال ہے؟ ایک کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا پھر جب اس کا کوئی ثانی ہے نہ شریک، وہ بے مثل و بے مثال ہے تو کسی اور معبود کا تصور ہی بے معنی ہے۔ یہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ''موجود'' نہیں۔ جب صرف وہی ''موجود'' ہے تو پھر یہ سب کچھ جو ہم دیکھتے ہیں کیا ہے؟ اس سلسلے میں اسلامی فکر پر مبنی دو نظریے بہت مقبول ہوئے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود۔ شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ نے وحدت الوجود کے نکتہ نظر سے توحید کی شرح بیان کی اور حضرت شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے وحدت الشہود کے نکتہ نظر سے توحید کو سمجھانے کی کوشش کی۔

صوفیا کرام نے ظہورِ باری تعالیٰ کے جو مراتب بیان کئے ہیں انہیں ''تنزلاتِ ستہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کو اس حدیثِ قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے:

- كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس حدیثِ قدسی میں كُنْتُ كَنْزًا سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ جس کا تعین قطعاً ناممکن ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اس ذات پاک کی ماہیت کو سمجھنے کے لیے انتہائی سوچ بچار کرتے عقل کے ہزاروں ہزار و بے شمار قافلے سنگسار ہو گئے۔ (رسالہ روحی شریف)

یہ مرتبۂ اوّل ہے اور لاتعین ہے بلکہ یہ مرتبہ ''تعین واطلاق'' کی قید سے بھی پاک ہے۔ اس مرتبہ کو احدیت کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ''احدیت'' سے نکل کر کثرت میں آنے کا ارادہ فرمایا تو ''تعینات'' میں مرتبہ بمرتبہ نزول فرمایا۔ ظہور کے ان مراتب کو صوفیا کرام نزول کہتے ہیں۔ سب سے پہلا تعین ''تعینِ اوّل'' ہے۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے جہاں صفات کا اظہار ہوا۔ یعنی ''ھُو'' کو ''یا ھُو'' کہنے والے کا اظہار ہوا۔ اس مرتبہ کو ''وحدت'' کہتے ہیں اور اس تعین کو ''حقیقتِ محمدیہ'' بھی کہتے ہیں یعنی پہلی بار اللہ تعالیٰ کے نور سے نورِ محمدی کا ظہور ہوا۔ حدیث شریف ہے:

- اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَكُلُّ خَلَائِقِ مِّنْ نُّوْرِىْ

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

اس حدیثِ پاک میں اسی تعینِ اوّل کی طرف اشارہ ہے۔

دوسرے تعین اور تیسرے مرتبہ کو ''وحدانیت'' کا نام دیا گیا ہے یعنی صفات کے ساتھ اسما کا تعین ہوا اور اسماءِ الٰہی کے انوار ظاہر ہوئے۔

چوتھے مرتبہ پر اسمائے الٰہی سے افعال صادر ہوئے اس مرتبہ کو ''جبروت'' یا ''عالمِ ارواح'' کہا گیا ہے۔

پانچویں مرتبہ پر افعال کی مثالی شکلیں ظاہر ہوئیں جسے ''ملکوت'' کا نام دیا گیا ہے۔ اسے عالمِ مثال بھی کہتے ہیں جہاں فرشتے محوِ کار ہیں۔ صوفیا کرام اسے لوحِ محفوظ بھی کہتے ہیں۔

چھٹے مرتبہ پر افعال کی مثالی صورتوں نے اجسام حاصل کیے اور مختلف جسم ظاہر ہوئے اور اجسام کا یہ عالم عرش سے فرش تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کو ''عالمِ ناسوت'' کہا گیا ہے۔

اور ساتواں مرتبہ ان تمام مقامات و مراتب کی جامع صورت انسان ہے جس کی ذات میں آ کر تخلیق و ظہور مکمل ہوا اور انسانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ یہ مرتبہ تمام مراتب کا جامع ہے۔

ذاتِ حق نے ذات یعنی احدیت سے وحدت میں، وحدت سے واحدیت میں، واحدیت سے جبروت میں، جبروت سے ملکوت میں اور ملکوت سے ناسوت میں ظہور فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر شے میں ظہور فرما کر کائنات کو قائم کیا ہوا ہے۔ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی ہر شے معدوم ہے۔ صوفیا کرام کے نزدیک یہی توحید اور یہی رسالت ہے۔ علامہ اقبالؒ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

✤ بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے — ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے اور 'سیر الی اللہ' کرتا ہوا باطن میں اِن مراتب کو طے کر کے توحیدِ ذاتِ حق تک پہنچتا ہے تو اس کو عروج کہتے ہیں۔ سیر الی اللہ سے مراد بندے کی اللہ تک سیر ہے۔ جب بندے کو عرفانِ ذات نصیب ہو جاتا ہے تو سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اور اس سے آگے 'سیر فی اللہ' شروع ہوتی ہے۔ توحیدِ حق میں غرق ہو کر 'سیر فی اللہ' کرنا لامتناہی ہے، اس کی کوئی حد نہیں۔ جس طرح ذاتِ حق لامحدود ہے اسی طرح اس کی سیر بھی لامحدود ہے۔ عروجِ انسانی یہ ہے کہ انسان دائرہِ وجود کی چاروں قوسوں یعنی ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاھوت کو طے کر کے اپنی ابتدا یعنی نورِ محمدی (مقامِ وحدت) تک پہنچ جائے۔ ان تمام کمالات کے مظہرِ اتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ پہلے اور آئندہ جس کو یہ مرتبہ نصیب ہوا یا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے طفیل اور وسیلہ سے ہوگا۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کے فقرا سر تا پا توحید ہیں۔ ان کے دل اور جان (ظاہر و باطن) توحید میں غرق ہیں۔ نہ خدا نہ خدا سے جدا۔ جیسے آگ اور چنگاری، جیسے کھانا اور نمک۔ (عین الفقر)

آپ رحمتہ اللہ علیہ اس مرشد کو مرشد ہی تسلیم نہیں کرتے جو طالب کو توحید کے راز تک نہیں پہنچاتا۔

✤ جو مرشد طالبِ مولیٰ کو روزِ اوّل توحید لامکان اور فقر کا سبق نہیں دیتا اور لامکان میں توحید تک نہیں پہنچاتا تو معلوم ہوا کہ وہ راہبر مرشدی و فقیری کی راہ نہیں جانتا۔ (کلید التوحید کلاں)

جب آپ رحمتہ اللہ علیہ مقامِ احدیت تک پہنچے تو آپ نے فرمایا:

- پیکر من از توحیدش شد توحیدش در توحید   عین ازان توحید مطلق ماسویٰ دیگر ندید

ترجمہ: میرا وجود توحید میں غرق ہو کر سراسر توحید ہو گیا ہے اور میں اس توحیدِ مطلق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ (عین الفقر)

- میں نے خود کو دریائے توحید میں غرق کر کے خود کو پایا۔ (عین الفقر)

آپ رحمۃ اللہ علیہ طالبِ مولیٰ کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- ہر حرف توحید بنی ہر سطر توحید بین   باش دائم در مطالعہ تا شوی حق الیقین

ترجمہ: ہر حرف اور ہر سطر میں توحید کو دیکھ اور ہمیشہ توحید کے مطالعہ میں مصروف رہ یہاں تک کہ تجھے حق الیقین حاصل ہو جائے۔ (عین الفقر)

- عقل فکر دِی جا نہ کائی، جتھے وحدت سِرّ سبحانی ھُو (بیت121)
- جَد احمد اَحد وِکھالی دِتّی، تاں کُل ہوئے فانی ھُو (ایضاً)
- اَحد جد دِتّی وِکھالی، از خود ہویا فانی ھُو (بیت03)
- اندر وِچ نماز اساڈی، ہکسے جا نیتوے ھُو (بیت14)
- زاہد زُہد کریندے تھکے، روزے نفل نمازاں ھُو
  عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت، اللہ نال محبت رازاں ھُو (بیت104)
- ذاتے نال جاں ذاتی رلیا، تد باھُوؒ نام سدائیں ھُو (بیت201)

محبت اہلِ بیتؓ

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور خاص طور پر امام الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خاصہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیتؓ سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہیں اور جو اہلِ بیتؓ سے بغض رکھتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ خارجی اور ملعون ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی محبت میں اس قدر غرق تھے کہ ہر سال یکم محرم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کی یاد منایا کرتے تھے اور اُن کی یاد میں تقاریب اور ختم شریف کی محافل منعقد فرمایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ تین سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک اس طرح مسلسل جاری ہے کہ ہر سال عاشورہ محرم کے دنوں میں دربار پاک پر زائرین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے، ہزاروں آ رہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جا رہے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ بعض لوگ اس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک سمجھتے ہیں حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتا ہے۔ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کا جو سلسلہ آپ رحمۃ اللہ علیہ

نے شروع فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے لازوال کردیا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے ہی سب سے پہلے رسالہ روحی شریف میں سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ کے مرتبہ 'سلطان الفقر'[1] کو ظاہر کیا ہے ورنہ اِس سے پہلے آپؓ کے اس مرتبہ کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کے ظہور کے بعد جو دوسرا نور ظاہر ہوا وہ سیّدہ کائنات حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ کا تھا۔اس طرح امتِ محمدیہ میں آپؓ پہلی 'سلطان الفقر' ہیں اور فقر آپؓ کے وسیلہ سے ہی عطا ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ اپنی کتب میں فضائل اہلِ بیتؓ یوں بیان فرماتے ہیں:

- حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فقر کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فقر حاصل تھا۔ جو شخص فقر تک پہنچتا ہے ان ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔(جامع الاسرار)
- جو آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اولادِ فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا منکر ہے وہ (قربِ الٰہی سے) محروم رہتا ہے۔(نور الہدیٰ کلاں)
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہِ مرداں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔(عین الفقر۔محک الفقر کلاں)
- چار صحابہؓ کو چار صفات حاصل ہیں،صدق حضرت ابو بکر صدیقؓ کو،محاسبہ نفس اور عدل حضرت عمر فاروقؓ کو،سخاوت و حیا حضرت عثمان غنیؓ کو اور علم و فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔(اسرارِ قادری)
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ صاحبِ معرفت ہیں۔(عین الفقر)
- طالبِ مولیٰ کو حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرح صاحبِ غزا (کافروں سے جہاد کرنے والا) وصاحبِ رضا (اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنے والا) ہونا چاہیے۔(کلید التوحید کلاں)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام الاولیا اور تمام سلاسل کے امام ہیں اور راہِ فقر میں جو مراتب عطا ہوتے ہیں وہ اہلِ بیتؓ کے وسیلہ سے ہی ہوتے ہیں۔حسنین کریمینؓ کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔(محک الفقر کلاں)
- خاک پایم از حسینؓ و از حسنؓ۔(رسالہ روحی شریف)

ترجمہ: میں حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ کی خاکِ پا ہوں۔

---

[1] مرتبہ سلطان الفقر کی شان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں کتاب شمس الفقرا باب 10 'شان سلطان الفقر'

آپ رحمتہ اللہ علیہ پنجابی ابیات میں امامِ عاشقاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- جے کر دِین علم وِچ ہوندا، تاں سِر نیزے کیوں چڑھدے ھُو (بیت 68)
- سچا عشق حسینؓ ابنِ علیؓ دا باھُوؒ، سر دِیوے راز نہ بھنّے ھُو (بیت 133)

اے اہلِ ایمان! یاد رکھو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے محبت ایمان کی نشانی ہے، جو اُن سے بغض رکھتا ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض رکھتا ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ سے بغض رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے وہ مردود، ملعون، لعنتی اور خارجی ہے۔

غوث الاعظم سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے محبت اور عشق تھا اور آپ رحمتہ اللہ علیہ انہیں ''شیخِ ما'' (میرے مرشد) فرماتے ہیں۔ آپ سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

- تبرکاتِ قدرتِ سبحانی کی بدولت محبوبِ ربانی پیر دستگیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرّہٗ ہر روز اپنے پانچ ہزار طالبوں اور مریدوں میں سے تین ہزار کو نورِ معرفت میں غرق کر کے وحدانیت اِلَّا اللّٰہ کے مشاہدہ میں مشغول کر دیتے کہ یہ تین ہزار اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ کے مراتب پر پہنچ جاتے۔ اور دو ہزار کو مجلسِ محمدیؐ میں داخل کر کے حضوری سے مشرف کر دیتے۔ (شمس العارفین)
- مرشد کو ایسا صاحبِ نظر ہونا چاہیے کہ جیسے میرے پیر محیّ الدینؓ ہیں جو ایک ہی نظر میں ہزاروں ہزار مریدوں اور طالبوں میں سے بعض کو معرفتِ اِلَّا اللّٰہ میں غرق کر دیتے ہیں اور بعض کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی (مجلس کی) حضوری سے مشرف کر دیتے ہیں۔ (شمس العارفین)

۱۔ چوں نباشد پیر میرانؓ زندہ دین — آں وزیرے مصطفیؐ روح الامین
۲۔ شاہ عبد القادرؓ است راہبر خدا — دم بدم آنجا بجانست مصطفیؐ
۳۔ باھُو از غلامان مریدش خاکِ پا — گوئی برد از غوث و قطب اولیا

ترجمہ: (۱) پیر میراں شیخ عبد القادر جیلانیؓ کیوں نہ دین کو زندہ کرنے والے ہوں، وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر اور روح الامین ہیں۔ (۲) شاہ عبد القادر جیلانیؓ راہِ خدا کے راہبر ہیں اور وہ ہر لحظہ باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ہوتے ہیں۔ (۳) باھُوؒ ان کے مریدوں کے غلاموں کی خاکِ پا ہے اس لیے دیگر غوث و قطب اولیا سے بلند مرتبہ ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- باھُو شد مریدش از غلامان بارگاہ — فیض فضلش می دہاند از الہ
  باھُو سگ درگاہ میرانؓ فخر تر — غوث و قطب زیر مرکب بار بر

ترجمہ: باھُوؒ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی بارگاہ کا غلام اور ان کا مرید ہے جو اپنے مریدوں کو اللہ کے فیض و فضل سے نوازتے ہیں۔ اے باھُوؒ! درگاہِ میرانؓ کا کتا ہونا بھی باعثِ فخر ہے اس لیے غوث و قطب بھی ان کی سواری بننا پسند کرتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پنجابی ابیات میں فرماتے ہیں:

- بغداد شریف وَنج کراہاں، سَودا نے کِتوسے ھُو (بیت25)
- بغداد شہر دی کیا نشانی، اُچیاں لمیاں چیراں ھُو (بیت24)
- حق حضور اُنہاں نوں حاصل باھُوؒ، جنہاں مِلیا شاہ جیلانیؓ ھُو (بیت98)
- سن فریاد پیراں دیا پیرا، میں آکھ سناواں کینوں ھُو (بیت109)
- سن فریاد پیراں دیا پیرا، میری عرض سنیں کن دَھر کے ھُو (بیت108)
- طالب غوث الاعظمؓ والے، شالا کدے نہ ہووَن ماندے ھُو (بیت117)

شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فقر اور فقرا کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والے نام نہاد ''توحید پرست'' اکثر یہ الزام لگاتے ہیں کہ صوفیا کرام ظاہری شریعت سے گریزاں ہوتے ہیں اور بعض تو انہیں تارکِ شریعت تک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ فقر اور فقرا کی جدوجہد کی ابتدا وانتہا شریعت ہے اور انکے سلوک کا سارا انحصار تقویٰ پر ہے اور تقویٰ ہی دین کی اصل روح ہے۔

جیسا کہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

- ما از قرآن بر گرفتم مغز را استخواں پیش سگاں انداختیم

ترجمہ: ہم نے قرآنِ پاک سے اس کا اصل مغز اور حقیقت پائی جبکہ ہڈیاں دنیاوی کتوں اور نفسانی شیطانی کام کرنے والوں کے آگے پھینک دیں۔

ہوسکتا ہے کہ یہ الزام لگانے والوں نے استدراجی کیفیت کے حامل عاملین کے بارے میں یہ مشاہدہ کیا ہو اور انہیں فقیر سمجھ کر فقرا کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی فقرا کاملین گزرے ہیں وہ شریعتِ مطہرہ پر سختی سے کاربند رہے۔ ہاں اگر مجذوبیت، قلندریت یا سکر وغیرہ کا غلبہ ہو جائے تو شیشہ عقل پاش پاش ہو جاتا ہے لیکن اس کی سزا شریعت نے منصورؒ حلاج جیسی رکھی ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- شریعتِ مطہرہ کی مکمل پابندی، پیروی اور اتباع کے بغیر فقر کا کوئی مقام اور منزل حاصل نہیں ہوسکتی اور فقر کے تمام مدارج شریعت کی

برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

- ہم نے جو بھی مرتبہ حاصل کیا شریعت پر چل کر حاصل کیا۔
- شریعت سے مراد دین کے علمِ ظاہر اور علمِ باطن کا اکٹھا ہونا ہے۔ جس کے پاس ایک علم ہے وہ اہلِ شریعت ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ساری زندگی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس طرح کاربند رہے کہ زندگی بھر آپؒ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- باھُوؒ ایں مراتب از شریعت یافتہ　　　پیشوائے خود شریعت ساختہ

ترجمہ: باھُوؒ نے تمام مراتب شریعت کی پیروی سے پائے اور اس نے شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔

- ہر وہ راہ جسے شریعت رد کردے، کفر، شیطان، نفسانی خواہشات اور کمینی راہزن دنیا کی راہ ہے۔ (عین الفقر)

- بُرد بالا عرش و کرسی باشریعت شاہراہ　　　ہر مقامش خوش بدیدم سِرّ وحدت از اِلٰہ

ترجمہ: شریعت کی راہ پر چلتے ہوئے میں عرش اور کرسی سے بھی بلند مقامات پر جا پہنچا اور تمام مقامات کا مشاہدہ کرتے ہوئے وحدت کے راز کو اپنے معبود سے بلاواسطہ پالیا۔ (عین الفقر)

- سچا راہ محمدؐ والا باھُوؒ، جیں وِچ ربّ لبھیوے ھُو　　　(بیت 14)

نفس

اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس کو بڑا عجیب بنایا ہے۔ یہ خواہشات کی آماجگاہ ہے، ہر طرح کی بُری خواہشات اور باغیانہ خیالات اسی میں پیدا ہوتے ہیں اور یہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی پر ابھارتا ہے۔ یہی شہوت کے وقت حیوانوں جیسی حرکتیں کرتا ہے، غصہ میں درندوں کی طرح اظہارِ وحشت کرتا ہے، مصیبت کے وقت بے صبروں کی طرح آہ وزاری کرتا ہے، جب بھوکا ہوتا ہے تو حلال وحرام کی تمیز کھو دیتا ہے اور جب سیر ہوتا ہے تو باغی، سرکش اور متکبر ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ انسان کا نفس کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا، انسان کو ہر وقت نت نئے فتنوں میں مبتلا کرنے کے درپے رہتا ہے۔ جو اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے وہی ''وصالِ الٰہی'' کی منزل تک پہنچتا ہے۔ نفس کا مرنا ہی دل کی حیات ہے لیکن اس کو مارنا بڑا ہی مشکل ہے۔

نفس کیا ہے؟ نفس انسانی بدن میں ایسا چور ہے جو انسان کو خدا کی طرف مائل نہیں ہونے دیتا۔ نفس بندے اور خدا کے درمیان حجابِ اکبر ہے۔ انسانی وجود کے لئے نفس اور شیطان دو ایسی قوتیں ہیں جو ہمیشہ فطرتِ انسانی کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹکاتی ہیں۔

شیطان جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے لعنتی قرار پایا تو اُس نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی دشمنی میں انسان کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ جب آدم علیہ السلام کا بت تیار ہو چکا تو شیطان نے حسد اور نفسانیت کی وجہ سے اس پر تھوک دیا۔ یہ تھوک حضرت آدم علیہ السلام کی ناف کے مقام پر جا پڑی جس سے آدم کے وجود میں نفس کی بنیاد پڑی۔ نفس شیطان کا قدیمی ہتھیار ہے اور وہ بنی آدم کے وجود میں نفس ہی کے مورچے سے زہر بھرے تیر چلا کر انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔ لیکن اگر یہی نفس شیطان کے اثر سے نکل کر بنی آدم کے کنٹرول میں آجائے تو اللہ اور بندے کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتا ہے۔

نفس کی چار اقسام یا درجات ہیں۔ جوں جوں طالب ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات میں ترقی کرتا جاتا ہے نفس کا تزکیہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اوّل نفسِ امارہ ہوتا ہے۔ اسے نفسِ امارہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت برائی کا امر کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ یوسف میں فرماتا ہے:

✦ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (سورۃ یوسف۔53)

ترجمہ: بیشک نفسِ امارہ بُرائی کا امر کرتا ہے۔

یہ نفس کفار، مشرکین، منافقین، فاسقین، طالبانِ دنیا اور فاجر لوگوں کا ہوتا ہے۔ اگر اس کی اصلاح اور تربیت نہ کی جائے تو یہ اپنی سرکشی، بغاوت اور طغیانی میں ترقی کرتا ہے اور انسان سے حیوان، حیوان سے درندہ بلکہ مطلق شیطان بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نفس کی بیماریاں لاعلاج ہو جاتی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ بیت میں فرماتے ہیں:

♣ صُورت نفس امارہ دِی، کوئی کُتا گلّر کالا ھُو (بیت 115)

اگر نفس کی اصلاح اور نیک تربیت شروع ہو جائے تو وہ بتدریج اوصافِ حمیدہ اختیار کرتا ہے اور باطن میں عالمِ ملکوت کی طرف ترقی کرتا ہے جہاں نفس امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے۔ لوامہ کے معنی ہیں 'ملامت کرنے والا'۔ یعنی گناہ پر انسان کو اُسکا نفس ملامت کرتا ہے اور پشیمانی دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائیدِ غیبی اور توفیقِ باطنی چونکہ نفسِ لوامہ کے شاملِ حال رہتی ہے لہٰذا گناہ پر انسان کو شرمسار کرتا رہتا ہے۔ ایسے نفس کو موت، روزِ قیامت اور حساب کتاب وغیرہ ہر وقت یاد رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی روزِ قیامت کے ساتھ نفسِ امارہ کی بھی قسم اٹھاتا ہے:

✦ لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ؕ (سورۃ القیامۃ 2-1)

ترجمہ: خبردار! میں قسم کھاتا ہوں روزِ قیامت کی اور نیز قسم کھاتا ہوں نفسِ لوامہ (گناہوں پر ملامت کرنے والے نفس) کی۔

اسکے بعد نفس کا جب مزید تزکیہ ہوتا ہے تو وہ لوامہ سے ملہمہ ہو جاتا ہے اور ترقی کر کے عالمِ جبروت میں داخل ہوتا ہے۔ نفسِ ملہمہ گناہ کے ارتکاب سے پہلے انسان کو تائیدِ غیبی سے الہام کرتا ہے کہ خبردار! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور گناہ سے باز آجاؤ۔ ایسے نفس کی علامت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے:

◆ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (سورۃ النازعات 41-40)

ترجمہ: اور لیکن جو شخص اللہ کے روبرو حساب کے لئے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اُس نے اپنے نفس کو ہوا (خواہشاتِ نفسانی) سے باز رکھا۔ پس ایسے شخص کا ٹھکانہ بے شک بہشت ہے۔

نفسِ ملہمہ انسان کو ارتکابِ گناہ کے وقت تائیدِ غیبی یا الہام کے ذریعے گناہوں اور غلط کاموں سے ڈراتا اور روکتا ہے اور یہ الہام مختلف طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ بعض دفعہ انسان کو صحیح دلیل اور خیال کے ذریعے گناہ سے روکتا ہے، بعض کو غیب سے بے صوت آواز القا ہوتا ہے، بعض دفعہ خوفزدہ کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ خواب کے ذریعے خبردار کیا جاتا ہے جس سے انسان کے دل میں خوفِ خدا موجزن ہو جاتا ہے اور وہ گناہ سے باز آ جاتا ہے۔ اس کے بعد جب نفس باطن میں ترقی اور عروج حاصل کرتا ہے اور اس کا تزکیہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ عالمِ لاھوت میں پہنچ کر "نفسِ مطمئنہ" ہو جاتا ہے۔ گویا نفس اس ازلی راہزن شیطان سے نجات پا کر اپنی منزلِ حیات اور اپنے مقصود کو پالیتا ہے اور دارالامن تک پہنچ جاتا ہے جو لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ (خوف و غم سے امن) کا مقام ہے۔ اسی مقام کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۃ یونس۔62)

ترجمہ: بے شک اولیا کرام کو نہ تو کوئی غم ہوتا ہے اور نہ کوئی خوف۔

نفسِ مطمئنہ والا سالک اللہ تعالیٰ کا دوست اور مقرب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ایسے اہلِ نفسِ مطمئنہ کے حق میں فرماتا ہے:

◆ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (سورۃ الفجر 30-27)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ اللہ تعالیٰ کی طرف، ایسی حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اُس سے راضی ہے۔ پس میرے بندگانِ خاص کے حلقے میں شامل اور میری بہشت (قرب و وصال) میں داخل ہو جا۔

اسی نفس کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♣ ایہو نفس اساڈا بیلی، جو نال اساڈے سِدّھا ھُو (بیت 7)

نفس کی یہ باطنی شخصیت بہت ارفع اور اعلیٰ ہوتی ہے اور ایسا پاکیزہ نفس کامل اولیا اور انبیا کا ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کے یہ تمام مراتب اسمِ اللہ ذات کے ذکر و تصور اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدیٰ کی نگاہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ظاہری عبادات سے نفس کا یہ مرتبہ اور مقام ہرگز حاصل نہیں ہوتا خواہ ساری عمر زہد و عبادت سے کمر کبڑی ہو جائے اور انسان سوکھ کر کانٹا ہو جائے۔ بلکہ ظاہری عبادت کی کثرت سے تو نفس سرکشی اختیار کر کے تکبر و انانیت کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ ابلیس کی مثال آپ کے سامنے ہے۔

اولیا کرام نے اپنی تصنیفات میں نفس کے شر سے محفوظ رہنے کی تعلیم دی ہے اور نفسِ مطمئنہ کے حصول پر زور دیا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ نفس شہوت را بکش کلی ہوا تا ترا حاصل شود واحد خدا

ترجمہ: نفس کی خواہشات اور شہوات کو مکمل طور پر ختم کردے تاکہ تجھے واحد ذاتِ حق حاصل ہو جائے۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ نفس کیا ہے، شیطان کیا ہے اور دنیا کیا ہے؟ نفس بادشاہ ہے، شیطان اس کا وزیر ہے اور دنیا ان دونوں کی ماں ہے جو ان کی پرورش کرتی ہے۔ (عین الفقر)

✤ وجود میں نفس بادشاہ ہے اور شیطان اس کا مقرب وزیر ہے جو ہمیشہ مصلحت و منصوبہ بندی سے انانیت کی تدبیر کرتے رہتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جاں توڑی ایہہ نفس نہ ماریں، تاں ایہہ وقت کھڑیندا ھُو (بیت 93)

✤ نفس کُتّے نوں بنّھ کراہاں، فہما فہم کچیوے ھُو (بیت 94)

✤ نفسِ مطمئنہ کے بھی تین حروف ہیں: ن، ف، س۔ حرف 'ن' سے نالد یعنی رات دن خوفِ خدا کے سبب رونے والا، نہی (ممنوعات) کو ترک کرنے والا اور امر معروف کو اختیار کرنے والا، نان یعنی حلال رزق کھانے والا اور بے ریا طاعت کرنے والا جس کی بدولت ایمان کی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ ناصر التوفیق یعنی جسے توفیقِ الٰہی سے مدد حاصل ہوئی ہو اور اللہ کی ذات میں مشغول ذکر و فکر کرنے والا اور اس کی معرفت، مراقبہ اور مشاہدہ میں غرق رہنے والا۔ جیسے ہی طالب کا نفس نورِ الٰہی تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اہلِ نفسِ مطمئنہ ہو کر مغفور ہو جاتا ہے۔

✦ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ الممتحنہ۔7)

ترجمہ: اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

حرف 'ف' سے نفسِ مطمئنہ کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والا اور فخرِ دین ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

✦ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ○ (سورۃ محمد۔11)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ مومنین کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

اہلِ نفسِ مطمئنہ حق الیقین کے مراتب کے حامل ہوتے ہیں اور صاحبِ حق الیقین اسے کہتے ہیں جو حق کو اختیار کرے اور باطل کی طرف نظر نہ کرے۔

❂ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْكُفْرُ بَاطِلٌ

ترجمہ: اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے۔

فقر اور معرفتِ الٰہی اسلام کی بنیاد ہیں جب کہ دولتِ دنیا کفر کی بنیاد ہے۔ بدعت کی جڑ حبِ دنیا ہے اور ہدایت کی جڑ حبِ مولیٰ ہے۔ حرف

'س' سے نفسِ مطمئنہ راہِ راستی پر اللہ کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے۔ ظاہری طور پر وہ سجدہ میں مشغول ہوتا ہے جبکہ باطن میں فنا فی اللہ اور معبود کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔ ان خصوصیات کا حامل نفسِ مطمئنہ صرف انبیا اور فقرا کا ہوتا ہے اور بہت کم صاحبِ ولایت اولیا کا۔ (کلید التوحید کلاں)

- نفس مرکب مطمئنہ راز بر می رساند حق بہ توحیدش نگر

ترجمہ: نفسِ مطمئنہ سواری ہے جو اسرار تک لے جاتا ہے اور حق تک پہنچا کر توحید کا دیدار عطا کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- نفس کے خلاف چلنے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ (عین الفقر)
- اپنے نفس کو مارے بغیر کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے عشق کو نہیں پا سکا۔ (عین الفقر)
- نفس تابع یار بہ ای جان عزیز نفس را احمق چہ داند بے تمیز

ترجمہ: اگر نفس تابع ہو جائے تو یہ جان سے عزیز دوست بن جاتا ہے۔ نفس کی حقیقت کو احمق اور بے تمیز لوگ کیا جانیں؟ (عین الفقر)

- طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ دن رات ہر وقت، ہر لحظہ نفس کی مخالفت کرے اور کسی بھی وقت نفس سے غافل نہ رہے کیونکہ نفس کافر ہے۔ (عین الفقر)

- نفس پلیت پلیتی کیتی باھُوؒ، کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو (بیت 151)

حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنی تعلیمات میں ''تصورِ اسم اللہ ذات'' کے ذریعے نفسِ مطمئنہ کے حصول پر زور دیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق کرنے سے وجود کے اندر نفس ایسے بیمار ہو جاتا ہے جیسے انسان کو خسرہ کی بیماری ہو۔ تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق کی بدولت نفس کسی بھی حالت اور حال میں قرار اور آرام نہیں پاتا اور (بالآخر) فنا ہو جاتا ہے۔ تب یہ نافرمان نفس فرمانبردار بن جاتا ہے اور رات دن غلام کی مثل حکم کے تابع رہتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)
- ابتدا میں جس شخص کے وجود میں سرکش نفسِ امارہ ہوتا ہے وہ تصورِ اسم اللہ ذات سے لوامہ بن جاتا ہے۔ اور پھر تصورِ اسم اللہ ذات (کی مشق) سے ملہمہ بن جاتا ہے اور اسم اللہ ذات کی مشق سے ہی نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

ترکِ دنیا

واضح ہو کہ عام طور پر مال و دولت کی فراوانی کو دنیا سمجھا جاتا ہے مگر دنیا کی تعریف یوں کی گئی ہے:

- ہر وہ چیز دنیا ہے جو اللہ کی یاد سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول یا متوجہ کر لے۔

جیسا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

❁ مَا شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ

ترجمہ: جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنے ساتھ مشغول کر لے وہ تیرا بت ہے۔

ترکِ دنیا کی اصطلاح کو منکرین اور ناقدینِ تصوف وطریقت نے خوب اچھالا ہے اور اسے رہبانیت یا غیر اسلامی قرار دے کر ردّ کر دیا گیا ہے۔ دراصل صوفیا کرام کے فلسفہ کے مطابق اس اصطلاح کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ صوفیا کرام کے فلسفہ کے مطابق ترکِ دنیا سے مراد اصل میں ترکِ ہوسِ دنیا ہے یعنی دنیا سے باطنی لاتعلقی کا نام ترکِ دنیا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

❁ حُبُّ الدُّنْيَا وَ الدِّيْنِ لَا يَسَعَانِ فِيْ قَلْبٍ وَّاحِدٍ كَالْمَآءِ وَ النَّارِ فِيْ اِنَآءٍ وَّاحِدٍ

ترجمہ: کسی دل میں دین اور دنیا کی محبت اکٹھی نہیں رہ سکتیں جیسا کہ آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تعلیمات میں ترکِ ہوسِ دنیا پر بہت زور دیا ہے۔ آپؒ دُنیا کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

✤ باھُوا دنیا دانی چیست پُر درد و بلا   می کند از ذکر و فکر حق جدا

ترجمہ: اے باھُوؒ! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے؟ یہ پُر درد آزمائش ہے جو ذکر، فکر اور حق سے جدا کر دیتی ہے۔ (عین الفقر)

دنیا والوں اور انبیا کرام واولیا کرام میں فرق صرف ترکِ دنیا اور محبتِ دنیا کا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

✤ سونا، چاندی، اونٹ، گھوڑے، بیل، گدھے، ہاتھی، نوکر اور سپاہی ابوجہل اور یزید کا خزانہ اور لشکر تھے جبکہ صبر، شکر، ذکر، فکر، ذوق، شوق، محبت، عشق، نماز، روزہ، فقر و فاقہ، مسلمان و مومن صحابہؓ اور قرآن و حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امامینِ پاک علیہم السلام کا خزانہ اور لشکر تھے۔ نقارہ، ڈھول، دف اور سرنا وغیرہ ابوجہل اور یزید کی نوبت تھے۔ اذان اور ذکرِ اللہ کا بلند نعرہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امامین پاک علیہم السلام کی نوبت تھے اور ہیں۔ دنیاوی نوبت اور بادشاہی باطل اور فنا ہونے والی ہے لیکن دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوبت اور بادشاہی کو بقا ہے۔ (عین الفقر)

✤ جان لے! یہ دنیا کا مال ہی تھا جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی اور جنگ کی تھی۔ اگر ابوجہل مفلس ہوتا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرتا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا نے ہی شہید کیا۔ (عین الفقر)

✤ جو سب سے پہلے دل میں سے حبِ دنیا کو باہر نہیں نکالتا وہ ہرگز اللہ کا قرب نہیں پا سکتا نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ہر بال اور قلب و قالب سے ذکر جاری ہوتا ہے۔ معرفت وفقرِ خدا جو کہ اصل کامیابی ہے، اس تک اور وحدانیت و وِصال تک ترکِ دنیا کے بغیر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ ہر کہ در مردار غرقش کی شود دیدار او   غیر اللہ ہر چہ باشد دفتر از دل بشو

ترجمہ: جو مُردار میں مشغول ہوا اُسے دیدار کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ دیدار کرنے کے لیے جو غیر اللہ تیرے دل میں ہے اُسے دھوڈال۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ جان لے کہ نفسِ امارہ، شیطان اور دنیا تینوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے۔ (اسرار قادری)

یعنی انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کیلیئے ان تینوں نے محاذ بنا رکھا ہے۔

✤ جو دل دنیا کی محبت میں گرفتار ہو، شیطان کی تباہ کاریوں اور خطرات میں پھنسا ہو، نفسانی خواہشات اور ہوا و ہوس سے معمور ہو، اس پر اللہ تعالیٰ اپنی نگاہِ رحمت نہیں ڈالتا۔ (عین الفقر)

✤ اِیہہ دُنیا زَن حیض پلیتی، ہرگز پاک نہ تِھیوے ھُو (بیت 11)

✤ ادھی لعنت دُنیا تائیں، تے ساری دنیاداراں ھُو (بیت 10)

✤ قہر پوے تینوں رہزن دُنیا، تو تاں حق دا راہ مریندی ھُو (بیت 6)

✤ ایہہ دُنیا زَن حیض پلیتی، کتنی مَل مَل دھوون ھُو (بیت 5)

✤ دُنیا ڈھونڈن والے کُتّے، دَر دَر پھرن حیرانی ھُو (بیت 89)

✤ دُنیا گھر منافق دے، یا گھر کافر دے سوہندی ھُو (بیت 88)

✤ دِین تے دُنیا سکیاں بھیناں، تینوں عقل نہیں سمجھیندا ھُو (بیت 87)

✤ جیندے اندر حُبّ دُنیا باھُوؒ، اوہ مول فقیر نہ تھیوے ھُو (بیت 72)

ریاکاری

ریاکاری سے مراد دکھاوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا اصل مقصد تو قرب و معرفتِ الٰہی کا حصول ہے تاکہ جو بھی عمل کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور بندے کو اپنا قرب اور معرفت عطا کر دے۔ اگر اس مقصد میں لوگوں کے لئے دکھاوے اور شہرت کی نیت شامل ہو جائے تو وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کیلیئے نہ رہے گا اور اسے ریاکاری کہا جائے گا۔ عارفین کے نزدیک ریاکاری بہت بڑا گناہ اور حجاب ہے اور یہ شرک کے قریب ہے۔ اخلاصِ نیت سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیا گیا عمل ہی بارگاہِ الٰہی میں قبول ہے۔ اعمال میں کوئی ذاتی اور نفسانی غرض شامل ہو جائے یا دِل میں یہ احساس پوشیدہ ہو کہ لوگ نیک اور پرہیزگار سمجھیں تو یہ عبادت اور اعمال ریاکاری کا شکار ہو جائیں گے اور ایسی دکھاوے کی عبادت اللہ سے دور لے جائے گی۔

سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✦ راہِ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان کے پاس ریا کاری کا حربہ بہت بڑا ہتھیار ہے، بڑے بڑے عابد زاہد اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ریا کا مرض انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور نفس اس کا آلہ کار بن جاتا ہے، اسے ختم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بزرگی اور نیکی کا شہرہ اور چرچا ہو جائے اور لوگ اسے نیک، عابد اور زاہد سمجھیں۔ اگر یہ مرض مستقل صورت اختیار کر لے تو انسان بالکل ہی گمراہ ہو کر اپنے چہرے کا نور ہی کھو بیٹھتا ہے جو اہلِ مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جہاں تک طلبِ مولیٰ یا راہِ فقر کے سفر کا سوال ہے تو وہ بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصانیف میں ریا کاری کے متعلق بہت سی آیات اور احادیث کا حوالہ دیا ہے اور اُن علما کی مذمت کی ہے جن کا مقصود صرف مال و دولت اکٹھا کرنا ہے۔ ایسے لوگ ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے بیکار اور ناکارہ ہوتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

✤ علم دو طرح کا ہے، اوّل علمِ رحمانی جو اہلِ اطاعت کے لیے ہے اور ترکِ دنیا کا علم ہے۔ دوم علمِ شیطانی جو اہلِ بدعت کے لیے ہے اور حُبِّ دنیا، حرص، حسد اور کبر کا علم ہے۔ (عین الفقر)

✤ علما روزی روٹی کمانے کی خاطر مال و دولت کے انتظار میں رہتے ہیں جبکہ فقیر دنیا اور اہلِ دنیا سے بیزار رہتا ہے۔ (عین الفقر)

آپؒ اپنی تصانیف میں ان جعلی فقرا پر سخت تنقید کرتے ہیں جو صرف اس لئے زُہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ یا تو اس سے انہیں مالی فوائد حاصل ہوں یا شہرت۔ آپؒ فرماتے ہیں:

✤ ریاضتِ عام محض ریا کاری ہے جسے بعض لوگ خواہشاتِ نفس کے باعث رجوعاتِ خلق اور شہرت و عزت کی خاطر کرتے ہیں۔ (کلید التوحید کلاں)

پنجابی ابیات میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون، کیا ہویا اِس پڑھیاں ھُو (بیت 33)

✤ پڑھ پڑھ عِلم مشائخ سداون، کرن عبادت دوہری ھُو (بیت 35)

✤ پڑھ پڑھ عِلم ہزار کتاباں، عالم ہوئے بھارے ھُو (بیت 36)

الغرض ریا کار کا کوئی عمل اور عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ یہی عمل اور عبادت اس کے لیے راندۂ بارگاہِ الٰہی ہونے کا باعث بن جاتی ہے۔ خاص طور پر راہِ فقر میں جو طالب ریا کاری میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ دین دنیا بلکہ دونوں جہانوں میں روسیاہ ہو جاتا ہے۔

اخلاصِ نیت

نیت تمام تر اعمال کی بنیاد ہے، اس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ ۙ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ (سورۃ الاحزاب۔5)

ترجمہ: جو عمل غلطی کی بنا پر ہو جائے اس پر کوئی گناہ نہیں لیکن (اس پر ضرور گناہ ہوگا) جس کا ارادہ (یعنی نیت) تمہارے دلوں نے کیا ہو۔

- قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ ھُوَ اَھْدٰی سَبِیْلًا (سورۃ بنی اسرائیل۔84)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیجیے سب اپنی اپنی سوچ (نیت) کے مطابق اختیار کردہ طریقہ پر چل رہے ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ربّ خوب جانتا ہے کہ سیدھی راہ (صراطِ مستقیم) پر کون ہے۔

احادیثِ نبویؐ میں بھی نیت کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے:

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

- اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی (بخاری 1، ترمذی 1647، ابن ماجہ 4227)

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

- اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ (مسلم، ابن ماجہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دل یا قلب سے مراد باطن ہے۔ قرآنِ پاک میں جہاں دلوں کے اندھے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد باطن کا مردہ یا اندھا ہونا ہے۔

راہِ فقر میں نیت میں جس قدر اخلاص ہوگا اتنی ہی جلد منزل حاصل ہوگی۔ قرآن وحدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

- قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (سورۃ الزمر۔11)

ترجمہ: فرما دیجیے کہ بے شک مجھے حکم ہوا ہے کہ اخلاص سے اللہ کی عبادت صرف اسی کے لئے کروں۔

- فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (سورۃ مومن۔14)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکاریں اگرچہ یہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

- اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (سورۃ الزمر۔2)

ترجمہ: پس ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور اسی کے لئے عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

- اخلاص والوں کے لئے خوشخبری اور مبارکباد ہے جو ہدایت کے چراغ ہیں، ان کے ذریعے تمام سیاہ فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ (نسائی)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں اخلاصِ نیت پر بہت زور دیا ہے اور اپنی تصنیفات میں قرآن و حدیث کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اللہ پاک نہ تو اعمال کو دیکھتا ہے اور نہ صورتوں کو بلکہ وہ نیتوں اور دلوں کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔ اس لیے آپ نے راہِ فقر میں کامیابی کے لئے اخلاصِ نیت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کئی جگہوں پر فرمایا ہے کہ جہاں پر طالب کی نیت میں فتور آتا ہے وہیں اس کا سفر رُک جاتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- قلب کے دو بنیادی اور انتہائی مراتب ہیں، ایک قلبِ غلیظ جو خطراتِ شیطانی و نفسانی اور حادثاتِ دنیا کی پریشانیوں کے باعث مکمل بیمار اور مریض ہوتا ہے اور تب تک دوا کے بغیر اور اللہ کی رحمت و معرفت کی نگاہ سے محروم رہتا ہے جب تک مکمل اخلاص کے ساتھ اللہ کی جانب نہیں آتا۔ (کلید التوحید کلاں)
- محبت اور اخلاص کی راہ میں فقیر کو صادق، ثابت قدم اور اللہ تعالیٰ سے سچا اعتقاد رکھنے والا ہونا چاہیے۔ (عین الفقر)
- اِنہاں گلّاں ربّ حاصل ناہیں باھُوؒ، ربّ مِلدا دِلاں ہچھیاں ھُو (بیت 66)

تسلیم و رضا

فقر کا مرکز اور محور تسلیم و رضائے الٰہی ہے۔ رضا کی اصل حقیقت یہ ہے کہ سالک (طالب) اس امر پر یقینِ کامل رکھے کہ ہر چیز کی عطا یا منا ہی اللہ کی مشیئت اور ارادہ ہے۔ دنیاوی معاملات ہوں یا راہِ سلوک، طالبِ مولیٰ کے لیے بہتر یہی ہے کہ ہر بات میں خوف اور امید کے مابین رہے۔ اطاعت کے وقت اللہ کے سامنے فخر نہ کرے اور مصیبت کے وقت اس کے در سے مایوس نہ ہو جائے۔ ہیبت و پریشانی، دکھ اور سکھ، سکون اور اضطراب، آسانی اور تنگی، بیماری اور صحت، بھوک اور سیری الغرض ہر حالت میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور سرِ تسلیم خم کر دینا ہی اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ مقامِ رضا فقر کی منازل میں سے بہت بڑی منزل ہے اور مقامِ رضا کے بعد ہی باطن کے دو انتہائی اہم مقامات یعنی دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ ان دو اعلیٰ ترین مقامات سے پہلے تسلیم و رضا کا مقام آخری مقامات میں سے ہے اور یہی نفسِ مطمئنہ کا مقام بھی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (سورۃ الفجر 28-27)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ اپنے ربّ کی طرف، اس حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہو گیا اور تو اس سے راضی ہو گیا۔

قرآنِ مجید میں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ دیدارِ حق تعالیٰ ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔

✦ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (سورۃ النساء۔125)

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا سر اللہ کی رضا کے سامنے جھکا دیا، وہ محسن (مرتبۂ احسان تک پہنچنے والا یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والا) ہے۔

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھا جائے، نعمت پر شکر اور مصیبت میں صبر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان صرف اس شخص کا مقبول اور منظور ہوتا ہے جو خلوصِ نیت سے اس کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کی خوشنودی اور رضا کی خاطر اپنی مرضی، منشا اور اختیار سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں جو تکالیف اور مصائب اس پر وارد ہوتے ہیں انہیں خوش دلی سے قبول کرتا ہے اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر کے تسلیم و رضا کی راہ اختیار کرتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ باھُوؒ رضا بر قضا غالب چو گردد ز کردہ از خدا ہرگز نہ لرزد
چرا لرزد کہ قرب او تمام است ہر آں لرزد کہ ناقص عام خام است
رضا قاضی قضا در حکم بہ او بجز حکمش نہ گیرد جان از مو

ترجمہ: اے باھُوؒ! جب قضا پر رضا غالب آتی ہے تو وہ (طالبِ مولیٰ) خدا کے امور سے ہرگز نہیں کانپتا۔ جسے اللہ کا کامل قرب حاصل ہو وہ کیوں (اسکے ڈر سے) کانپے بلکہ ناقص، عام اور خام اس (کے خوف) سے کانپتے ہیں۔ رضا قاضی (کی مثل) ہے اور قضا اس کے حکم کے ماتحت ہے اس لیے اس کے حکم کے بغیر قضا ایک بال کی بھی جان نہیں لے سکتی۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ مکش رو درہم از حکم قضا چہ میکشی پردہ

ترجمہ: حکمِ قضا سے کیسا پردہ؟ اس سے دور نہ بھاگ۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

ترجمہ: تسلیم و رضا کے خنجر سے ذبح ہونے والوں کو ہر لمحہ غیب سے نئی زندگی ملتی رہتی ہے۔ (عین الفقر)

✤ عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باھُوؒ، اگے محبوب دے کُسدے ھُو (بیت32)

✤ قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باھُوؒ، جیوں رکھے تیوں رہیئے ھُو (بیت65)

✤ نال محبت نفس کٹھونیں، کِھن رضا دی کاتی ھُو (بیت114)

توکّل

اللہ پر بھروسا ''توکّل'' کہلاتا ہے۔ اللہ پاک سے عشق کا تقاضا ہے کہ اپنا ہر کام بلکہ اپنا آپ اللہ پاک کے سپرد کر دیا جائے۔ توکّل کو فقر کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ کامل مرشد کا پہلا سبق بھی یہی ہوتا ہے اور ایک طالبِ مولیٰ کی نشانی بھی یہی ہے کہ وہ متوکّل ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بار بار اس طرف توجہ دلائی گئی ہے:

- اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ فَعَلَیۡہِ تَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِیۡنَ O (سورۃ یونس۔84)

ترجمہ: اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر توکّل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو۔

- فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ (سورۃ النمل۔79)

ترجمہ: پس تم اللہ پر ہی توکّل کرو۔

- اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ O (سورۃ آلِ عمران۔159)

ترجمہ: بیشک اللہ توکّل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

- اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ O (سورۃ آلِ عمران۔160)

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو تو اللہ پر ہی توکّل کرنا چاہیے۔

- وَ عَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ O (سورۃ المائدہ۔23)

ترجمہ: اور اللہ پر ہی توکّل کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

- وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (سورۃ الطلاق۔3)

ترجمہ: اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔ اور جس نے اللہ پر توکّل کیا اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

متوکّل شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق مہیا کر دیتا ہے جہاں سے اسے گمان تک نہیں ہوتا اس لئے جو رزق کے سلسلہ میں اللہ پر توکّل کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کافی ہے۔

- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکّل کرو جیسے توکّل کرنے کا حق

ہے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔'' (ابنِ ماجہ 4164، ترمذی 2344)

- حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے تلاش کرتی ہے۔''

متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا اور وہ ہر کام میں اللہ پر بھروسا کرتے ہیں جس سے اللہ پاک کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے اور شیاطین بے بس ہو جاتے ہیں۔ اللہ پاک کے پیغمبر متوکل تھے اور اللہ پر ہی توکل کی تاکید فرماتے تھے۔ اولیا کرام کے ارشادات کی روشنی میں بندۂ حقیر کا خداوند عظیم کو اپنے لئے کافی سمجھنا توکل ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا جانے لگا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مدد کی پیش کش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی امداد پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہ کیا۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے بھی توکّل کو فقر کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جو طالب متوکّل نہیں ہے وہ راہِ فقر پر چل نہیں سکتا۔ بلکہ آپؒ تو فقیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

- توکّل اس کا نام ہے کہ ملک کے تمام خزانے اس (فقیر) کے قبضے میں ہوں لیکن خود بالکل تارک ہو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ (عقلِ بیدار)
- توکّل ایک نور ہے جو پانی کی مثل ہے اور فقرا اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ توکّل کا یہ پانی ان کے وجود کو کامل صحت اور جمعیت بخشتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

- تُلّہ بَنھ توکّل والا، ھو مردانہ تریئے ھُو (بیت 43)

حضورِ قلب

حضورِ قلب یا حضوری کے معنی قلب کا خلق سے ہٹ کر حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ حضورِ قلب کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ ریا کا درجہ رکھتی ہے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o (سورۃ المومنون 1-2)

ترجمہ: فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی نماز خشوع (حضورِ قلب) سے ادا کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

حضورِ قلب اسمِ اللہ ذات کے دائمی ذکر و تصور اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہی ذریعہ ہے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا جو حضوریٔ قلب کے لیے بنیادی ضرورت ہیں۔ جب تک نفس نہیں مرتا، دل زندہ نہیں ہوتا اور جب تک دل زندہ نہ ہو حضورِ قلب ممکن نہیں ہے۔ کثرتِ ذکر و تصورِ اسم اللہ ذات اور مرشد کامل کی نورانی صحبت اختیار کرنے سے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ طالب کو دائمی حضورِ قلب حاصل ہو جاتا ہے اور پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ۔115)

ترجمہ: پس تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: نماز مومنوں کے لئے معراج (دیدارِ الٰہی) ہے۔

اس حدیثِ مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے مسلمان کی نہیں۔ مومن کون ہے؟ اور مسلمان کون ہے؟

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ کچھ اعرابی لوگ آئے جو نئے مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی ''آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم بھی مومن ہیں، اس لئے ہم پر بھی عنایت فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوسرے مومنین پر فرما رہے ہیں۔'' ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ وحی کا نزول شروع ہو گیا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ الحجرات۔14)

ترجمہ: یہ اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں (یعنی مومن ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمادیں کہ تم ایمان والے نہیں ہو (یعنی تم نے ابھی صرف اقرار باللسان کیا ہے اور زبانی کلمہ پڑھا ہے) بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا (یعنی تم ابھی تصدیق بالقلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے)۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضورِ قلب سے مراد ایسا قلب ہے جو ذکرِ الٰہی اور نورِ تجلیاتِ ذات سے پُر رہتا ہے اور خطراتِ شیطانی سے نجات حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ ایسا صاحبِ قلب ہمیشہ باطن میں انبیا اور اولیا سے ملاقات کرتا ہے۔ (کلید التوحید کلاں)

دلے با حضوری شکم پُر طعام   کہ ایں است معراج واصل تمام

ترجمہ: جس دِل کوحضوری نصیب ہو جائے وہ اگر پُرشکم بھی ہو تو وصال اور معراجِ کامل سے مشرف ہوتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

پنجابی ابیات میں آپؒ فرماتے ہیں:

باجھ حضوری نہیں منظوری، توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ھُو (بیت 26)

جیں دِل حضور نہ منگیا باھُو، گئے دوہیں جہانیں وانجے ھُو (بیت 27)

جیں دِل عشق حضور نہ منگیا، سو درگاہوں سَٹّی ھُو (بیت 56)

حضورِ قلب کے بغیر تمام عبادات ریا کارانہ ہیں۔ اگر تجھے معلوم ہے تو حضورِ قلب کیلئے کیوں کوشش نہیں کرتا؟ کیوں ریا کارانہ عبادت میں مصروف رہتا ہے؟ پہلے حضورِ قلب تک جانے والا راستہ تلاش کرتا کہ تیری عبادت مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو۔

عجز و انکساری

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باعثِ تخلیقِ کائنات اور کائنات کے مالک اور مختارِ کُل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لِیْ مَعَ اللّٰہِ کا مقام حاصل ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ یہی فرماتے ''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔'' قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝ (سورۃ الحدید۔23)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

عاجزی وانکساری اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین صفات میں سے ہے۔ ہر ولی نے عاجز اور حلیم بننے کی تعلیم دی ہے بلکہ اللہ کا مقرب ہونے کے باوجود خود کو حقیر، ہیچ اور کم سے کم تر سمجھا ہے۔

فقرا کاملین کی زبان مبارک ''کن'' کی زبان ہوتی ہے اور یہ زبان لوحِ محفوظ پر تحریر شدہ ازلی نوشتہ تقدیر کو بھی بدل سکتی ہے لیکن عملی زندگی میں یہ لوگ اس قدر حلیم ہوتے ہیں کہ خود کو دنیا کے عام انسان کی سطح سے بھی نیچے لے آتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ بھی ان کی مثال کی ترغیب سے حلیم بن جائیں اور عاجزی اور انکساری اپنی طبیعت کا خاصہ بنالیں۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کہ آمد در انا در نار شد   خاکی آدمؑ لائق دیدار شد

ترجمہ: جو (شیطان) خود پرستی، انا اور تکبر میں گرفتار ہوا وہ نارِ جہنم کا شکار ہو گیا لیکن آدمِ خاکی (جو اَنا سے محفوظ رہا اور گناہ کرنے کے بعد عاجزی سے معافی

کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک گیا) سزاوارِ دیدار ہو گیا۔ (کلید التوحید کلاں)

حضرت سخی سلطان باھُوؒ اپنے مرتبے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

✤ فنا فی اللہ عارف باوصالم ز ہستی خویش رفتم لازوالم

ترجمہ: میں فنافی اللہ اور باوصال عارف ہوں۔ میں نے اپنی ہستی سے فنا حاصل کر لی اس لیے لازوال ہو چکا ہوں۔ (کلید التوحید کلاں)

✤ چوں نہ من ماند نہ نام من وجود غرق وحدت اسم اللہ می ربود

ترجمہ: جب نہ میرا نام باقی رہا نہ وجود تب اسمِ اللہ ذات نے مجھے وحدت میں غرق کر دیا۔ (کلید التوحید کلاں)

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں کہ وصالِ الٰہی عاجزی و انکساری سے حاصل ہوتا ہے۔

✤ ای سرّ تو در سینہ ہر صاحب راز پیوستہ در رحمت تو بر ہمہ باز
ہر کس کہ بہ درگاہِ تو آید بہ نیاز محروم ز درگاہِ تو کی گردد باز

ترجمہ: اے اللہ! تیرا سِرّ ہر صاحب راز (فقیرِ کامل) کے سینہ میں ہے۔ تیری رحمت کا دروازہ ہر کسی کے لیے کھلا ہے۔ جو تیری بارگاہ میں عاجزی سے آئے وہ تیری بارگاہ سے کیسے محروم جا سکتا ہے؟ (کلید التوحید کلاں)

✤ سو ہزار تنہاں توں صدقے، جیہڑے منہ نہ بولن پھکّا ھُو (بیت 110)
لکھ ہزار تنہاں توں صدقے، جیہڑے گل کریندے ہکّا ھُو
لکھ کروڑ تنہاں توں صدقے، جیہڑے نفس رکھیندے جھکّا ھُو
نیل پدم تنہاں توں صدقے باھُوؒ، جیہڑے ہوون سونا سڈاون سکّا ھُو

وفا اور قربانی

راہِ فقر دراصل راہِ عشق ہے اور اس راہ میں کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک طالب اپنی ہر شے کو راہِ حق میں قربان نہیں کر دیتا۔ راہِ عشق میں ''وفا اور قربانی'' کا تقاضا ہے کہ وفا میں کبھی بھی لغزش نہ آئے اور جب قربانی کا وقت آئے تو منہ نہ موڑا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (سورۃ آلِ عمران۔92)

ترجمہ: تم اس وقت تک بِرّ[1] (اللہ تعالیٰ) کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان نہ کرو۔

---

[1] اَلْبَرُّ۔ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، معنی ''احسان کرنے والا''

سب سے بڑی سنت راہِ حق میں گھر بار لٹا دینا ہے۔ اللہ پاک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:

◆ فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ النساء۔89)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان میں سے کسی کو اپنا ولی (دوست) نہ بنائیں جب تک کہ وہ راہِ خدا میں اپنا گھر بار نہ چھوڑ دیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت اور دعوتِ الی اللہ کے جواب میں جن صحابہ کرامؓ نے لبیک کہا اور دل کی تصدیق کے ساتھ کلمہ طیب پڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے، ان پر مصائب اور تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ جو مومن غریب و نادار اور غلام طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اُن پر پہلے روز سے تشدد کی چکی چلا دی گئی۔ انہیں اتنی شدت سے جسمانی، روحانی اور مالی اذیتیں دی گئیں کہ انسان اس کا تصور کر کے ہی کانپ اٹھتا ہے۔ مگر آفرین ہے صحابہ کرامؓ کی وفا اور قربانی پر کہ کسی قسم کا ظلم و ستم ان کو نہ تو راہِ حق سے ہٹا سکا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی وفا میں کوئی کمی آئی۔

جو مومن معاشرہ میں ذی عزت اور صاحبِ حیثیت لوگ تھے ان کو تحریص و ترغیب کے ذریعے دینِ حق سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اکسایا گیا۔ انہیں طرح طرح سے دنیاوی جاہ و مال کے لالچ دیئے گئے مگر جب ان کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی لغزش نہ آئی تو انہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا۔ ان سے کاروباری اور معاشرتی میل جول بند کر دیا گیا حتیٰ کہ ایک دور ایسا آیا کہ سارے اہلِ مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ متواتر تین سال تک مومنین کی یہ جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں "شعبِ ابی طالب" میں اہلِ مکہ کے سوشل بائیکاٹ کا شکار رہی۔ لیکن قربان جائیے ان کے جذبۂ ایمانی پر کہ سخت سے سخت تر حالات میں بھی ان کا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ اہلِ مکہ کے ظلم و ستم نے ان کی یہ حالت کر دی تھی کہ:

- معاش کے ذرائع چھوٹ گئے۔
- غربت، مفلسی اور فاقہ کشی نے ان کے گھروں میں ڈیرے ڈال لیے۔
- عزیز و اقارب نے ساتھ چھوڑ دیا۔
- جسمانی اذیتیں دی گئیں، گرم ریت اور کوئلوں پر لٹایا گیا، رسیوں اور زنجیروں میں جکڑا گیا۔
- قبیلہ میں سرداریاں اور مراتب چھن گئے۔
- مال و دولت جاتا رہا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ جیسے صحابہ کرامؓ نے اپنا تمام مال و متاعِ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔
- پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔
- ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میدانِ جہاد میں باپ اپنے بیٹے اور بیٹا اپنے باپ سے نبرد آزما تھا۔

یہ ساری تکالیف ومصائب صحابہ کرامؓ کے جذبۂ ایمان اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وفا کو متزلزل نہ کر سکے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت اس انداز میں فرمائی کہ ان کے دِلوں سے محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا ہر محبت کو ختم کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں جو بھی چیز حائل ہوئی صحابہ کرامؓ نے کمالِ بے نیازی سے اُسے اللہ کی راہ میں قربان کر ڈالا اور جب بھی اسلام کو قربانی کی ضرورت پڑی صحابہ کرامؓ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر میں لکھتے ہیں:

- حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب تک تو اپنے بیٹوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ نہیں کر دیتا، خود کو کتے کی طرح خاک میں نہیں ملا دیتا، لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ [1] (ترجمہ: تم اُس وقت تک بِرّ (اللہ) کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دو) کا ورد کرتے ہوئے اپنے گھر بار کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کر دیتا اور یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ [2] (ترجمہ: اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں) کو ظاہر اور باطن میں اختیار کر کے رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ [3] (ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے) کا مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر لیتا تب تک تیرا یار جانی تجھ سے کہاں راضی ہو گا؟ (عین الفقر)

جو شخص معرفتِ فقر کے انتہائی درجے (وصالِ الٰہی) پر قدم رکھ لیتا ہے وہ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ کا مصداق بن جاتا ہے اور اپنا سب کچھ راہِ خدا میں صَرف کر کے صفاتِ کریمہ اختیار کر لیتا ہے۔

- جیں جیندیاں جان ماہی نوں دِتّی، اوہ دوہیں جہانیں جیوے ھُو (بیت 126)
- میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں خون بخشیا دِلبر نوں ھُو (بیت 141)
- مال تے جان سب خرچ کراہاں، کریئے خرید فقیری ھُو (بیت 174)
- جیوندیاں شَوہ کسے نہ پایا باھُوؒ، جیں لدھا تیں مر کے ھُو (بیت 192)

توفیقِ الٰہی

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

- راہِ فقر میں توفیقِ الٰہی (فضلِ الٰہی) تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کی بنیاد ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ ہمیشہ راہِ حق میں آگے

---

[1] سورۃ آلِ عمران، آیت 92 [2] سورۃ المائدہ، آیت 54 [3] سورۃ البینۃ، آیت 8

بڑھنے کی کوشش کرے لیکن ہر کامیابی کو توفیقِ الٰہی سمجھے۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمت اور کوشش کے عوض عدل وانصاف کی طلب گار ہوتی ہے مگر صادق طالبِ مولیٰ خدا سے عدل نہیں فضل کی التجا کرتا ہے۔

- راہِ فقر میں کامیابی اللہ کے فضل اور کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے فضل وکرم کے لئے نیت میں اخلاص کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔
- راہِ فقر راہِ عشق ہے۔ عاشق عشق بس عشق کی خاطر کرتے ہیں۔ صلے میں کچھ مانگنا عشق کی فطرت نہیں۔ طالب تو اس راہ میں مقامات و درجات کا بھی طالب نہیں ہوتا۔ اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور بھی اللہ تک پہنچنے کا بہانہ یا وسیلہ ہے اس لئے وہ اس کے عوض کسی بھی چیز کی امید اور خواہش ترک کر کے سب کچھ فضلِ ربّی پر چھوڑ دیتا ہے اور اللہ سے صرف نعمتِ دیدار کا ہی طلب گار ہوتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- جو طالب حیّ و قیوم کے عین العلم کا مطالعہ کر لیتا ہے وہ رسمی علوم کو یکسر فراموش کر دیتا ہے اور دونوں جہان سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ علم عین سے عین دیکھتا ہے، عین بولتا ہے، عین کے ساتھ عین ہو جاتا ہے اور عین کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ جو عین کو پا لیتا ہے وہ علم عین کو اپنا رفیق، وسیلہ اور پیشوا بنا لیتا ہے۔ یہ مراتبِ توفیق ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
- وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (سورۃ ھود۔88)

ترجمہ: اور میری توفیق اللہ (کی مدد) سے ہے۔

توفیق قدرتِ الٰہی کا ایک نور ہے۔ قربِ الٰہی کی توفیق سے وجود کی تحقیق حاصل ہوتی ہے۔ توفیق کی قوت سے اہلِ توفیق طالب اپنے وجود میں صورتِ نفس، صورتِ قلب، صورتِ روح اور صورتِ سِرّ کے ساتھ ہمکلام رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ حق اختیار کر لیتا ہے اور باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔
(نور الہدیٰ کلاں)

- اللہ کی راہ نہ علم میں ہے اور نہ جہالت میں بلکہ اللہ کی خالص محبت میں ہے۔ یہ راہ اسے نصیب ہوتی ہے جس کی رفیق توفیقِ الٰہی ہو۔
(عین الفقر)
- مرشد کامل توفیقِ الٰہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیقِ الٰہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ (عین الفقر)

- بے پرواہ درگاہ ربّ دِی باھُوؒ، نہیں فضلاں باجھ نبیڑا ھُو (بیت163)
- تول وزن وَنج پورا ہوسی باھُوؒ، جداں ہوسی فضل الٰہی ھُو (بیت187)
- غیر دِلے تھیں سُٹیے باھُوؒ، تاں رکھیئے امید فضل دِی ھُو (بیت157)

کلمہ طیّب

کلمہ طیّب ہی مسلمان ہونے کی بنیاد ہے۔ جب کوئی صدقِ دل سے کلمہ طیّب پڑھ لیتا ہے تو تمام دنیوی بت توڑ کر خالصتاً اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اقرار کرتا ہے۔ ایمان کا حصول کلمہ طیّب کے زبانی وقلبی اقرار میں ہے اور عرفانِ ذات کا حصول تصدیق بالقلب سے کلمہ کی حقیقت تک پہنچنے میں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

- قَآئِلُوْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کَثِیْرًا وَ الْمُخْلِصُوْنَ قَلِیْلًا

ترجمہ: (رسمی اور رواجی طور پر) کلمہ طیّب پڑھنے والے تو کثیر ہیں مگر اخلاص سے کلمہ طیّب پڑھنے والے بہت قلیل ہیں۔

- اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ

ترجمہ: اقرار زبان سے کرو اور تصدیق دِل سے کرو۔

- جس شخص نے صدقِ دل (تصدیقِ قلب) سے کلمہ طیبہ پڑھا، اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام قرار دے دے گا۔ (بخاری 128)

- اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ابنِ ماجہ 3800)

ترجمہ: افضل ترین ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

کلمہ طیب پڑھنے کے تین درجے ہیں: مبتدی کا زبان سے کلمہ پڑھنا، متوسط کا تصدیق دِل سے کلمہ طیب کا اقرار کرنا اور منتہی کا فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جانا ہے۔

جو شخص کلمہ طیب کے لَآ اِلٰہَ یعنی نفی کی حقیقت کو جان لیتا ہے اس سے دنیا اور آخرت کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں رہتی۔ جو شخص لَآ اِلٰہَ کی کنہ اور حقیقت کو پالیتا ہے اس پر اثبات اِلَّا اللّٰہُ کے کل درجات کھل جاتے ہیں اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا محرم راز ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محرم راز ہونا یہ ہے کہ کلمہ طیب پڑھنے والا جس وقت چاہے اپنے آپ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں لے جائے۔ جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگ جاتا ہے اس کی رگ رگ اور ریشے ریشے میں کلمہ طیب دریا کی طرح جاری ہو جاتا ہے اور وہ توحید و رسالت کی کنہ اور حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام تک پہنچنا مرشد کامل اکمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیب میں اسمِ اعظم اللّٰہ، للّٰہ، لَہٗ، ھُو اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پوشیدہ ہیں۔ مرشد کامل وہ ہے جو طالب کو کلمہ طیب میں پوشیدہ توحید و رسالت کے اسرار سے واقف کرادے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- اگر کسی کو تصدیقِ دل حاصل نہیں تو اس کا محض زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کر لینا اسے کوئی فائدہ نہ دے گا۔ (عین الفقر)

- دونوں جہان علم کی طے میں ہیں، علم کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی طے میں ہے اور کلمہ طیب اسمِ اللّٰہ ذات کی طے میں ہے۔ جو تصدیقِ دل سے کلمہ طیب کو اس کی کنہ جانتے ہوئے پڑھتا ہے اس سے کوئی شے اور علم مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا۔ (امیر الکونین)

- کلمہ طیب کے تین درجات ہیں۔ پہلا درجہ لَآ اِلٰہَ ہے دوسرا درجہ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور تیسرا درجہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے۔ ہزاروں ہزار میں سے صرف چند لَآ اِلٰہَ تک پہنچتے ہیں، چند اِلَّا اللّٰہُ تک پہنچتے ہیں اور صرف چند ایک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ تک پہنچتے ہیں۔ پس لَآ اِلٰہَ نفی اور فنا ہے۔ اِلَّا اللّٰہُ اثبات اور بقا ہے۔ مرتے وقت لَآ اِلٰہَ کہنے سے تمام عمر کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں کہ نفی میں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، اِلَّا اللّٰہُ کہنے سے بندہ اثبات کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہنے سے مراتبِ انبیا و پیغمبری پر پہنچ جاتا ہے۔ پس پیغمبروں پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور یہ مطلق محبوبیت کا مقام ہے۔ (عین الفقر)

- زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا، دِل دا پڑھدا کوئی ھُو (بیت 103)
- ہور دوا نہ دِل دِی کاری، کلمہ دِل دِی کاری ھُو (بیت 199)
- کلمے نال میں ناتی دھوتی، کلمے نال ویاہی ھُو (بیت 150)
- کلمے دِی گل تداں پیوسے، جداں مرشد کلمہ دَسیا ھُو (بیت 148)
- کلمے لکھ کروڑاں تارے، ولی کیتے سے راہیں ھُو (بیت 149)

کلمہ طیب کے زبانی اقرار اور پھر قلبی تصدیق سے دل میں موجود غیر اللہ کی محبت فنا ہو جاتی ہے اور شرک خارج ہو جاتا ہے جس کے بعد ہی حقیقی توحید نصیب ہوتی ہے۔ خاص کی توحید یہ ہے کہ دیدارِ حق تعالیٰ حاصل ہو جائے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہو جائے اور خواص کی توحید یہ ہے کہ بندہ توحید میں غرق ہو کر ہمہ تن توحید ہو جائے۔ اس کے بغیر جو کچھ ہے سب کہانیاں قصے ہیں۔

فکر اور تفکّر

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ (سورۃ روم۔8)

ترجمہ: کیا انہوں نے اپنے اندر فکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور جو کچھ ان میں ہے حق کے ساتھ اور مقررہ وقت تک، بے شک اکثر لوگ لقائے الٰہی (دیدارِ الٰہی) کو جھٹلاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے دعوتِ غور و فکر دی ہے کہ اپنے اندر تفکّر اور غور و فکر کرو اور آسمانوں اور زمین میں کہ ان کے اندر جو کچھ پیدا فرمایا گیا ہے، وہ حق ہے اور مقررہ مدت تک کے لیے ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

- تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں تفکّر کرو مگر اس کی ذات میں تفکّر مت کرو۔

- تَفَکُّرُ السَّاعَۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ

ترجمہ: گھڑی بھر کا تفکّر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

- اَلذِّکْرُ بِلَا فِکْرٍ کَصَوْتِ الْکَلْبِ

ترجمہ: فکر کے بغیر ذکر کرنا گویا کُتے کا بھونکنا ہے۔

کسی علم کو سیکھنے یا کسی چیز کو سمجھنے کے لئے جب ہم تفکّر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں تجسس پیدا ہوتا ہے کہ اس چیز کی اصلیت کیا ہے؟ یہ کیوں اور کس لئے ہے؟ اگر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی تفکّر کیا جائے تو اس چھوٹی سی بات کی بڑی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اگر کسی بڑی سے بڑی بات پر غور و فکر نہ کیا جائے تو وہ بڑی بات غیر اہم اور فضول بن جاتی ہے۔ تفکّر سے ہمیں کسی شے کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے اور پھر تفکّر ہی کے ذریعہ اس علم میں جتنی گہرائی پیدا ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس چیز اور اس چیز کی صفات کے بارے میں ہم باخبر ہو جاتے ہیں۔ دنیا آج مادی اور سائنسی ترقی کے جس مقام پر کھڑی ہے اس کی بنیاد غور و فکر ہی ہے۔ ہر ایجاد، دریافت، منطق اور اصول کے پیچھے کسی سائنس دان، فلسفی یا مفکر کا غور و فکر اور تفکّر موجود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

- اصل عبادت سوچ (غور و فکر) ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- ذکر فکر سیرے از اسرارِ حق   زیر پائے ذاکرانش نہ طبق

ترجمہ: ذکر و فکر سے اسرارِ حق کی وہ سیر نصیب ہوتی ہے کہ نو (9) طبق ذاکر کے قدموں کے نیچے آ جاتے ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

- انتہائے تفکّر پر پہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے اس لیے تفکّر کی اس راہ میں ایسے صاحبِ تفکّر مرشد کا ہاتھ پکڑ جو کامل فقیر ہو۔ (محک الفقر کلاں)

گمراہ کرنے والے تفکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اے درویش! غور کر، تیرا فکر و غم حق سبحانہٗ کی خاطر ہونا چاہیے نہ کہ اولاد اور رزق کی خاطر کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

- وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (سورۃ ھود۔6)

ترجمہ: زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا ذمہ خود اللہ نے اُٹھا نہ رکھا ہو۔

- نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (سورۃ الزخرف۔32)

ترجمہ: ہم نے دنیا میں اُن کی روزی تقسیم کر دی ہے اور بعض کو بعض پر فوقیت دے دی ہے۔

- اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (سورۃ الذٰریٰت۔58)

ترجمہ: بے شک اللہ روزی دینے والا اور زبردست قوت والا ہے۔

- وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ (سورۃ الذٰریٰت۔22)

ترجمہ: اور تمہاری روزی کا بندوبست آسمانوں میں ہے جس کا وعدہ تم سے کیا گیا ہے۔

- وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (سورۃ العنکبوت۔60)

ترجمہ: اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اُٹھا کر نہیں چلتے کہ اللہ اُنہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی روزی دینے والا اللہ ہی ہے، وہی ہے جو (سب کی) سنتا ہے اور (سب کے حالات کو) جانتا ہے۔ (محک الفقر کلاں)

انسان دن رات دنیا بنانے کی فکر اور اس کے لیے سوچ و بچار (تفکر) میں مصروف رہتا ہے۔ غفلت انسان کو عباداتِ شریعت کی طرف آنے نہیں دیتی اور جو عباداتِ شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوتِ قرآن) تک پہنچ چکے ہیں وہ اسی میں مگن ہیں، اس سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ ظاہری عبادات اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ضرور ہیں لیکن منزل نہیں ہیں۔ جو جہاں پر ہے اسی مقام میں مگن اور غفلت کا شکار ہے۔ ہم اپنے بارے میں، اپنے بیوی بچوں، گھر بار، کاروبار، عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کے بارے میں ہر لحہ سوچتے اور غور و فکر کرتے رہتے ہیں، کیا ہم نے کبھی مقصدِ حیات کے بارے میں غور و فکر کیا ہے؟ چونکہ بندے کی زندگی کا مقصد اللہ کو پانا ہے اس لیے جو اس مقصد سے غافل رہے گا وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا۔

حضرت سخی سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

- فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور   تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

ترجمہ: تیرا بیٹا اللہ کا بندہ ہے، تو اس کا غم نہ کر۔ تیری کیا حیثیت کہ خدا سے بہتر بندہ پروری کر سکے! (نور الہدیٰ کلاں)

- ذکر کنوں کر فکر ہمیشاں، ایہہ لفظ تکھّا تلواروں ھُو (بیت 96)

استقامت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

✦ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ (سورۃ حٰمٓ السجدہ۔30)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اور پھر اس اقرار پر استقامت سے قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ تم آخرت کا خوف اور غم مت کرو بلکہ اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ثابت قدمی یا استقامت راہِ حق کی مشکلات اور آزمائشوں کو صبر و حوصلہ سے پار کرنے کی طاقت عطا کرتی ہے۔ یہ دین و دنیا دونوں میں کامیابی کی بنیاد ہے۔ راہِ فقر میں استقامت سے اپنے سفر کو جاری رکھنا ہی بہت بڑی کامیابی ہے بلکہ اسے کرامت سے بھی بڑھ کر مانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عشق میں جواں مرد بن کر منزل کی جانب بڑھتے رہنا چاہیے اور مشکلاتِ راہ سے ڈرنا یا گھبرانا نہیں چاہیے۔ لوگ تو ایک مصیبت سے ڈرتے ہیں جب کہ عاشقِ حق تعالیٰ بصد خوشی بے شمار مصائب مول لے لیتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ راہِ حق میں بے شمار خطرات ہیں، اپنی کشتیٔ عشق کی طوفانی لہروں کے حوالے کر دیتا ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✤ راہِ فقر میں استقامت اختیار کرنی چاہیے نہ کہ خواہشاتِ نفس اور کرامت۔ کیونکہ استقامت مرتبۂ خاص ہے اور کرامت مرتبۂ حیض و نفاس ہے۔ (عین الفقر)

✤ راہِ فقر میں اگر کوئی ثابت قدم رہتا ہے تو وہ صاحبِ رازِ حقیقی بن جاتا ہے۔ اگر کوئی اسمِ اللہ ذات سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور ہمت و استقامت کو چھوڑ کر دنیا اور اہلِ دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے تو وہ مرتبۂ شہبازیٔ فقر اور رازِ فقر سے منہ موڑتا ہے، وہ گویا چیل ہے جس کی نظر مردار پر اٹکی ہوئی ہے اس لیے وہ دونوں جہانوں میں ذلیل و خوار ہے اور اس کا دِل دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔ (محک الفقر کلاں)

یعنی کرامات راہِ فقر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ سب سے بڑی کرامت استقامت اور مستقل مزاجی سے اس راہ پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچنا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں بھی ہے:

✦ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَہُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ○ (سورۃ التین۔6)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ثابت قدم رہے ان کیلئے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

- ثابت صِدق تے قدم اگیرے، تائیں ربّ لبھیوے ھُو (بیت50)
- میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں رکھیا قدم اگیرے ھُو (بیت52)
- ثابت صدق تے قدم اگوہاں باھُوؒ، ربّ سِکدیاں دوست ملائے ھُو (بیت107)

علم

دنیا میں تمام علوم، فلسفہ اور سائنس کی بنیاد عقل وخرد پر ہے اور یہ سب عقل کے ذریعے ہی حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام علوم کثرت کے دائرہ میں آتے ہیں اور انسانی عقل بھی صرف کثرت میں رہ کر ہی کام کرسکتی ہے۔ اسکے برعکس مالکِ کل کثرت سے مبرّا ہے، وہ وحدت، احد کی صورت ہے لہٰذا اس سے متعلقہ علم یا روحانیت کی بھی وہی صورت ہے۔ کثرت کی دنیا میں مقید انسانی علم اور عقل اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

عام لوگ عارفین کی تعلیمات کو عقلی طور پر ایک حد تک ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ مشاہداتِ حق پر مبنی یہ علمِ حق مکمل طور پر عقل کی گرفت میں نہیں آسکتا۔

عام طور پر جب اللہ اور دین سے متعلق کسی حقیقت کو سمجھنے کے لیے عقل کا استعمال کیا جاتا ہے تو دائرہ عقل محدود ہونے کی وجہ سے اس سمجھ میں تنگ نظری کو زیادہ دخل حاصل ہوتا ہے۔ اس تنگ نظری کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مذہبی راہنماؤں کے ہاتھوں علمِ دین پیٹ کا دھندہ بن جاتا ہے اور اللہ کی مخلوق میں تفرقہ پیدا کر کے جھگڑے اور فساد کا باعث بنتا ہے۔ دلائل اور بحث ومباحثہ سے اپنے مسلک، فرقہ، گروہ اور جماعت کو دوسرے کے مسلک، فرقہ، گروہ اور جماعت سے برتر ثابت کیا جاتا ہے اور یوں لوگ حقیقی دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

عقلی بنیاد پر حاصل کیا گیا علم انفرادی سطح پر بھی کبھی کبھی حق کے حصول میں رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کے اندر چھپی ہوئی انانیت کو ابھارتا ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور پھر یہ علم بندے اور اللہ کے درمیان بہت بڑے حجاب کی صورت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔

عارفین نے اپنی کتب میں ہمیشہ علم کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور علم حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ جہاں کہیں بھی علم کی مذمت نظر آتی ہے وہاں علمِ بے مغز مراد ہے۔ علم ایک نور ہے اور علم ہی عقل کے اوپر پڑا ہوا ایک پردہ بھی ہے۔ وہ علم جو حقیقت تک پہنچا دے وہ نور ہے اور جو حقیقت سے دور کردے وہ علم عقل پر ایک پردہ بن جاتا ہے جس کے بارے میں حدیثِ مبارکہ ہے:

- اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَرِ

ترجمہ: علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اپنی تصنیفات میں بھی علم کی اہمیت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ آپؒ علم کی تحصیل میں نیت کی اہمیت کا ذکر بھی فرماتے ہیں۔ اگر علم اس لیے حاصل کیا جا رہا ہے کہ اس کی مدد سے دولت کما کر یا کوئی سرکاری عہدہ حاصل کر کے حرص وہوس کے تقاضوں کو

پورا کیا جائے تو یہ مذموم ہے اور اگر علم اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ فضیلت بخش ہے۔اس سے آدمی عارف اور عالمِ علمِ ربوبیت ہو جاتا ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں:

❖ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْمُعَامَلَةِ وَ عِلْمُ الْمُكَاشِفَةِ

ترجمہ: علم دو قسم کے ہیں علمِ معاملہ اور علمِ مکاشفہ۔

چونکہ علمِ مکاشفہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اس لیے یہی علمِ معاملات بھی ہے یعنی علمِ معاملات علمِ مکاشفات میں ہی پایا جاتا ہے کیونکہ اسمِ اللہ ذات کی مشق اور تصور سے کتبُ الاکتاب بے حجاب ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر ظاہری اور باطنی علم کے ساتھ کلمات الحق کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے۔(شمس العارفین)

❖ پس علم بھی دو قسم کا ہے۔علمِ عارفیت اور علمِ عاریّت۔علمِ عارفیت اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا طالب بناتا ہے جبکہ علمِ عاریّت مردار دنیا کا طالب بناتا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

❖ اَلدُّنْیَا مَنَامٌ وَ عَیْشُھَا فِیْہِ اِحْتِلَامٌ

ترجمہ: دنیا خواب ہے اور اس کی عیش وعشرت احتلام ہے۔

ایسا علم جو اللہ کے لیے اور نیک اعمال سیکھنے کی خاطر حاصل کیا جائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے (قرب کے) مرتبہ تک پہنچاتا ہے اور جو علم دنیا کمانے کے لیے حاصل کیا جائے ابو جہل کا ہم نشین بناتا ہے۔(عین الفقر)

آپؒ نے علم کو دو حصوں یعنی علمِ ظاہر اور علمِ باطن میں تقسیم کر کے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔علمِ ظاہر سے علمِ فقہ و منطق یا وہ تمام علوم وفنون مراد ہیں جو بنی نوع انسان کے لیے کسی لحاظ سے بھی مفید ہیں اور علمِ باطن سے علمِ سلوک و تصوف یا علمِ معرفت و فقر مراد ہے۔فقیر کے لیے دونوں ضروری ہیں۔آپؒ فرماتے ہیں:

❖ علمِ ظاہر ابتدا ہے اور علمِ باطن انتہا ہے۔ان دونوں علوم کے بغیر مرتبۂ عین تک نہیں پہنچا جا سکتا۔علم مونسِ جان ہے۔علم کے بغیر زہد کرنے والا شیطان ہے۔(کلید التوحید کلاں)

فقیر علمِ ظاہری سے بے نیاز نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ انبیا کی تعلیم ہے۔وہ فقیر جو علمِ ظاہری سے دوستی نہیں رکھتا وہ باطنی مجلسِ انبیا سے خارج ہو جاتا ہے اور کسی مرتبے کو نہیں پہنچتا۔البتہ حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ علمِ باطن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔علمِ باطن کی لیاقت حاصل ہو تو علمِ ظاہر کا حصہ بھی اس میں سے نکل آتا ہے کیونکہ ''..........عارف باللہ اگرچہ ظاہری اور باطنی علم میں رکا نہیں رہتا۔'' (تیغ برہنہ)

اگر آدمی علمِ ظاہر تک ہی محدود رہے تو علمِ باطن سے محروم رہ جاتا ہے اور جو شخص نہ علمِ ظاہر سے بہرہ ور ہے اور نہ ہی علمِ تصوف سے آشنا ہے اسے فقر کے درجہ سے ہی نہیں بلکہ عام آدمیت کے درجہ سے بھی گرا ہوا سمجھنا چاہیے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- علم لوازمہ راہ ہے اور ہر حال میں حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ جاہل فقیر گمراہ ہوتا ہے۔ علم مونسِ جان ہے اور جاہل فقیر شیطان سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علمِ ظاہر قال و بیان ہے اور علمِ باطن معرفت وعین وصال ہے۔ جہاں علم عیاں ہو وہاں قال و بیان کی کیا ضرورت؟ جو نہ تصوف کے علمِ عیان سے واقف ہو اور نہ ہی علمِ فرائض، واجب، سنت، مستحب ومسائلِ فقہ کا علمِ بیان رکھتا ہو اسے فقیر نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ نفس و شیطان کی قید میں جکڑا ہوا حیوان ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

علمِ باطن سے قربِ الٰہی کے درجات اور مشاہدات و واردات کا علم مراد ہے اور یہ علمِ ظاہر کے بعد مرشد کامل اکمل کی نگاہ وصحبت اور اخلاص فی العمل سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت سخی سلطان باھُو نے اخلاص فی العمل کے زاویۂ نظر سے بھی علم کے فضائل پر روشنی ڈالی ہے۔ علم کی فضیلت عمل سے ہے اور جب علم اخلاص کے ساتھ بہ شانِ استقلال واستقامت انسان کے عمل سے ظاہر ہو تو یہی فقر ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

- جو شخص عمر بھر علم اور عمل میں مصروف رہے وہی فقیر کامل ہے۔ (عقلِ بیدار)
- جب علم (حقیقی) کی بدولت عالم پر نورانی راز اور انوارِ الٰہی نازل ہوتے ہیں اور جب مومن کی زبان اور دل میں موافقت پیدا ہو جانے سے اس کا دل اور زبان ایک ہو جاتے ہیں، اس وقت عشق کے انوار اس کے دل کو اپنا مسکن بنا لیتے ہیں۔ (عین الفقر)

فقیر اگر باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ علمِ ظاہری میں بھی درجہ رکھتا ہو تو اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔

جو علما اور جعلی صوفیا علم حاصل کرنے کے باوجود معرفتِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں اُن کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- الف اللہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں، ناں گیا حجابوں پَردا ھُو (بیت 02)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ابیات میں اُن علما اور مشائخ پر تنقید کرتے ہیں جو علم مال و دولت، شہرت اور حکمرانوں کی توجہ کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

- پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون، کیا ہویا اِس پڑھیاں ھُو (بیت 33)

بعض علمائے سُو علم کے بعد تکبر اور انانیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

- پڑھ پڑھ عالِم کرن تکبر، حافظ کرن وڈیائی ھُو (بیت 34)
- پڑھیا علم تے وَدھی مغروری، عقل بھی گیا تلوہاں ھُو (بیت 37)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کو مختصراً اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ قارئین کو ابیات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مکمل اور تفصیلی مطالعہ کے لیے اس فقیر کی تصنیف ''شمس الفقرا'' یا اس کے انگلش ترجمہ Sufism - The Soul of Islam کا مطالعہ فرمائیں۔

ابیاتِ باھُوؒ

کامِل

1 الف

اَللّٰہ چنبے دی بوٹی، میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اَثبات دا پانی مِلیس[1]، ہر رَگے ہر جائی ھُو
اندر بوٹی مُشک مچایا، جاں پھلاّں تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ، جَیں ایہہ بوٹی لائی ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
الف اللہ	اسمِ اللہ ذات	نفی اَثبات	ناں اور ہاں۔ نفی سے مراد لَآ اِلٰہَ (نہیں کوئی معبود) ہے اس سے مرشد دِل سے غیر اللہ کو نکالتا ہے جب دِل یا باطن غیر اللہ سے خالی ہو جاتا ہے تو اثبات اِلَّا اللّٰہ (مگر اللہ) کا مقام آتا ہے یعنی دِل میں اللہ تعالیٰ کی ذات جلوہ گر ہوتی ہے۔
چنبے دی بوٹی	چنبیلی کا پودا		
مَن	دِل، روح، باطن		
وِچ	میں		
لائی	لگائی		
ملیس	ملا		
ہر رَگے ہر جائی	رگ رگ، ریشہ ریشہ میں	جیوے	سلامت رہے، حیات رہے
مُشک مچایا	مہک یا خوشبو پھیلائی	جَیں	جس نے
پھُلاں تے آئی	پھولوں کا لگنا	ایہہ	یہ

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اسمِ اللہ ذات کو چنبیلی کے پودے، جسے موتیا بھی کہتے ہیں، سے تشبیہ دی ہے۔ سلطان العارفین سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ پہلے عارف ہیں جنہوں نے اسمِ اللہ ذات کے لیے ''چنبے دی بوٹی'' کا استعارہ استعمال فرمایا ہے۔ چنبیلی کے پودے کی پہلے پنیری (بوٹی) لگائی جاتی ہے اور جب وہ آہستہ آہستہ نشوونما پا کر ایک مکمل پودا بن جاتا ہے تو چنبیلی کے پھولوں سے لد جاتا ہے اور اس کی خوشبو پورے ماحول کو مہکا دیتی ہے۔ اسی طرح جب مرشد طالب کو ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات عطا فرماتا ہے تو گویا اس

[1] بعض نسخوں میں ''ملیوس'' آیا ہے معنی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی ''ملنا''

کے دِل میں ایک پنیری لگا دیتا ہے اور اسمِ اللہ ذات کا نور مرشد کی نگہبانی میں آہستہ آہستہ طالبِ صادق کے پورے وجود میں پھیل کر اس کو منور کر دیتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا مرشد کامل ہمیشہ حیات رہے جس نے مجھ پر فضل و کرم اور مہربانی فرمائی اور اسمِ اللہ ذات عطا فرما کر اپنی نگاہِ کامل سے میرے دِل میں اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اس نے نفی (لَآ اِلٰہَ) سے تمام غیر اللہ اور بتوں کو دِل سے نکال دیا ہے اور اثبات (اِلَّا اللّٰہُ) کا راز کھول کر مجھے اسم سے مسمّٰی تک پہنچا دیا ہے۔ اب یہ راز اور اس کے اسرار میری رگ رگ، ریشہ ریشہ اور مغز و پوست تک میں سرایت کر گئے ہیں۔ اب تو اسمِ اللہ ذات پورے وجود کے اندر اتنا سرایت کر چکا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو اسرار اور راز مجھ پر کھل چکے ہیں اُن کو ساری دنیا پر ظاہر کر دوں لیکن خواص کے یہ اسرار عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے اسی لئے اِن رازوں کو سنبھالتے سنبھالتے جان لبوں تک آ چکی ہے۔ ظاہر باطن میں جدھر بھی نظر دوڑاتا ہوں اب مجھے اسمِ اللہ ذات ہی نظر آتا ہے اور حالت اس آیت کی مثل ہو چکی ہے کہ ''تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔'' (سورۃ البقرہ۔115)

2 الف

اَللّٰہ پڑھیوں پڑھ حافظ ہویوں، ناں گیا حجابوں پَردا ھُو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں، پر طالب ہویوں زَر دا ھُو
سَے ہزار کتاباں پڑھیاں، پر ظالم نفس نہ مَردا ھُو
باجھ فقیراں کسے نہ ماریا باھُوؒ، ایہہ ظالم چور اندر دا ھُو

لغت

پڑھیوں	پڑھ لیا	ظالم نفس	نفسِ امارہ
حافظ ہویوں	حافظ ہو گیا	باجھ	بغیر۔سوائے
ناں	نہ	پر	مگر۔لیکن
حجابوں	حجاب کی جمع یعنی پردہ	ایہہ	یہ
ہویوں	ہوا۔ہوئے	اندر	باطن
طالب	طلب کرنے والا، خواہش مند	سَے	سینکڑوں
زر	سونا، مال و دولت		

تُو نے اسمِ اللہ ذات کا ذکر مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کی رفاقت، راہبری اور اجازت کے بغیر کیا اور تُو اس کا حافظ بھی بن چکا ہے مگر تیرا حجاب دور نہ ہوا کیونکہ یہ حجاب تب تک دور نہیں ہو سکتا جب تک صاحبِ مسمّٰی مرشد کامل ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات عطا نہ فرمائے اور پھر تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے رازِ پنہاں سے پردہ نہ اٹھائے۔ تو نے ذکرِ اللہ کے ساتھ ساتھ مختلف دینی اور دنیاوی علوم پر مشتمل ہزاروں کتابیں بھی پڑھ ڈالی ہیں اور ان کتب کا تو عالم بھی ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود تیرا نفس نہیں مر سکا یعنی تو نفسِ امارہ سے چھٹکارا حاصل کر کے نفسِ مطمئنہ کی منزل تک نہیں پہنچ سکا۔ بلکہ اِن علوم کو حاصل کر کے تیری نفسانی خواہشات میں اضافہ ہی ہوا ہے اور اب تو نے ان علوم کو دنیا، دولت اور شہرت کے حصول کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیری نظر اور دِل پر پڑے ہوئے پردے نہیں اٹھ سکے اور تُو حق تعالیٰ کی پہچان میں ناکام رہا۔ یاد رکھ نفس انسانی جسم کے اندر چھپا ہوا ایک ایسا چور ہے جس کو مرشد کامل اکمل کی نگاہ ہی مار سکتی ہے۔

کچھ کتب میں اس بیت کے دوسرے مصرعہ کا آخری حصہ اس طرح لکھا گیا ہے ''بھی طالب ہویوں زر دا ھُو'' یعنی پَر کی جگہ 'بھی' استعمال ہوا ہے جو مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

3 الف

اَحد جد دِتّی وِکھالی، از خود ہویا فانی ھُو
قرب وِصال مقام نہ منزل، ناں اوتھے جسم نہ جانی ھُو
نہ اوتھے عشق محبت کائی، نہ اوتھے کون مکانی ھُو
عینوں عین تھیوسے باھُوؒ، سِرّ وحدت سبحانی ھُو

لغت

اَحد	یکتا، مرتبہ لاتعین مرتبہ احدیت (ھاھویت) مراد ہے۔	وصال	ملاپ
		اوتھے	وہاں
جَد	جب	کائی	کوئی
دِتّی	دی	کون مکانی	کون ومکاں یعنی کائنات اور مکان
وکھالی	تجلّی۔دیدار	عینوں عین	ہو بہو
فانی	فنا	تھیوسے	ہو گئے
ناں	نہ	سِرّ	راز
جسم نہ جانی	جسم نہ جان۔روح وجسم مراد ہے	وحدت سبحانی	اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر اپنی ہستی ختم کر لینا
قرب	قربت، نزدیکی		

مقامِ احدیت (ھاھویت) میں جب اللہ تعالیٰ نے تجلّیٔ ذات وارد فرمائی تو دوئی ختم ہوگئی اور میں ذات میں فنا ہو کر فانی اور توحید میں فنا ہو کر ہمہ تن توحید ہوگیا یعنی فنافی ھُو ہوگیا۔ یہاں پر قرب ووصال، مقام ومنزل، عشق ومحبت، جسم وروح اور کون ومکان کا تصور ختم ہوجاتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں ہم وحدتِ سبحانی کا عین اور اس کا سِرّ ہوگئے۔

4 **الف**

الله صحی کیتوسے جداں، چمکیا عشق اگوہاں ھُو

رات دیہاں دیوے تاہ تکھیرے، نِت کرے اگوہاں سُوہاں ھُو

اندر بھائیں اندر بالن، اندر دے وِچ دُھوہاں ھُو

باھُوؒ شوہ تداں لدھیوسے، جداں عشق کیتوسے سُوہاں ھُو

لغت

صحی	صحیح۔درست۔ٹھیک	تکھیرے	تیزتر
کیتوسے	کرلیا۔حقیقت معلوم ہوگئی	نت	ہروقت۔ہمیشہ،ہرلمحہ
جداں	جب،جس وقت	سُوہاں	واقف،بھیدی
چمکیا	روشن ہوا،منور ہوا	بھاہیں	آگ
اگوہاں	اورآگے	بالن	جلنے والی لکڑیاں،ایندھن
رات دیہاں	رات اور دِن	دُھوہاں	دھواں
دیوے	دیتاہے	شوہ	محبوب مراد اللہ تعالیٰ
تاہ	تپش،گرمی،آگ	تداں	تب
لدھیوسے	ملے گا		

جب ہم نے اسمِ اللہ ذات کی حقیقت کو پہچان لیا اور اُس کا راز ہم پر منکشف ہوگیا تو عشق کی آگ ہمارے اندر بھڑک اٹھی اور اس کی تپش سے محبوبِ حقیقی سے ملنے کے لئے ہماری بے چینی و بے قراری بڑھتی جارہی ہے۔اس عشق کی تپش ہمیں راہِ فقر میں اگلی منزل کی طرف قدم بڑھانے پر مجبور کررہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب و وصال کی بے قراری کے درد اور تڑپ نے من میں طوفان برپا کررکھا ہے۔جب عشق نے راہِ فقر کی رسومات سے ہمیں واقف کرادیا تو ہم نے محبوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کو پالیا۔

5 الف

ایہہ دُنیا زَن حیض پلیتی، کتنی مَل مَل دھووَن ھُو
دُنیا کارن عالم فاضل، گوشے بہہ بہہ رووَن ھُو
جیندے گھر وِچ بُوہتی دنیا، اَوکھے گھُوکر سووَن ھُو
جنہاں ترک دنیا تھیں کیتی باھُوؒ، واہندی نکل کھلووَن ھُو

لغت

ایہہ	یہ	وِچ	میں
زَن	عورت	بوہتی	وافر، زیادہ
پلیتی	ناپاکی	اوکھے	بمشکل
مَل مَل	خوب اچھی طرح	گھوکر	گہری، اطمینان اور سکون
دھووَن	دھونا	سووَن	سوئیں
کارن	کے لیے	جنہاں	جنہوں نے
گوشے	کونے	دنیا تھیں	دنیا سے
بہہ بہہ	بیٹھ بیٹھ کر	کیتی	کی
رووَن	رونا	واہندی	بہتی ندی، رواں دریا
جیندے	جس کے	کھلووَن	پار نکل جانا

یہ دنیا اسی طرح پلید اور ناپاک ہے جس طرح عورت حیض کی حالت میں ناپاک ہوتی ہے۔ خواہ کتنا ہی پاکیزہ ہونے کی کوشش کرے، پاک نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح جو حبِ دنیا میں مبتلا ہوتا ہے اس کی کوئی عبادت و ریاضت قبول نہیں ہوتی۔ کتنے ہی عالم فاضل دنیا اور اس کی لذّات کو ریاضت اور چلہ کشی کے ذریعے ترک کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے۔ جس کے گھر میں جتنی زیادہ دولت اور مَن میں جتنی زیادہ دنیا کی محبت ہوتی ہے وہ اتنا ہی بے چین اور بے سکون ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آرام کی نیند بمشکل ہی سوتے ہیں کیونکہ مال کی حفاظت کی فکر انہیں سونے نہیں دیتی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے مقصدِ حیات کو سمجھا اور خواہشاتِ دنیا سے منہ موڑ لیا وہ اس جہان سے کامیاب و کامران گئے۔

6 **الف**

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سنیا دِل میرے، جند قَالُوْا بَلٰی کوکیندی ھُو
حُبّ وطن دِی غالب ہوئی، ہِک پَل سون نہ دیندی ھُو
قہر پوے تینوں رہزن دُنیا، تو تاں حق دا راہ مریندی ھُو
عاشقاں مول قبول نہ کیتی باھُوؒ، توڑے کر کر زاریاں روندی ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ	کیا میں تمہارا ربّ نہیں (سورہ اعراف)	تینوں	تجھے
قَالُوْا بَلٰی	سب نے کہا ہاں بیشک (سورہ اعراف) اس آیت میں ارواح سے روزِ ازل جو وعدہ لیا گیا اس کا ذکر ہے	رہزن	راہ میں لوٹنے والی یعنی لٹیری
		تو تاں	تُو تو
جند	روح	حق دا راہ	راہِ فقر، راہِ حق تعالیٰ
کوکیندی	ہجر و فراق میں گریہ وزاری	مریندی	مارتی ہے، گمراہ کرتی ہے
حُبّ	محبت	مول	ہرگز
وطن	یہاں عالمِ ارواح مراد ہے جو روح کا وطن ہے	کیتی	کی
ہِک پل	ایک لمحہ	توڑے	اگرچہ
سون	سونے	زاریاں	آہ وزاری
دیندی	دیتی ہے	روندی	رونا، روتی ہے

روزِ ازل جب سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں) سنا ہے اس وقت سے میری روح مسلسل قَالُوْا بَلٰی (بیشک تو ہی ہمارا ربّ ہے) پکار رہی ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد بھی مجھ پر وطن (عالمِ لاھوت) کی محبت اس قدر غالب ہے کہ ایک لمحہ بھی چین اور سکون نہیں ہے۔ اے رہزن دنیا! تجھ پر قہر نازل ہو کیونکہ تو حق تعالیٰ تک جانے کی راہ میں حائل ہے۔ یہ دنیا خواہ کتنی ہی رنگین اور دلکش کیوں نہ ہو جائے عاشقینِ ذاتِ الٰہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اپنی منزل وصالِ الٰہی تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

بعض کتب میں اس بیت کے پہلے مصرعہ میں ''جند'' کی جگہ لفظ ''نت'' استعمال ہوا ہے چونکہ روح کا تعلق روزِ ازل سے ہے اس لیے نت کی بجائے جند ہی مناسب ہے۔

7 الف

ایہو نفس اساڈا بیلی، جو نال اساڈے سِدّھا ھُو
زاہد عالم آن نوائے، جِتھے ٹکڑا ویکھے تھِدّا ھُو
جو کوئی اِس دی کرے سواری، اُس نام اللہ دا لِدّھا ھُو
راہ فقر دا مشکل باھُوؒ، گھر ما نہ سیرا رِدّھا ھُو

لغت

ایہو	یہی	ٹکڑا	روٹی
اساڈا	ہمارا	تھِدّا	روغنی، گھی والی، چپڑی ہوئی۔ لذیذ اور مرغن کھانا مراد ہے
بیلی	دوست، یار	سواری	مراد نفس پر قابو پالے
نال	ساتھ	نام اللہ دا	اسمِ اللہ ذات
اساڈے	ہمارے	لِدّھا	پایا، ڈھونڈا، حاصل کیا
سِدّھا	سیدھا	ما	والدہ، ماں
آن نوائے	جھک گئے، گر گئے، گمراہ ہو گئے	سیرا	حلوہ
جتھے	جہاں	رِدّھا	پکایا ہوا

یہ نفس اب مطمئنہ ہو کر ہمارا دوست اور ساتھی بن چکا ہے اور اب ہمارے ساتھ صراطِ مستقیم پر ہے۔ جبکہ اسی نفس نے "امّارہ" کی حالت میں کئی عالموں، فاضلوں اور زاہدوں کو خواہشات کا غلام اور مال و دولت کا حریص بنا دیا ہے اور وہ جہاں سے مال و زر ملنے کی امید ہوتی ہے وہیں دین کے بدلے دنیا خرید لیتے ہیں۔ جس نے مرشد کامل سے اسمِ اللہ ذات حاصل کر لیا اور اس کا ذکر اور تصور اخلاص سے کیا اس کا نفس امّارہ سے مطمئنہ ہو گیا۔ فقر کے راستہ میں بڑے مشکل مراحل، منازل اور آزمائشیں ہیں۔ یہ کوئی اماں جی کا گھر میں پکا پکایا حلوہ نہیں ہے کہ جسے آسانی سے کھا لیا جائے۔

8 الف

ازل ابد نوں صحی کیتوسے، ویکھ تماشے گزرے ھُو
چوداں طبق دِلے دے اندر، آتش لائے حجرے ھُو
جنہاں حق نہ حاصل کیتا، اوہ دوہیں جہانیں اُجڑے ھُو
عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت باھُوؒ، ویکھ تنہاندے مجرے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ازل	ابتدائے کائنات، آغاز	جنہاں	جنہوں نے
ابد	منتہائے کائنات	کیتا	کیا
نوں	کو	دوہیں جہانیں	دونوں جہانوں میں
صحی	صحیح	اجڑے	اجڑ گئے، تباہ ہو گئے
کیتوسے	کیا	وِچ	اندر
ویکھ	دیکھ	وحدت	ذاتِ حق تعالیٰ
چوداں طبق	تمام کائنات جو "کُن" سے تخلیق ہوئی	تنہاندے	اُن کے
دِلے دے	دِل کے	مجرے	ناچ گانا، فضول کام یہاں دنیادار لوگوں کا دنیا میں مشغول ہونا مراد ہے
آتش لائے حجرے	عشقِ الٰہی کی آگ نے مستقل دِل میں جگہ بنالی		

ہم نے ازل سے ابد تک کا سارا کھیل تماشا دیکھ لیا ہے۔ چودہ طبقات (تمام کائنات) باطن کے اندر پوشیدہ ہیں جہاں عشقِ الٰہی کا مستقل ٹھکانہ ہے۔ جنہوں نے اپنا مقصدِ حیات (دیدار و وصالِ الٰہی) حاصل نہ کیا وہ دونوں جہانوں میں تباہ و برباد ہو گئے۔ صرف عاشق ہی اہلِ دنیا کی فضولیات اور ہنگاموں سے منہ موڑ کر وحدتِ ذات میں غرق ہو کر "عین ذات" ہو گئے ہیں۔

9 الف اندر ھُو تے باہر ھُو، ایہہ دَم ھُو دے نال جِلیندا ھُو
ھُو دا داغ محبت والا، ہر دَم پیا سِڑیندا ھُو
جِتھے ھُو کرے رُشنائی، اُوتھوں چھوڑ اندھیرا وِیندا ھُو
میں قُربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑا ھُو نوں صحی کرِیندا ھُو

لغت

ایہہ	یہ	ویندا	بھاگ جاتا ہے، چلا جاتا ہے
دَم	سانس	تنہاں توں	اُن کے
جِلیندا	رہتا ہے	جیہڑا	جو
سِڑیندا	تڑپا رہا ہے۔ جلا رہا ہے	نوں	کو
رُشنائی	روشنی مراد نور	صحی	صحیح۔ درست
اوتھوں	وہاں سے	کریندا	کرتا ہے
اندھیرا	ظلمت		

فقراء اور عارفین نے ’’ھُوْ‘‘ کو اسمِ اعظم اور سلطان الاذکار بتایا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

- اسمِ اللہ جلّ جلالہٗ کے چار حروف ہیں ’’ا، ل، ل، ہ‘‘۔ جب اسمِ اللہ سے ’’ا‘‘ جدا کیا جائے تو یہ لِلّٰہ رہ جاتا ہے جب الف کے بعد پہلا ’’ل‘‘ بھی جدا ہو جائے تو ’’لَہٗ‘‘ رہ جاتا ہے اور جب دوسرا ’’ل‘‘ بھی جدا کر دیا جائے تو یہ ’’ھُوْ‘‘ رہ جاتا ہے اور یہ چاروں اسمائے اعظم ’’اللہ، لِلّٰہ، لَہٗ اور ھُو اسمِ اللہ ذات ہیں۔ (عین الفقر)

- شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں ’’ھُو عارفین کا آخری اور انتہائی ذکر ہے۔‘‘
- سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے ھُو کو عارفین کا آخری اور انتہائی ذکر قرار دیا ہے:

ذاکراں را انتہا ’’ھُو‘‘ شد تمام

ترجمہ: ذکرِھو ذاکرین کا آخری ذکر ہے۔

✤ اسمِ اللہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں اوّل اسمِ اللہ، جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے جب اسمِ اللہ سے ''ا'' جدا کیا جائے تو یہ اسم لِلّٰہ بن جاتا ہے اسمِ لِلّٰہ کا ذکر فیضِ الٰہی ہے جب اسمِ لِلّٰہ کا پہلا ''ل'' جدا کیا جائے تو یہ اسمِ ''لَہٗ'' بن جاتا ہے اسمِ ''لَہٗ'' کا ذکر عطائے الٰہی ہے جب دوسرا ''ل'' بھی جدا کر دیا جائے تو یہ 'ھُوْ' بن جاتا ہے اور اسمِ 'ھُوْ' کا ذکر عنایتِ الٰہی ہے۔ (محک الفقر کلاں)

✤ ابتدا ھُو انتہا ھُو ہر کہ با ھُو می رسد　　عارفِ عرفان شود ہر کہ با ھُو 'ھُو' شود

ترجمہ: ابتدا بھی ھُو ہے اور انتہا بھی ھُو ہے۔ جو کوئی ھُو تک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور ھُو میں فنا ہو کر 'ھُو' بن جاتا ہے۔ [1]

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ سلطان الاذکار ھُو کے اسرار بیان فرما رہے ہیں کہ جو طالب تصور اسمِ اللہ ذات، ذکرِ ھُو اور مرشد کامل اکمل کی مہربانی سے ھُو کا راز حاصل کر لیتا ہے اُسے ظاہر و باطن میں ہر طرف ھُو ہی نظر آتا ہے اور حالت یہ ہو جاتی ہے ''تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہی نظر آئے گا'' (سورۃ البقرہ۔115)۔ ھُو کی محبت جب دِل کے اندر گھر کر لیتی ہے تو دوسری ہر محبت جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور عشق ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں کے قربان جاؤں جو ھُو کے راز کو حاصل کرنے کے لیے ہر لمحہ بے قرار اور بے سکون رہتے ہیں اور پھر اپنی منزل ھُو کو پا ہی لیتے ہیں۔

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں صفحہ 59

10 الف

ادھی لعنت دُنیا تائیں، تے ساری دنیاداراں ھُو
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی، لین غضب دیاں ماراں ھُو
پیوواں کولوں پتر کوہاوے، بھٹھ دُنیا مکاراں ھُو
جنہاں ترک دُنیا کیتی باھُوؒ، لیسن باغ بہاراں ھُو

لغت

اَدّھی	آدھی	کولوں	سے
تائیں	پر	پُتر	بیٹے
تے	اور	کوہاوے	مروائے، ذبح کرائے
دنیاداراں	دنیادار، طالبانِ دنیا	بھٹھ	بھٹی میں جل جائے
جیں	جس نے	مکاراں	مکار
راہ صاحب دے	اللہ تعالیٰ کی راہ میں	جنہاں	جنہوں نے
کیتی	کی	ترک دنیا کیتی	دنیا ترک کی
لین	لیتے ہیں	لیسن	لیں گے
غضب دیاں ماراں	سخت سزائیں	باغ بہاراں	مزے
پیوواں	باپوں۔باپ کی جمع		

آدھی لعنت دنیا پر اور ساری دنیاداروں پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو چھوڑ کر دنیا اور خواہشاتِ دنیا کی محبت میں مبتلا ہیں۔ جنہوں نے دنیا، مال و دولت، جان اور اولاد اللہ کی رضا کے لئے خرچ نہ کیے وہ دنیا اور آخرت میں سخت سزا کے مستحق ہیں۔ دنیا انسان کو اس قدر حرص وحسد میں مبتلا کر دیتی ہے کہ باپ اپنے بیٹے تک کو اس کے لئے قتل کر دیتا ہے۔ اے مکار دنیا! خدا کرے تجھے آگ لگ جائے۔ جو لوگ دنیا کی محبت ترک کر کے اللہ کی پاک محبت میں محو ہو جاتے ہیں وہی آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہوتے ہیں۔

11 الف

اِیہہ دنیا زَن حیض پلیتی، ہرگز پاک نہ تھیوے ھُو
جیں فقر گھر دُنیا ہووے، لعنت اُس دے جیوے ھُو
حُبّ دُنیا دی ربّ تھیں موڑے، ویلے فکر کچیوے ھُو
سہ طلاق دُنیا نوں دیئے باھُوؒ، جیکر سچ پچھیوے ھُو

لغت

ایہہ	یہ	ربّ تھیں موڑے	اللہ تعالیٰ سے دور کرے
زن	عورت	ویلے	بروقت
پلیتی	ناپاکی	کچیوے	کیا جائے
نہ تھیوے	نہیں ہوتی	سہ طلاق	تین طلاقیں
جیں	جس نے	دنیا نوں دیئے	دنیا کو دیں
ہووے	ہو	جیکر	اگر
جیوے	جینے پر۔ زندہ رہنے پر	پچھیوے	پوچھا جائے
حُبّ	محبت، چاہت		

دنیا کی مثال اس حائضہ عورت کی سی ہے جو حیض کی حالت میں خواہ کتنی بار غسل کرلے یا پاک ہونے کی کوشش کرے، پاک نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح یہ نجس و ناپاک دنیا کبھی پاک نہیں ہوسکتی۔ جو دعویٰ تو فقر کا کرتا ہو لیکن گھر میں مال و متاعِ دنیا جمع کر رکھا ہو اور دل میں ان کی محبت رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کیونکہ دنیا اور دنیاوی مال و متاع تو راہِ فقر سے گمراہ کر کے اپنی محبت میں جکڑ لیتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ طالب کو اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔ جس طرح عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ شرعی طور پر حرام ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی تعلق یا واسطہ باقی نہیں رہتا اُسی طرح تو بھی دنیا سے پیچھا چھڑا لے۔

12 الف

ایمان سلامت ہر کوئی منگے، عِشق سلامت کوئی ھُو
منگن اِیمان شرماون عشقوں، دِل نوں غیرت ہوئی ھُو
جس منزل نوں عشق پچاوے، اِیمان نوں خبر نہ کوئی ھُو
میرا عشق سلامت رکھیں باھُوؒ، اِیمانوں دیاں دھروئی ھُو

لغت

سلامت	سلامتی، محفوظ	پچاوے	پہنچائے
منگن	مانگنا	نوں	کو
شرماون	شرمانا	ایمانوں	ایمان کو
عشقوں	عشق سے	دیاں	دوں
نوں	پر	دھروئی	قسم۔ واسطہ دینا

ایمان کی سلامتی تو ہر کوئی طلب کرتا ہے لیکن عشق کی نعمت اور سلامتی تو کوئی کوئی ہی طلب کرتا ہے۔ طالبانِ عقبیٰ تو صرف ایمان کی سلامتی کے طلب گار ہیں اور عشقِ الٰہی سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہ کوئی آسان راستہ نہیں ہے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میرے دِل کے اندر غیرتِ فقر و عشقِ الٰہی اجاگر ہو رہی ہے کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جن منازل و مقامات تک عشق کی رسائی ہے ایمان کو تو اُس کی خبر تک نہیں۔ آخری مصرعہ میں آپؒ دعا گو ہیں کہ میرے عشق کو سلامت رکھنا اور مجھے استقامت عطا کرنا کیونکہ یہ عشق مجھے ایمان سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔

13 الف

ایہہ تن میرا چشماں ہووے، تے میں مُرشد ویکھ نہ رَجّاں ھُو
لُوں لُوں دے مُڈ لکھ لکھ چشماں، ہِک کھولاں تے ہِک کَجّاں ھُو
اِتنا ڈِٹھیاں صبر ناں آوے، میں ہور کِتے وَل بھَجّاں ھُو
مُرشد دا دیدار ہے باھُوؒ، مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ھُو

لغت

ایہہ	یہ	کھولاں	کھولتا ہوں
تن	جسم	تے	اور
چشماں	چشم کی جمع۔آنکھیں	کجاں	بند کرتا ہوں
ہووے	ہو	ڈِٹھیاں	دیکھ کر
تے	تو	صبر ناں آوے	صبر نہیں آتا
ویکھ	دیکھ کر۔دیدار کر کے	ہور کِتے وَل	اور کس جانب۔اور کس طرف
رَجّاں	دِل کا بھرنا۔سیر ہونا	ہِک	ایک
لُوں لُوں	ایک ایک بال	بھجّاں	بھاگوں۔جاؤں
دے	کے	مینوں	مجھے
مُڈ	جڑ	حجّاں	حج کی جمع
لکھ لکھ	لاکھ لاکھ		

کاش میرا سارا جسم آنکھ بن جائے تا کہ وہ یکسو ہو کر ہر لحہ مرشد کا دیدار کرتا رہے۔ بلکہ یہ بھی کم ہے، میری طلب تو یہ ہے کہ میرے جسم کے ہر بال میں لاکھ لاکھ آنکھیں ہوں تا کہ آنکھ جھپکتے وقت لحہ بھر کے لئے کچھ آنکھیں اگر بند بھی ہو جائیں تو میں باقی کھلی آنکھوں سے مرشد کے دیدار میں محو رہوں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ مرشد کے دیدار میں ہر لحہ محو رہنا ہی طالب کے لئے کامیابی کی کلید ہے۔ اتنی آنکھوں سے دیدار کرنے کے باوجود بھی میری طلب اور خواہش کم نہیں ہورہی بلکہ دیدار کے لیے بے چینی اور بے قراری بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ یہی بے قراری اور بے چینی مجھے فقر کی اگلی منزل تک رسائی کی خبر دیتی ہے۔ مرشد کا دیدار تو میرے لئے کروڑ ہا حج کے برابر ہے۔ اللہ کرے یہ حالت مجھے ہمیشہ نصیب رہے۔

14 الف

اندر وِچ نماز اساڈی، ہکسے جا نتیوے ھُو
نال قیام رکوع سجودے، کر تکرار پڑھیوے ھُو
ایہہ دل ہجر فراقوں سڑیا، ایہہ دَم مرے نہ جیوے ھُو
سچا راہ محمدؐ والا باھُوؒ، جیں وِچ ربّ لبھیوے ھُو

لغت

اساڈی	ہماری	سڑیا	جل گیا ہے
ہکسے جا	ایک ہی جگہ	جیوے	جیتا ہے
نتیوے	نیت کرنا۔نماز قائم کرنا	سچا راہ	صراطِ مستقیم۔سیدھا راستہ
نال	ساتھ	جیں	جس
سجودے	سجدے	وچ	میں
ہجر	دوری	لبھیوے	ملے
فراقوں	فراق سے		

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس بیت میں ''دائمی نماز'' یعنی قلبی ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات کو بیان فرما رہے ہیں:

ہم باطن میں ہر لحہ نمازِ عشق ادا کر رہے ہیں۔ یہ نمازِ عشق قیام، رکوع اور سجدے سمیت ہر سانس اور ہر دم ایک ہی جگہ یعنی باطن میں ادا کی جا رہی ہے لیکن اس قدر قربِ الٰہی اور حضورِ حق کے باوجود دِل ہجر اور فراق کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور ہر لحہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ صراطِ مستقیم تو فقرِ محمدیؐ ہے جس میں دیدارِ حق تعالیٰ نصیب ہوتا ہے۔

15 الف

اَکھیں سرخ موہیں تے زردی، ہر وَلوں دِل آہیں ھُو
مہا مہاڑ خوشبوئی والا، پہوتا وَنج کداہیں ھُو
عشق مُشک نہ چُھپے رَہندے، ظاہر تھین اُتھاہیں ھُو
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جنہاں لامکانی جائیں ھُو

لغت

اَکھیں	آنکھیں	وَنج	جا کر
موہیں	منہ	کداہیں	کہیں کا کہیں
تے	پر	چُھپے	پوشیدہ
زردی	رنگ زرد ہونا	تھین	ہو جائیں
ہروَلوں	ہر طرف سے	اُتھاہیں	یہیں پر۔اسی جگہ
مہا	بڑا۔عظیم	تنہاندا	اُن کا
مہاڑ	رخ، سمت	جنہاں	جن کا
خوشبوئی والا	خوشبو والا	لامکانی	لامکان
پہوتا	پہنچا	جائیں	جگہ۔مقام

عشقِ الٰہی کی شدت نے شوقِ دیدار کو اور بڑھا دیا ہے۔ یارِ حقیقی کے ہجر و فراق کے غم میں جسم زرد ہے، آنکھوں میں غم کے آنسو ہیں اور ہر سانس کے ساتھ یارِ حقیقی کی جدائی میں دردِ ہجر اور فراق سے ایک 'آہ' نکلتی ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ عشق اور مُشک کبھی بھی چھپے نہیں رہتے، پس ہمارا حال سب پر عیاں ہے۔ فقیر تو وہ ہے جس کا مقام لامکان ہے۔

16 الف

اندر کلمہ کِل کِل کردا، عشق سکھایا کلماں ھُو
چوداں طبق کلمے دے اندر، قرآن کتاباں علماں ھُو
کانے کَپ کے قلم بناوَن، لِکھ نہ سَکن قلماں ھُو
باھُوؒ ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا، ذرا نہ رَہیاں اَلماں ھُو

لغت

کِل کِل	بے سکون۔ شور۔ بے چین	بناوَن	بنائیں
کردا	کرتا ہے	لِکھ نہ سَکن	نہیں لکھ سکتیں
کلماں	کلمہ	قلماں	قلم کی جمع
چوداں طبق	تمام کائنات	ایہہ	یہ
کلمے دے اندر	کلمہ میں ہیں	مینوں	مجھے
کانے	ایک مخصوص سرکنڈا جس سے تحریر کرنے کے لیے قلم تیار کیا جاتا ہے	رَہیاں	رہیں
کَپ کے	کاٹ کر	اَلماں	غم والم

اس بیت میں توحید کے اسرار پوشیدہ ہیں۔ توحید کا مرتبہ اوّل زبان سے کلمہ پڑھنا، مرتبہ دوم تصدیقِ قلب سے کلمہ پڑھنا ہے، مرتبہ سوم یہ ہے کہ کلمہ کی حقیقت کا مشاہدہ ہو جائے۔ یہ مقربین کا مقام ہے۔ مرتبہ چہارم یہ ہے کہ جملہ موجودات کے وجود میں بجز ذاتِ اللہ، کسی اور کو نہ دیکھنا اور کلمہ کی اس حقیقت اور کنہ تک پہنچنا طالب کا اور پہنچانا مرشد کا کام ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میرے اندر کلمہ کی جو حقیقت موجود ہے اسے میں نے عشق کی وجہ سے پایا ہے اور کلمہ کی حقیقت نے باطن کے اندر ہل چل مچا رکھی ہے۔ پوری کائنات، تمام آسمانی کتابوں اور قرآنِ مجید کا علم کلمہ طیبہ کے اندر ہے۔ دنیا کے تمام مفسرین اور اہلِ قلم اس کلمہ کی شرح لکھتے چلے آ رہے ہیں لیکن ابھی تک اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے۔ یہ کلمہ مجھے میرے مرشد نے سمجھایا اور تلقین کیا ہے (یعنی مرشد کی تلقین کے بغیر کلمہ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی) اور میں نے اس کی حقیقت اور کنہ کو پا لیا ہے لہٰذا اب مجھے کوئی غم اور فکر نہیں ہے۔''

17 الف

ایہہ تن رَب سچے دا حجرا، وِچ پا فقیرا جھاتی ھُو
ناں کر مِنت خواج خضر دی، تیرے اندر آب حیاتی ھُو
شوق دا دِیوا بال ہنیرے، متاں لبھی وَست کھڑاتی ھُو
مرن تھیں اَگے مر رہے باھُوؒ، جنہاں حق دی رمز پچھاتی ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ایہہ	یہ	ہنیرے	اندھیرے
تن	جسم	متاں	شاید
دا	کا	لبھی	مل جائے
حجرا	مکان۔ جائے قیام	وَست	چیز۔ اثاثہ
وچ	اندر	کھڑاتی	گم شدہ
فقیرا	فقیر۔ طالبِ مولیٰ	مرن تھیں اَگے مر رہے	مرنے سے پہلے مر گئے (حدیث پاک مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا مرنے سے پہلے مرجاؤ)
جھاتی	دیکھ		
خواج خضر	حضرت خضر علیہ السلام	جنہاں	جس نے
آب حیاتی	آبِ حیات	دی	کی
دیوا	دیا۔ چراغ	رمز	راز
بال	روشن کر۔ جلا	پچھاتی	جان لی۔ پہچان لی

آپؒ فرماتے ہیں کہ تیرا جسم اللہ پاک کی جلوہ گاہ ہے۔ تو اپنے جسم کے اندر جھانک کر تو دیکھ اور اس خضر علیہ السلام کا محتاج نہ بن جس نے آبِ حیات پی کر حیاتِ جاودانی حاصل کر لی کیونکہ تیرے اندر تو عشقِ الٰہی کا آبِ حیات موجود ہے۔ اپنے اندر عشق کا چراغ روشن کر، شاید تجھے کھوئی ہوئی امانتِ حقیقی (ذاتِ حق تعالیٰ) مل جائے جو تیرے دِل کے اندر ازل سے پوشیدہ ہے۔ جنہوں نے اس راز کو پالیا وہ موت سے پہلے مر گئے یعنی انہوں نے حیاتِ جاودانی حاصل کر لی۔

18 الف

ایہہ تن رَب سچے دا حجرا، دِل کھڑیا باغ بہاراں ھُو
وِچے کُوزے وِچے مُصَلّے، وِچ سجدے دِیاں تھاراں ھُو
وِچ کعبہ وِچے قبلہ، وِچ اِلَّا اللہ پکاراں ھُو
کامل مرشد ملیا باھُوؒ، اُوہ آپے لَیسی ساراں ھُو

لغت

ایہہ	یہ	مُصَلّے	مُصلّٰی جس پر نماز ادا کی جاتی ہے
تن	جسم	تھاراں	جگہ۔مقامات
دا	کا	اِلَّا اللہ	اثبات۔مگر اللہ
حجرا	کمرہ۔جلوہ گاہ	پکاراں	پکارنا۔بلانا
کھڑیا	کِھلا	اوہ	وہ
باغ	باغ۔گلشن	آپے	خود
بہاراں	بہار	لَیسی	لے گا
وِچے	اس میں	ساراں	خبر گیری۔نگہبانی
کُوزے	کوزہ کی جمع۔وہ برتن جس سے وضو کیا جاتا ہے	دِیاں	کی

جب سے باطن کی حقیقت ہم پر ظاہر ہوئی ہے کہ میرا دل تو محبوبِ حقیقی کی جلوہ گاہ ہے، میری خوشی اور مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔میرے اندر ہی کوزے ہیں کہ ان سے دل کی طہارت اور پاکیزگی کا وضو کر کے اور تزکیہ نفس کے مصلّے پر کھڑے ہو کر جب محبوبِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوا تو مجھ پر اِلَّا اللہ (اثبات) کی حقیقت آشکار ہوئی کہ کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ مجھے اپنے مرشد کامل سے نصیب ہوا ہے اور میرا مرشد ہمیشہ میرا نگہبان اور محافظ ہے۔

19 **الف**

اُوجھڑ جھل تے مارُو بیلا، جتھے جالن اساڈی آئی ھُو
جس کدھی نوں ڈھاہ ہمیشاں، اوہ اَج ڈھٹھی گل ڈھائی ھُو
نَیں جنہاں دے وہے سراندی، اوہ سُکھ نہ سوندے راہی ھُو
ریت تے پانی جتھے ہون اکٹھے باھُوؒ، اُتھے بنی نہ بجھدی کائی ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اوجھڑ	جھاڑ جھنکار سے بھرا علاقہ جہاں سے گزرنا مشکل ہو	ڈھٹھی	گری
جھل	گھنا جنگل	گل	کل (آنے والا دِن)
تے	اور	نَیں	ندی
مارُو	ویرانے	جنہاں دے	جن کے
بیلا	دریا کے کنارے گھاس اور کائی کا جنگل	وہے	بہتی ہے
جتھے	جہاں	سراندی	سرہانے
جالن	زندگی گزارنا۔ گزر اوقات	سُکھ	سکون
اساڈی	ہماری	سوندے	سوتے
کدھی	کنارہ	راہی	راہگیر۔ مسافر
نوں	کو	ہون	ہوں
ڈھاہ	دریا کے کنارہ کا دریا میں گرنا	اُتھے	وہاں
ہمیشاں	ہمیشہ	بنی	بند
اوہ	وہ	بجھدی	باندھی جاتی

اَج	آج	کائی	کوئی

یہ دنیا خطرناک گھنے جنگل اور خوفناک ویرانے کی مانند ہے جس میں ہمیں زندگی گزارنی پڑ رہی ہے۔ اس دنیا کی مثال کسی کمزور دیوار کی طرح ہے جو کسی بھی وقت گر سکتی ہو۔ اور ہماری مثال تو اس آدمی کی طرح ہے جو کسی ندی کے کنارے لیٹا ہوا اور اس ڈر سے بیدار رہتا ہو کہ کہیں سوتے ہوئے ندی میں نہ گر جائے۔ ریت اور پانی کو ملا کر کوئی مستقل بند نہیں باندھا جا سکتا، آخر پانی ریت کو بہا کر لے جائے گا۔ یہ دنیا بھی ریت کی طرح ہے جو ایمان کو بہا لے جاتی ہے۔ یہ فانی دنیا ریت کے بند کی طرح ہے جو باقی نہیں رہے گی۔

20 الف

آپ نہ طالب ہین کہیں دے، لوکاں نُوں طالب کر دے ھُو
چانون کھیپاں کر دے سیپاں، قہر اللہ توں ناہیں ڈر دے ھُو
عشق مجازی تلکن بازی، پیَر اَوّلے دَھر دے ھُو
اوہ شرمندے ہوسن باھُوؒ، اندر روز حشر دے ھُو

لغت

ہین	ہیں	ناہیں	نہیں
کہیں دے	کسی کے	توں	سے
لوکاں	لوگوں	ڈر دے	ڈرتے
نُوں	کو	تلکن بازی	پھسلنے والا کھیل
چانون	اٹھاتے ہیں	پیَر	پاؤں
کھیپاں	معاوضہ مقرر کرنے کے عوض خدمات کا معاہدہ جیسا کہ دیہاتوں میں موچی، لوہار، ترکھان اور حجام وغیرہ زمینداروں سے طے کرتے ہیں اور ہر فصل کی کٹائی پر وصول کرتے ہیں جسے پنجاب میں ''سیپی'' کہتے ہیں۔	اَوّلے	ٹیڑھے۔ غلط
		دَھر دے	رکھتے ہیں
		اوہ	وہ یا یہ لوگ
		ہوسن	ہوں گے
سیپاں	مقررہ شدہ معاوضہ کے عوض خدمات انجام دینا جیسا کہ دیہاتوں میں ترکھان، موچی، لوہار اور حجام وغیرہ انجام دیتے ہیں۔		

مرشد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ خود کسی کامل مرشد سے تلقین وارشاد حاصل کرے اور پھر خود کامل ہونے کے بعد تلقین وارشاد کی مسند

سنبھالے۔ اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ مرشدانِ ناقص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نہ خود طالبِ مولیٰ بن سکے، نہ راہِ فقر پر چل سکے نہ ہی کسی کامل مرشد سے بیعت ہوئے اور نہ ہی انہیں تلقین وارشاد کی اجازت حاصل ہے بلکہ بعض ناقص مرشد تو ''پدرم سلطان بود'' کی خود فریبی میں مبتلا ہوتے ہیں اور تلقین وارشاد کو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دیہاتی دکانداروں کی طرح دوسروں کو معاوضہ کے بدلے معرفت اور خلافت عطا کرنے کا ٹھیکہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں سے تلقین وارشاد لینا حرام ہے۔ یہ لوگ عشقِ مجازی کے پھسل جانے والے خوفناک کھیل میں مبتلا ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دِن یہ لوگ شرمندہ وخوار ہوں گے۔

21 الف اندر وی ھُو تے باہر وی ھُو، باھُوؒ کِتھاں لبھیوے ھُو

سَے ریاضتاں کراہاں توڑے، خون جگر دا پیوے ھُو

لکھ ہزار کتاباں پڑھ کے، دانشمند سدیوے ھُو

نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو

لغت

وی	بھی	توڑے	خواہ۔ چاہے
کِتھاں	کہاں	لکھ	لاکھ
لبھیوے	ملے	سدیوے	کہلائے
سَے	کئی سو۔ سینکڑوں	تنہاندا	اُن کا
ریاضتاں	زہد و ریاضت	جنہاں دی	جن کی
کراہاں	کر کر کے	جیوے	زندہ ہو

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فقر کے آخری مقام فنائی ھُو (فنافی اللہ بقاباللہ) کا ذکر اور اس مقام پر اپنی ذات کی حقیقت سے آگاہ فرمارہے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس مقام کے بارے میں فرماتے ہیں ''ہمہ اوست در مغز و پوست'' یعنی ظاہر اور باطن میں ذاتِ حق جلوہ گر ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا باطن بھی ھُو ہے اور ظاہر بھی ھُو ہے۔ باھُو ھُو میں فنا ہو کر ھُو ہو گیا ہے۔ زاہد ریاضتیں اور زُہد کر کے ہلکان ہو جاتے ہیں مگر مقامِ فنائی ھُو سے بے خبر رہتے ہیں۔ عالم لاکھوں ہزاروں کتب پڑھ کر دانشمند تو بن جاتے ہیں لیکن اس مقام کی انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔ جو ذات میں فنا ہو کر عین ذات ہو جاتے ہیں وہی فقیر ہوتے ہیں اور ان کی قبر بھی حیاتِ جاودانی حاصل کر کے لوگوں میں فیض تقسیم کرتی ہے۔

بعض کتب میں اس بیت کے پہلے مصرعہ میں ''وی'' کی بجائے ''بھی'' استعمال ہوا ہے ''وی'' درست لفظ ہے جس کے اردو معنی ''بھی'' ہیں

22 الف

اللہ چنبے دی بوٹی، میرے مَن وِچ مُرشد لاندا ھُو
جس گت اُتے سوہنا راضی ہوندا، اوہو گت سکھاندا ھُو
ہر دم یاد رکھے ہر ویلے، آپ اُٹھاندا بہاندا ھُو
آپ سمجھ سمجھیندا باھُوؒ، آپے آپ بَن جاندا ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
چنبے دی بوٹی	چنبیلی کا پودا۔ بیت نمبر 1 دیکھیں	اوہو	وہی
مَن	دِل، روح، باطن	سکھاندا	سکھاتا ہے
وِچ	میں	ہرویلے	ہروقت، ہرلمحہ
لاندا	لگاتا ہے	اُٹھاندا	اٹھاتا ہے
گت	حالت۔ کیفیت	بہاندا	بٹھاتا ہے
اُتے	اوپر	آپ سمجھ سمجھیندا	آپ ہی ہر بات سمجھاتا ہے
سوہنا	خوبصورت۔ مراد مرشد	آپے آپ	خود
راضی ہوندا	خوش ہوتا ہے یا اسکی رضا ہوتی ہے	بَن جاندا	بن جاتا ہے

میرے دِل میں میرے مرشد کامل نے اسمِ اللہ ذات کا نقش جما دیا ہے اور اس کے تمام اسرار و رموز کو میرے اندر ظاہر کر دیا ہے۔ میرے مرشد کامل کو میری جو حالت، عادات اور کیفیات پسند ہیں وہی مجھے سکھاتا ہے اور ہر لمحہ اور ہر آن مجھے یاد رکھتا ہے۔ اس کی نظرِ رحمت و محبت اور شفقت کسی بھی لمحہ مجھ سے نہیں ہٹتی۔ میں مرشد کی ذات میں اس قدر فنا ہو گیا ہوں کہ میرے قول و فعل اور حرکات و سکنات تک اس کی رضا کے مطابق ہو چکے ہیں۔ وہ خود ہی مجھے راہِ حق کے اسرار و رموز سکھاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہ میری ہستی کو فنا کر کے خود ہی بن جاتا ہے یعنی میں، میں نہیں رہتا بلکہ وہ ہو جاتا ہوں اور اس طرح وہ اپنے اور میرے درمیان میں اور تُو کا فرق ختم کر دیتا ہے۔

23 ب

باھُو باغ بہاراں کھڑیاں، نرگس ناز شرم دا ھُو
دل وِچ کعبہ صحی کیتوسے، پاکوں پاک پرم دا ھُو
طالب طلب طواف تمامی، حُبّ حضور حرم دا ھُو
گیا حجاب تھیوسے حاجی باھُوؒ، جداں بخشیوس راہ کرم دا ھُو

لغت

کھڑیاں	کھل گئیں	حُبّ	محبت
صحی	صحیح۔درست	حجاب	پردہ
کیتوسے	کیا	تھیوسے	ہم ہوگئے
پاکوں پاک	پاکیزہ۔پاک	جداں	جب
پرم	محبت۔پیار	بخشیوس	بخش دیا۔عطا کیا
تمامی	تمام	راہ کرم دا	فضل وکرم کا راستہ

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کعبہ کو بطور استعارہ ذاتِ حق تعالیٰ کے لیے استعمال فرما رہے ہیں۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے ہم نے دِل کے اندر ذاتِ حق کو پایا ہے ہمارا دِل عشقِ الٰہی سے سرور میں مبتلا ہے۔ہم نے اپنے دِل میں معبودِ حقیقی کو پہچان لیا ہے اور تمام طلب، طواف، محبت اسی حضورِ حق کے لیے ہیں۔اے طالب! وحدت کے اِس کعبہ میں محبوبِ حقیقی کے حضور میں مکمل وصال کی طلب میں رہو۔یہ وصالِ الٰہی تو حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی نصیب ہوگا اور اسی کے کرم سے تمام حجاب دور ہوں گے۔

24 ب

بغداد شہر دی کیا نشانی، اُچیاں لمیاں چیراں ھُو
تن من میرا پرزے پرزے، جیوں درزی دِیاں لیراں ھُو
اِینہاں لیراں دِی گل کفنی پا کے، رَلساں سنگ فقیراں ھُو
بغداد شہر دے ٹکڑے منگساں باھُوؒ، تے کرساں میراںؒ میراںؒ ھُو

لغت

بغداد	عراق کا دارالحکومت جہاں سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا مزار ہے	گل	گلے میں
دی	کی	کفنی	فقیرانہ لباس۔ جو کپڑوں کے مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا جاتا ہے
اُچیاں	اونچی	پا کے	پہن کر
چیراں	زخم	رَلساں	شامل ہو جاؤں گا
تن	جسم	سنگ فقیراں	فقیروں کے ساتھ
من	روح	دے	کے
پرزے پرزے	ٹکڑے ٹکڑے	ٹکڑے	بھیک۔ روٹی۔ کھانا
جیوں	جس طرح	منگساں	مانگوں گا
دیاں	کی	کرساں	کروں گا
لیراں	کترن۔ سلائی کے لیے کپڑے کاٹتے وقت کپڑے کے جو ٹکڑے فالتو ہوتے ہیں	میراںؒ	سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب
اِینہاں	ان		

بغداد شہر کی کیا نشانی ہے؟ وہاں ''فقر'' کے پُر پیچ راستے ہیں جن پر چلتے چلتے سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہجر و فراق میں دل اور جسم زخمی ہو چکے

ہیں اور دن رات آپؒ کے ہجر و فراق میں دل بیقرار اور تڑپتا رہتا ہے۔ جسم اور روح درزی کے کٹے ہوئے کپڑے کے ٹکڑوں کے مصداق پرزے پرزے ہیں۔ محبت اور فراق میں دِل و جان کے ان ٹکڑوں کا کفن پہن کر میں بغداد شہر کے ''فقرا'' کے ساتھ مل جاؤں گا پھر شہرِ یار بغداد کی گلیوں میں وصالِ یار کی بھیک مانگوں گا اور ایسی حالت میں وصالِ یار میں امداد کے لیے غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو ہی پکاروں گا۔

25 ب

بغداد شریف وَنج کراہاں، سَودا نے کیتوسے ھُو
رتی عقل دی دے کراہاں، بھار غماندا گِھدوسے ھُو
بھار بھریرا منزل چوکھیری، اوڑک وَنج پہتیوسے ھُو
ذات صفات صحی کیتوسے باھُوؒ، تاں جمال لدھوسے ھُو

لغت

وَنج کراہاں	جاکر۔پہنچ کر	بھریرا	بوجھل۔وزنی
نے	نیا	چوکھیری	زیادہ
کیتوسے	کیا	اوڑک	آخرکار
رَتّی	وزن کا ابتدائی اور معمولی پیمانہ آٹھ چاول کے وزن کے برابر	پہتیوسے	پہنچ گئے
دے کراہاں	دے کر	صحی	صحیح
بھار	بوجھ	تاں	تب
غماندا	غموں، دکھوں کا	جمال	حُسن۔دیدارِ حق تعالیٰ
گِھدوسے	لیا ہے	لدھوسے	ہم نے پالیا

بغداد شریف جا کر ہم نے نیا سودا کیا اور عقل کے بدلے سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے عشق اور ان کے ہجر و فراق کے غموں کا طوق گلے میں ڈال لیا۔ حالانکہ عشق اور ہجر کا یہ راستہ بڑا دشوار اور اس کی منزل بہت دور تھی لیکن سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی میں ہم منزل تک پہنچ گئے اور جب ہم نے ذات وصفات کی معرفت حاصل کر لی تب ہی واصلِ جمالِ الٰہی ہوئے۔

26 ب

باجھ حضوری نہیں منظوری، توڑے پڑھن بانگ صلاتاں ھُو
روزے نفل نماز گزارن، توڑے جاگن ساریاں راتاں ھُو
باجھوں قلب حضور نہ ہووے، توڑے کڈھن سئے زکاتاں ھُو
باجھ فنا ربّ حاصل ناہیں باھُوؒ، ناں تاثیر جماعتاں ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
باجھ	بغیر۔سوائے	ساریاں	تمام
حضوری	باطنی طور پر متوجہ اِلی اللہ ہونا یہاں حضورِ قلب مراد ہے	راتاں	راتیں
		کڈھن	نکالیں۔ادا کریں
منظوری	قبولیت	سئے	سینکڑوں
توڑے	خواہ	زکاتاں	زکوٰۃ کی جمع
پڑھن	پڑھیں۔ادا کریں	فنا	فنا فی ھُو، فنا فی اللہ بقا باللہ
بانگ	اذان	ناہیں	نہیں ہوسکتا
صلاتاں	نمازیں	ناں	نہ
گزارن	ادا کریں	جماعتاں	مراد باجماعت نماز ادا کرنا یا باجماعت کوئی کام کرنا
جاگن	بیدار رہیں	ہووے	ہوئے

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس بیت میں حدیث پاک لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ ''حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی'' کی شرح فرما رہے ہیں کہ حضورِ حق تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی عبادت مقبولِ بارگاہِ الٰہی نہیں ہے خواہ دن کو روزے رکھیں، رات بھر بیدار رہ کر نوافل پڑھیں یا اذان، نماز و زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور اپنی ذات کو فنا کئے بغیر وصالِ حق تعالیٰ اور دیدارِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی عبادات میں حضوری حاصل ہوتی ہے۔

27 ب

بے ادباں ناں سار ادب دی، گئے ادباں توں وانجے ھُو
جیہڑے ہون مٹی دے بھانڈے، کدی نہ ہوندے کانجے ھُو
جیہڑے مڈھ قدیم دے کھیڑے، کدی نہ ہوندے رانجھے ھُو
جیں دِل حضور نہ منگیا باھُوؒ، گئے دوہیں جہانیں وانجے ھُو

لغت

بے ادباں	بے ادب	کدی	کبھی
ناں	نہیں	ہوندے	ہوتے
سار	خیال۔خبر	کانجے	شیشے کے برتن
دی	کی	مڈھ قدیم	ازل سے
ادباں	ادب	کھیڑے	شقی۔بدبخت
توں	سے	رانجھے	سعید۔خوش بخت
وانجے	محروم	جیں	جس نے
جیہڑے	جو	دوہیں	دونوں
ہون	ہوں	جہانیں	جہانوں سے
دے	کے	وانجے	محروم، خالی ہاتھ
بھانڈے	برتن		

بے ادب لوگوں کو مقامِ ادب کی نہ کوئی خبر ہے نہ پہچان اور شعور ہے۔ یہ وہ بدنصیب ہیں جو اپنی بے ادبی اور شقاوت کی وجہ سے وہ مقام و مرتبہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے جو باادب حاصل کر لیتے ہیں۔ ذکر و تصور اسمِ اللہ ذات اور مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر ازلی فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ جو ازلی کھیڑے (شقی) ہیں وہ کبھی رانجھے (سعید) نہیں بن سکتے اور مٹی کے برتنوں کو کبھی بھی کانچ کے برتن نہیں بنایا جا سکتا۔ بے ادب لوگ (خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے بے ادب ہوں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، صحابہ کرامؓ، اہلِ بیتؓ، اولیا کرام، فقرا یا مرشد کامل کے) دونوں

جہانوں میں معرفتِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے ''باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب'' اور جس نے حق تعالیٰ کی حضوری طلب نہ کی وہ دونوں جہانوں میں خالی ہاتھ ہوگیا۔

28 ب

بزرگی نوں گھت وہن لوڑھایئے، کریئے رج مُکالا ھُو
لَآ اِلٰہَ گل گہناں مڑھیا، مذہب کی لگدا سالا ھُو
اِلَّا اللہ گھر میرے آیا، جیں آن اٹھایا پالا ھُو
اساں بھر پیالا خضروں پیتا باھُوؒ، آب حیاتی والا ھُو

لغت

بزرگی	بڑائی۔برتری	مڑھیا	پہنایا
گھت	ڈال کر	لگدا	لگتا ہے
وہن	ندی	اِلَّا اللہ	اثبات۔مگر اللہ
لوڑھایئے	بہایئے۔بہادیں	جیں	جس نے
کریئے	کریں	آن	آ کر
رَج	بہت زیادہ۔اچھی طرح	پالا	سردی، ڈر، خوف
مُکالا	منہ کالا کرنا۔سیاہی یا کالک ملنا	اساں	ہم نے
لَآ اِلٰہَ	نفی۔نہیں ہے کوئی معبود	پیالا	پیالہ
گل	گلا	پیتا	پیا
گہناں	زیور	آب حیاتی	آبِ حیات

راہِ فقر میں بزرگی، کشف و کرامات اور شہرت کی کوئی حیثیت نہیں، راہِ عشق میں تو بدنامیاں اور الزام ہیں۔اس لیے راہِ فقر میں لوگوں کی لعنت ملامت سے بالکل نہیں ڈرنا چاہیے اور استقامت سے راہِ عشق پر چلتے رہنا چاہیے۔جب سے لَآ اِلٰہَ (نفی نہیں ہے کوئی معبود) کا راز ہم پر عیاں ہوا ہے ہمارا کسی فرقہ اور مسلک سے کوئی تعلق نہیں رہا۔اثبات (اِلَّا اللہ) کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں، اس حقیقت کو پا کر ہمارے اندر سے ہر ڈر اور خوف نکل گیا ہے اور ہم وصالِ حق تعالیٰ کا آبِ حیات پی کر زندہ و جاوید ہو گئے ہیں۔

29 ب

بِسْمِ اللہ اِسم اَللہ دا ، ایہہ وِی گہناں بھارا ھُو
نال شفاعت سرورِ عالمؐ، چھُٹسی عالم سارا ھُو
حدوں بے حد درود نبیؐ نوں، جیندا ایڈ پسارا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں ملیا نبیؐ سوہارا ھُو

لغت

دا	کا	ایڈ	اتنا۔اس قدر
ایہہ	یہ	پسارا	وسعت،عظمت
وِی	بھی	تنہاں توں	ان پر
گہناں	زیور	جنہاں	جن کو
نال	ساتھ	ملیا	ملا
چھُٹسی	نجات پائے گا	سوہارا	صاحبِ عظمت وبرکت ورحمت
جیندا	جس کا		

بِسْمِ اللہ میں ''اسمِ اللہ ذات'' پوشیدہ ہے اور یہ وہ بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے سے روزِ ازل انسان کے سوا ہر شے اور مخلوق نے عاجزی ظاہر کر دی تھی۔ یہ امانت ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے نصیب ہوئی ہے۔ روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت سے ہی تمام عالم کو نجات حاصل ہوگی اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے حد وحساب درود وسلام بھیجنا چاہیے کہ ہم ایسے صاحبِ عظمت، صاحبِ برکت اور صاحبِ رحمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت سے ہیں۔ میں ان طالبانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جو تمام باطنی مراتب طے کرتے ہوئے مجلسِ محمدیؐ تک پہنچ جاتے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

30 ب

بنھ چلایا طرف زمین دے، عرشوں فرش ٹکایا ھُو
گھر تھیں مِلیا دیس نکالا، اساں لکھیا جھولی پایا ھُو
رہ نی دنیاں نہ کر جھیڑا، ساڈا اَگّے دل گھبرایا ھُو
اسیں پردیسی ساڈا وطن دوراڈھا، باھُوؒ دَم دَم غم سوایا ھُو

لغت

بنھ چلایا	باندھ کر بھیجا	رہ نی دنیاں	ہمارا پیچھا چھوڑ دے دنیا
طرف زمین دے	زمین پر	نہ کر جھیڑا	جھگڑا نہ کر
ٹکایا	لا رکھا	ساڈا	ہمارا
گھر	مراد عالمِ لاھوت	اَگّے	پہلے ہی
تھیں	سے	اسیں	ہم
دیس نکالا	جلاوطنی	ساڈا	ہمارا
اساں	ہم نے	دوراڈھا	بہت دور
لکھیا	تقدیر میں جو لکھا تھا۔نوشتۂ تقدیر	دَم دَم	ہر لمحہ
جھولی	دامن	سوایا	پہلے سے زیادہ

طالبِ مولیٰ کا اصل گھر تو عالمِ لاھوت ہے جہاں پر اُس نے دیدارِ الٰہی کی خاطر دنیا اور عقبیٰ کو ٹھکرا دیا تھا۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ہماری تقدیر ہے جس نے ہمیں جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے اور ہمیں اپنے وطنِ ازلی عالمِ لاھوت سے عالمِ خلق (ناسوت) میں لے آئی ہے۔اے دنیا! ہمارا پیچھا چھوڑ دے اور ہمیں تنگ نہ کر، ہمارا دل پہلے ہی فراقِ یار میں بے قرار اور بے چین ہے۔ہم تو اس دنیا میں پردیسی ہیں اور ہمارا اصل وطن محبوبِ حقیقی کے پاس ہے جو بہت دور ہے۔اُس تک پہنچنے کی راہ میں بہت سے مصائب اور مشکل منازل ہیں جنہیں ہم نے دنیا کی محبت دل سے نکال کر عشق سے طے کرنا ہے۔ہر لمحہ اس محبوب سے دوری کا غم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

31 ب

ب ت پڑھ کے فاضل ہوئے، ہک حرف نہ پڑھیا کِسّے ھُو
جیں پڑھیا تیں شوہ نہ لدّھا، جاں پڑھیا کُجھ تِسّے ھُو
چوداں طبق کَرن رُشنائی، انّھیاں کُجھ نہ دِسّے ھُو
باجھ وصال اللہ دے باھُوؒ، سبھ کہانیاں قِصّے ھُو

لغت

ب ت	اسمِ اللہ ذات کے علاوہ دیگر ذکر اذکار اور دینی، دنیاوی علوم	تِسّے	اس نے۔اس کو
ہک حرف	ایک حرف (مراد الف، اسمِ اللہ ذات)	چوداں طبق	چودہ طبق۔تمام کائنات
کِسّے	کسی نے	کَرن	کریں
جیں پڑھیا	جس نے پڑھیا	رُشنائی	روشنی
تیں	اس کو	انّھیاں	اندھوں کو۔مراد دِل کے اندھے' نورِ بصیرت سے محروم
شوہ نہ لدّھا	اللہ تعالیٰ نہ ملا	کُجھ	کچھ
جاں پڑھیا	اگر پڑھیا	دِسّے	دکھائی دے
کُجھ	کچھ	باجھ	بغیر

زاہد وظائف اور دیگر ذکر اذکار کر کے اور علما تمام علوم کا مطالعہ کر کے عالم فاضل تو بن گئے مگر ایک حرف الف یعنی ''اسمِ اللہ ذات'' کی حقیقت اور اسرار سے بے خبر ہیں۔ اگر اسمِ اللہ کا ورد اور ذکر کیا بھی تو وہ بھی مرشد کامل اور طلبِ صادق کے بغیر، پھر بھلا دیدارِ الٰہی کیسے حاصل ہوتا۔ زمین اور آسمان اسمِ اللہ ذات سے روشن ہیں مگر ان دِل کے اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ وصالِ الٰہی (فنا فی ھُو) کے بغیر باقی سب مقامات اور منازل بے کار اور بے فائدہ ہیں۔

32 ب

بوہتی میں اوگن ہاری، لاج پئی گل اس دے ھُو
پڑھ پڑھ علم کرن تکبر، شیطان جیہے اوتھے مسدے ھُو
لکھاں نوں ہے بھو دوزخ دا، ہِک رت بہشتوں رُسدے ھُو
عاشقاں دے گل چھری ہمیشاں باھُوؒ، اگے محبوب دے کُسدے ھُو

لغت

بوہتی	بہت زیادہ	دوزخ دا	دوزخ کا
اوگن ہاری	گناہ گار، خطا کار، بدنصیب	ہِک	ایک
لاج	عزت، شرم	رت	روزانہ
پئی گل	گلے پڑی	بہشتوں	بہشت۔ جنت
اس دے	اس کے	رُسدے	روٹھتے
کرن	کریں	دے	کے
جیہے	جیسے	گل	گلے
اوتھے	وہاں	ہمیشاں	ہمیشہ
مسدے	محروم رہے	اگے	آگے
لکھاں	لاکھوں	محبوب	اللہ تعالیٰ۔ مرشد کامل
نوں	کو	کُسدے	ذبح ہوتے
بھو	ڈر۔ خوف		

میں بہت ہی بدنصیب، گناہ گار اور خطا کار ہوں لیکن مجھے فخر ہے کہ میرے گلے میں مرشد کی غلامی کی زنجیر ہے جو مجھے خوش بخت لوگوں کے گروہ میں شامل کروادے گا۔ بہت سے لوگ شیطان کی طرح اپنے علم پر تکبر کی وجہ سے وصالِ حق تعالیٰ سے محروم ہیں اور لاکھوں لوگوں کو دوزخ کے عذاب کا خوف لاحق ہے لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو بہشت کی نعمتوں کو ٹھکرا کر دیدارِ حق تعالیٰ کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ عاشقِ حقیقی تو ہمیشہ اپنے محبوب کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے رہتے ہیں۔

33 پ

پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاون، کیا ہویا اِس پڑھیاں ھُو
ہرگز مکھن مول نہ آوے، پھٹے ددّھ دے کڑھیاں ھُو
آکھ چنڈورا ہتھ کے آئیو اِی، اس انگوری چنیاں ھُو
ہک دل خستہ رکھیں راضی باھُوؒ، لئیں عبادت وَرہیاں ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ملوک	مَلک کی جمع۔ بادشاہ، حکمران	آئیو	آیا
رجھاون	راضی کرتے ہیں۔ خوشنودی حاصل کرتے ہیں	کے	کیا
مول	بالکل، ہرگز	انگوری	فصل کاشت کرنے پر پہلی کونپل جوزمین سے نکلتی ہے
آوے	آئے	چنیاں	اکھاڑنے، تباہ کرنے
پھٹے ددّھ	خراب دودھ، پھٹا ہوا دودھ	ہک	ایک
کڑھیاں	ابلنے پر	خستہ	دکھی۔ پُر درد
آکھ	کہیں	رکھیں راضی	راضی رکھنا
چنڈورا	ایک پرندہ۔ مراد بے عقل، بدبخت	لئیں	لے لینا، حاصل کر لینا
ہتھ	ہاتھ	ورہیاں	سالہا سال کی

یہ ظاہری علما اور تعلیم یافتہ لوگ صرف حکمرانوں کو خوش کرنے یا حکومت میں کوئی عہدہ پانے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں، معرفتِ الٰہی یا اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مقصود نہیں ہے۔ چونکہ ان کی نیت میں ہی کھوٹ ہوتا ہے اس لئے یہ کبھی علم کی کنہ اور حقیقت تک نہیں پہنچ پاتے اور اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو علم کا مغز حاصل کرنے کی بجائے ہڈیوں کو بھنبھوڑ رہے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی ایسے صاحبِ دل فقیر کو جو وصالِ الٰہی پا چکا ہو، خوش اور راضی کر لے تو تجھے کئی برسوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

34 پ

پڑھ پڑھ عالمِ کَرن تکبر، حافظ کَرن وڈیائی ھُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے، وَتن کتاباں چائی ھُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا، اُوتھے پڑھن کلام سوائی ھُو
دوہیں جہانیں سوئی مُٹھے باھُوؒ، جنہاں کھادھی ویچ کمائی ھُو

لغت

کَرن	کریں	چنگا	اچھا، پسندیدہ، لذیذ۔ مرغن کھانا۔ مال و دولت
وڈیائی	بڑائی، خود تعریفی	چوکھا	زیادہ
دے	میں	پڑھن	پڑھتے ہیں
پھرن	چکر لگاتے یعنی ڈھنڈورا پیٹتے ہیں	سوائی	زیادہ
نمانے	بیچارے	دوہیں جہانیں	دونوں جہاں میں
وتن	پھرتے ہیں	سوئی	وہی
کتاباں	کتابیں	مُٹھے	محروم رہے، لٹ گئے
چائی	اٹھائے ہوئے	جنہاں	جنہوں نے
جتھے	جہاں	کھادھی	کھائی
ویکھن	دیکھیں	ویچ	فروخت کر کے، بیچ کر

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ان علما اور حفاظ کے رویہ پر حیرت کا اظہار فرما رہے ہے جو حصولِ علم کے بعد تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے علم اور فضیلت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ خود کو عالم فاضل سمجھنے والے ان لوگوں کے ایمان کی یہ حالت ہے کہ ہر لمحہ مال و دولت کی خاطر علم کی حقیقت کو فروخت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ پھر جب مال مل جائے تو طرح طرح کی تاویلیں گھڑ کر حق کو چھپا لیتے ہیں۔ حکمرانوں اور مال یا عہدہ دینے والے کی منشا کے مطابق مسائلِ فقہ کی شرح بیان کرتے ہیں۔ ایسے بے ضمیر حافظ اور علم کو فروخت کرنے والے علما دونوں جہانوں میں روسیاہ اور خوار ہوں گے۔

35 پ

پڑھ پڑھ عِلم مشائخ سداون، کرن عبادت دوہری ھُو
اندر جھگی پئی لٹیوے، تن من خبر ناں موری ھُو
مولا والی سدا سکھالی، دل توں لاہ تکوری ھُو
باھُوؒ ربّ تنہاں نوں حاصل، جنہاں جگ نہ کیتی چوری ھُو

لغت

مشائخ	شیخ کی جمع یعنی پیر یا مرشد	موری	نقب
سداون	کہلاتے ہیں	مولا والی	اللہ مالک ہے
کرن	کرتے ہیں	سدا سکھالی	سدا سُکھی یا ہمیشہ سکون
دوہری	دگنی، زیادہ	دِل توں	دِل سے
جھگی	گھر	لاہ	اتار دے
لٹیوے	لٹ رہی ہے	تکوری	سیاہی، زنگ (تکوری دھوئیں کی تہہ کو کہتے ہیں)
تن	جسم (ظاہر)	تنہاں نوں	اُن کو
من	باطن	جنہاں	جنہوں نے
ناں	نہ	کیتی	کی

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نہ کسی مرشدِ کامل سے علمِ حقیقت (علمِ باطن) حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے تلقین وارشاد کی اجازت ہوتی ہے بلکہ صرف شریعت کا علمِ ظاہر حاصل کر کے مشائخ کی مسند پر براجمان ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے خوب عبادت وریاضت کرتے ہیں۔لیکن ان کے باطن میں نفس اور شیطان نے سرنگ بنا رکھی ہوتی ہے اور خود اُن کا اپنا ایمان سلب ہو چکا ہوتا ہے جس کی انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔اس لئے اے شیخ! تو اپنی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اور دل سے زنگ اور سیاہی اتار اور حقیقت کو پانے کے لئے کسی مرشد کامل اکمل کا دامن پکڑ۔کیونکہ وصالِ الٰہی تو ان کو حاصل ہوتا ہے جو راہِ فقر میں عقل، چالاکی اور مکر وفریب سے کام نہیں لیتے بلکہ دنیا سے منہ موڑ کر استقامت، خلوصِ نیت اور رضائے الٰہی کے مطابق راہِ فقر پر گامزن رہتے ہیں۔

36 پ

پڑھ پڑھ عِلم ہزار کتاباں، عالم ہوئے بھارے ھُو
اِک حرف عشق دا پڑھن نہ جانن، بھلے پھرن بچارے ھُو
لکھ نگاہ جے عالم ویکھے، کِسے نہ کدھی چاہڑے ھُو
اِک نگاہ جے عاشق ویکھے، لکھاں کروڑاں تارے ھُو
عشق عقل وِچ منزل بھاری، سَے کوہاں دے پاڑے ھُو
جنہاں عشق خرید نہ کیتا باھُوؒ، اوہ دوہیں جہانیں مارے ھُو

لغت

کتاباں	کتب۔کتابیں	جے	اگر
بھارے	جید عالم، بہت بڑے	لکھاں	لاکھوں
دا	کا	کروڑاں	کروڑوں
پڑھن	پڑھنا	تارے	پار لگائے۔منزل پر پہنچا دے
جانن	جانتے ہیں	لکھ	لاکھوں
بھلے پھرن	بھٹکتے پھرتے ہیں	وِچ	درمیان
ویکھے	دیکھے	منزل بھاری	بہت فاصلہ، بہت فرق
کِسے	کسی کو	سَے کوہاں	سینکڑوں میل
کدھی	کنارہ۔منزل	دے پاڑے	کے فاصلے
چاہڑے	پار کرادے۔پہنچادے	جنہاں	جنہوں نے
عشق خرید نہ کیتا	راہِ عشق پر نہ چلے	اوہ	وہ

مر گئے۔ گھاٹے میں رہے۔ ناکام رہے	مارے	دونوں جہانوں میں	دوہیں جہانیں

بہت سے لوگ ہزاروں کتب کے مطالعہ سے جید عالم تو بن گئے ہیں لیکن راہِ عشق کا ایک حرف تک انہیں معلوم نہیں ہے اس لئے حقیقت سے دور ظاہری تاویلات میں الجھے ہوئے ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اگر عالم کسی ایک طالب کی طرف لاکھ بار بھی نگاہ کرے تو اس کو معرفتِ حق تعالیٰ نہیں عطا کر سکتا، اس کے برعکس عاشق (مرشد کامل) لاکھوں لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے معرفتِ الٰہی میں غرق کر دیتا ہے۔ عشق و عقل کا تو آپس میں کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان وسیع خلیج حائل ہے۔ جن لوگوں نے جان و مال کے عوض عشقِ حق کا سودا نہ کیا وہ دونوں جہانوں میں ناکام و نامراد ہو گئے۔

37 پ

پڑھیا علم تے وَدّھی مغروری، عقل بھی گیا تلوہاں ھُو
بُھلا راہ ہدایت والا، نفع نہ کیتا دُوہاں ھُو
سر دِتّیاں جے سِرّ ہتھ آوے، سودا ہار نہ توہاں ھُو
وڑیں بازار محبت والے باھُوؒ، کوئی راہبر لے کے سُوہاں ھُو

لغت

تے	اور	سِرّ	راز۔رازِ پنہاں
وَدّھی	زیادہ ہوگئی، بڑھ گئی	ہتھ	ہاتھ
مغروری	غرور، تکبر، انانیت	آوے	آجائے
تلوہاں	نیچے کی طرف، کمی ہونا۔تنزل ہونا	سوداہارنہ	سودا ضائع نہ کر
بُھلا	بھول گیا	توہاں	تُوخود
کیتا	کیا	وڑیں	داخل ہونا، جانا
دُوہاں	دونوں نے	راہبر	مرشد کامل
دِتّیاں	دینے سے	سُوہاں	واقفیت رکھنے والا، واقف کار

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس بیت میں اُن علما کا ذکر فرما رہے ہیں جن میں علم حاصل کرنے کے بعد غرور، تکبر اور اکڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اُن کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ علمِ ظاہر کے حصول کے بعد تُو غرور، تکبر اور خود پسندی میں مبتلا ہو گیا ہے جس سے تیری عقل نے بھی تیرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ علم حاصل کرنے سے تیری عقل میں اضافہ ہوتا اور تُو صراطِ مستقیم کو پہچان لیتا، تُو تکبر اور انانیت کی وجہ سے ابلیس کی طرح اپنی عقل بھی گنوا بیٹھا ہے۔ علم اور عقل دونوں میں سے کسی نے تجھے فائدہ نہیں دیا اور تو اسی تکبر اور انانیت کی وجہ سے ہدایت کی راہ (صراطِ مستقیم) سے گمراہ ہو چکا ہے۔ اگر سر دینے سے سِرِّ الٰہی ہاتھ آ جائے تو اس سودے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے لیکن عشق کے بازار میں مرشد کامل کی راہبری میں ہی داخل ہونا چاہیے کیونکہ وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے اور راہبر کے بغیر منزل نہیں ملتی۔

38 (پ)

پاک پلیت نہ ہوندے ہرگز، توڑے رہندے وِچ پلیتی ھُو
وحدت دے دریا اُچھلے، ہک دِل صحی نہ کیتی ھُو
ہک بت خانیں واصل ہوئے، ہک پڑھ پڑھ رہن مسیتی ھُو
فاضل سُٹ فضیلت بیٹھے باھُوؒ، عشق نماز جاں نیتی ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
پلیت	پلید، ناپاک، نجس	صحی	صحیح
ہوندے	ہوتے	کیتی	کی۔کیا
توڑے	خواہ۔چاہے	بت خانیں	بت خانوں میں۔عبادت گاہوں کے علاوہ دوسری جگہ۔مقامات
رہندے	رہتے ہوں	واصل ہوئے	فنافی اللہ ہوئے
وچ	درمیان	مسیتی	مسجد میں
پلیتی	ناپاکی، پلیدی	رہن	رہیں
وحدت	مرتبۂ وحدت	سُٹ	پھینک کر، چھوڑ کر
دے	کے	جاں	جب
اُچھلے	ٹھاٹھیں مار رہے	نیتی	نیت کی
ہک	ایک		

ازلی طالبانِ مولیٰ اگر دنیا، نفس اور شیطان کے جال میں پھنس بھی جائیں تو سدا اُن کے پھندے میں نہیں رہتے اور کبھی نہ کبھی اپنی اصل (اللہ تعالیٰ) کی طرف پلٹ ہی آتے ہیں۔ روحانی طور پر پاکیزہ لوگ اگر گناہ آلود، شرک، بے دینی اور لہو ولعب والی جگہ پر بھی رہیں تو اس کا اُن کے باطن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وحدت کا دریا تو موجزن ہے اور ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن دِل کے اندھے اسے پہچان نہیں پا رہے اور اس نعمت سے یہ لوگ محروم ہیں۔ بعض لوگ بت خانہ جا کر (عبادت گاہوں کے علاوہ کسی اور جگہ) بھی معرفتِ حق تعالیٰ حاصل کر لیتے ہیں اور بعض مساجد میں بیٹھ کر بھی اپنے تکبر، عُجب، انانیت اور نورِ بصیرت سے عاری ہونے کے سبب اس سے محروم رہتے ہیں۔ جب عشق دِل پر قبضہ کر لیتا ہے تو کئی عالم فاضل اپنی فضیلت اور مراتب چھوڑ کر عاشقِ ذات بن جاتے ہیں۔

39 پ

پیر ملیاں جے پیڑ ناں جاوے، اُس نُوں پیر کی دھرناں ھُو
مُرشد مِلیاں اِرشاد نہ مَن نُوں، اوہ مرشد کی کرناں ھُو
جس ہادی کولوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پھڑناں ھُو
جے سر دِتیاں حق حاصل ہووے باھُوؒ، اُس موتوں کی ڈرناں ھُو

لغت

ملیاں	ملنے سے	کولوں	سے
پیڑ	درد۔ دُکھ۔ یعنی مقصود حاصل نہ ہو	ناہیں	نہ ہو
ناں	نہ	پھڑناں	پکڑنا، بیعت ہونا
جاوے	جائے	جے	اگر
نُوں	کو	دتیاں	دینے سے
دھرناں	رکھنا	حق	اللہ تعالیٰ
مَن	روح۔ باطن	ہووے	ہو جائے
اوہ	وہ	موتوں	موت سے
کی	کس لیے۔ کیونکر	ڈرناں	ڈرنا، خوف کھانا
ارشاد	ہدایت		
ہادی	ہدایت دینے والا یعنی مرشد کامل		

اگر کسی مرشد کے دستِ بیعت ہونے کے بعد بھی طالبِ صادق کو اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب نہ ہو اور ہجر کا درد تڑپاتا رہے تو ایسے ناقص مرشد کو مرشد تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دینا چاہیے۔ جس مرشد سے دِل کو رُشد و ہدایت حاصل نہ ہو اور من کو سکون نہ ملے تو ایسے مرشد کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے اور جس ہادی (مرشد) سے ہدایت اور صراطِ مستقیم حاصل نہ ہو اس کی بیعت اور پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر ایسا مرشد کامل مل جائے جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مقام پر پہنچا دے جہاں سر قربان کر کے دیدارِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے تو ایسی موت سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

40 **پ**

پاٹا دامن ہویا پرانا، کچرک سیوے درزی ھُو
دِل دا محرم کوئی نہ مِلیا، جو مِلیا سو غرضی ھُو
باجھ مُربّی کِسے نہ لدّھی، گجھی رمز اندر دِی ھُو
اوسے راہ وَل جایئے باھُوؒ، جس تھیں خلقت ڈردی ھُو

لغت

پاٹا دامن	پھٹا ہوا۔ تار تار دامن	لدّھی	پائی، حاصل کی
ہویا	ہوا	گجھی	پوشیدہ
کچرک	کب تک	رمز	راز
سیوے	رفو کرنا۔ سلائی کرنا	اندر	باطن
دل دامحرم	وہ طالبِ صادق جس کو مرشد امانتِ الٰہیہ (روحانی ورثہ) منتقل کر کے سلسلہ کا سربراہ بناتا ہے	اوسے راہ وَل	اسی راستے کی طرف
غرضی	مطلب پرست، غرض مند	جایئے	جانا چاہیے
باجھ	بغیر	جس تھیں	جس سے
مُربّی	مرادمرشدِ کامل	خلقت	لوگ
کِسے	کسی	ڈردی	ڈرتی ہو

آپؒ فرما رہے ہیں کہ طالبِ صادق کو تلاش کرتے کرتے میرا دامن تار تار ہو چکا ہے۔ اب تک تو دِل کا محرم (صادق طالبِ مولیٰ جس کو مُرشد امانتِ

بعض کتب میں اس بیت کا دوسرا مصرعہ اس طرح سے ہے: حال دامحرم کوئی نہ ملیا جو ملیا سو غرضی ھُو
یہاں ''دِل دامحرم'' درست ہے کیونکہ ''دِل دامحرم'' وہ طالب ہوتا ہے جو مرشد کا فرزندِ حقیقی ہوتا ہے جس کو مرشد اپنا روحانی ورثہ منتقل کر کے آئندہ کے لیے سلسلہ کا سربراہ منتخب کرتا ہے۔
بیت 77 میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ''جیہڑے محرم ناہیں دِل دے ھُو'' اور بیت 78 میں ''جو دِل دامحرم ہووے'' استعمال فرمایا ہے اس لیے اصل ''دِل دامحرم'' ہے نہ کہ حال دامحرم۔
ڈاکٹر سلطان الطاف علی نے یہ بیت سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے سماعت فرمایا اور انہوں نے ''حال دامحرم'' تحریر فرمایا ہے لیکن اس عاجز نے تصحیح کے لیے اپنے مرشد سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ سے اس بیت کی درستگی کے لیے فرمایا انہوں نے بھی یہ بیت اپنے والد اور مرشد سلطان الاولیا حضرت سخی سلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے ہی سماعت فرمایا تھا تو انہوں نے ''دِل دامحرم'' درست قرار دیا۔

الٰہیہ منتقل کر کے مسندِ تلقین وارشاد پر فائز کرتا ہے) نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طلب دِل میں لے کر کوئی بھی میرے پاس نہیں آیا کہ میں اُسے اللہ سے ملا دوں۔ جو بھی آیا وہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے آیا۔ بغیر مرشد کامل اکمل کے کوئی بھی دِل کے اندر پوشیدہ رازِ حق تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ دیدارِ ذات کے راستہ پر چلنا چاہیے لیکن لوگ اس راہ پر چلنے سے ڈرتے ہیں اور بعض تو خوف کی وجہ سے اس راہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔

41 پ

پنجے محل پنجاں وِچ چانن، ڈیوا کِت وَل دھریئے ھُو
پنجے مہر پنجے پٹواری، حاصل کِت وَل بھریئے ھُو
پنجے امام تے پنجے قبلے، سجدہ کِت وَل کریئے ھُو
باھُوؒ جے صاحب سر منگے، ہرگز ڈِھل نہ کریئے ھُو

لغت

پنجے	پانچوں	حاصل	مالیہ
محل	یہاں پنجتن پاک کا بشری وجود مراد ہے	بھریئے	بھریں۔ادا کریں
پنجاں	پانچوں	جے	اگر
وچ	میں	صاحب	اللہ تعالیٰ
چانن	روشنی۔نور	منگے	مانگے۔طلب کرے
ڈیوا	دیا۔چراغ	کریئے	کریں
کِت وَل	کدھر۔کس جانب	ڈِھل	دیر۔تاخیر
دھریئے	رکھیں		
مہر	سردار، چوہدری، مہر کا مطلب سورج بھی ہے جو ہر ایک کو بلا امتیاز روشنی بخشتا ہے۔		

اس بیت میں پنج (پانچ) کی تکرار ہے اس لیے اس بیت کے بارے میں شارحین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

- ڈاکٹر نذیر احمد کو اس بیت کی بالکل بھی سمجھ نہ آئی اور انہوں نے اپنی طبیعت کے رخ کے مطابق اسے بجھارت لکھ دیا۔
- محمد شریف صابر تحریر کرتے ہیں ''اس بیت کی بجھارت کا درست اور صحیح حل نہیں ملا۔''

پھر انہوں نے محل کو میحل میں بدل کر اس کے معنی حواسِ خمسہ یا پانچ مدارج یعنی شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور وحدت لکھ کر جان چھڑا لی۔

نور محمد کلاچوی اور ڈاکٹر سلطان الطاف علی کے مطابق سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اس بیت میں ظاہری اور باطنی حواسِ خمسہ کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کیونکہ انسان تمام ظاہری اور باطنی علوم انہی ظاہری اور باطنی حواسِ خمسہ کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور اس کو ان باطنی حواسِ خمسہ میں ذاتِ حق تعالیٰ دکھائی دیتی ہے۔

احمد سعید ہمدانی گومگو کی کیفیت میں رہے اور تحریر کرتے ہیں کہ یہ پانچ حواسِ خمسہ بھی ہو سکتے ہیں جن کے ذریعے دماغ معلومات حاصل کرتا ہے اور یہ پانچ مقاماتِ قوت وشعور بھی ہو سکتے ہیں جن کو صوفیا کرام قلب، روح، سِرّ، خفی اور اخفیٰ کا نام دیتے ہیں، جب یہ بروئے کار آتے ہیں تو ان کے اندر روشنی نظر آتی ہے اور کئی بھید کھلتے ہیں۔صوفیا کرام انہیں لطائف کا نام دیتے ہیں اور یہ لطائف باطنی علوم کا ذریعہ ہیں۔

مندرجہ بالا شارحین کی شرح کا لبِ لباب یہ ہے کہ جب حواسِ خمسہ (پانچ حواس) یا پانچ لطائف روشن ہو جاتے ہیں تو ہر ایک میں ذاتِ حق کا جلوہ نظر آتا ہے اور سالک کو پانچوں حواس یا لطائف میں ذاتِ الٰہی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

جہاں تک ظاہری اور باطنی حواسِ خمسہ کا تعلق ہے تو اس کا سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات میں کہیں ذکر تک نہیں ملتا اس لیے یہ شرح کچھ درست معلوم نہیں ہوتی۔

جہاں تک لطائفِ ستہ ''نفس، قلب، روح، سِرّ، خفی اور اخفیٰ'' کا تعلق ہے ان میں ایک لطیفہ نفس ظاہری اور پانچ باطنی ہیں۔سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ ان پانچ لطائف کے قائل ہی نہیں ہیں، آپ رحمتہ اللہ علیہ اخفیٰ سے آگے یخفیٰ اور یخفیٰ سے آگے ایک اور مقام اَنا کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔

کلید التوحید کلاں میں فرماتے ہیں:

- معرفتِ توحیدِ الٰہی تصدیق ہے، تصدیق قلب میں ہے، قلب روح میں ہے، روح سِرّ میں ہے، سِرّ خفی میں ہے اور خفی یخفیٰ میں ہے۔

مقامِ اَنا کے بارے میں عین الفقر میں فرماتے ہیں:

- حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے ''بے شک آدمی کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے جو فواد میں ہے، فواد قلب میں ہے، قلب روح میں ہے، روح سِرّ میں ہے، سِرّ خفی میں ہے اور خفی انا میں ہے۔جب کوئی فقیر مقامِ انا میں پہنچ جاتا ہے اس پر حالتِ سکر وارد ہو جاتی ہے۔'' (عین الفقر)
- انا بھی دو قسم کی ہوتی ہے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ اور قُمْ بِاِذْنِیْ، فقیر انا کی انہی دو حالتوں سے منسلک رہتا ہے۔(عین الفقر)

فقیرِ کامل کا ذکر کرتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اس کا نفس قلب بن جاتا ہے، قلب روح کی صورت اختیار کر لیتا ہے، روح سِرّ بن جاتی ہے اور سِرّ خفی بن جاتا ہے، خفی انا میں تبدیل ہو جاتی ہے اور انا مخفی میں ڈھل جاتی ہے اسے توحیدِ مطلق کہتے ہیں۔مقامِ اَنا وہی مقام ہے جہاں پر منصور حلاجؒ نے انا الحق کہا تھا۔(عین الفقر)

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کثرت کے نہیں وصالِ الٰہی کے قائل ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں:

باجھ وصال اللہ دے باھُوؒ، سب کہانیاں قصے ھُو

مفہوم: وصالِ الٰہی کے بغیر تمام مقامات اور منازل بے کار ہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں:

چار بُودم سہ شدم اکنوں دویم و ز دوئی بہ گزشتم و یکتا شدم

ترجمہ: میں پہلے چار تھا پھر تین ہوا اور جب دوئی سے بالکل نکل گیا تو یکتا ہو گیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کے طریقہ سلوک میں یکتائی یعنی وصالِ الٰہی کے مرتبہ کے بغیر تمام مقامات اور منازل بے کار اور لاحاصل ہیں اس لیے پانچ حواس یا لطائف میں ذاتِ حق کے نظر آنے یا دیدار ہونے کے آپؒ قائل ہی نہیں ہیں۔

اس بیت میں پنجے، پنجاں یعنی پنج کی تکرار ہے اور سب جانتے ہیں کہ پنجابی میں جب پنج کا ذکر ہو تو مراد پنجتن پاک یعنی اہلِ بیتؓ ہوتے ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ پنجتن پاک کی معرفت حاصل کیے بغیر فقر کی انتہا تک رسائی ناممکن ہے۔

پنجتن پاک (اہلِ بیتؓ) کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں:

- حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تو بس میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔'' (مسلم 6308، نسائی)
- حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری شاخ ہے، جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے اس چیز سے مجھے بھی خوشی ہوتی ہے اور جس سے اُسے تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔'' (مسند احمد، المستدرک)
- ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں ''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔''

(ابوداؤد 5217، ابنِ ماجہ، ترمذی)
- اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''میں نے اندازِ گفتگو میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔'' (بخاری، نسائی، صحیح ابنِ حبان)
- حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''علیؓ مجھ سے اور میں علیؓ سے ہوں اور میری طرف سے عہد کی بات میرے اور علیؓ کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔'' (ترمذی 3719، ابنِ ماجہ 119، مسند احمد)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؓ مولا ہے۔'' (المستدرک 4577، ترمذی 3713)

حضرت ریاح ابن حارثؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غدیرِ خم کے دن فرمایا ''مَنْ کُنْتُ مَوْلٰی فَعَلِیٌّ مَوْلٰی جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علیؓ مولیٰ ہے۔'' (مسند احمد 23959، طبرانی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہٗ ایک طویل روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''بے شک علیؓ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔'' (ترمذی 3712)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''یہ علیؓ بن ابی طالب ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (طبرانی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں ''حسن (رضی اللہ عنہٗ) سینہ سے سر تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل شبیہ ہیں اور حسین (رضی اللہ عنہٗ) سینہ سے نیچے پاؤں تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل شبیہ ہیں۔'' (ترمذی 3779، مسند احمد، طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) سے محبت کی اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔'' (طبرانی 2579، ابن ماجہ، مسند احمد)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اے اللہ! جو حسینؓ سے محبت رکھے اسے محبوب رکھ۔ حسینؓ نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے۔ جسے یہ پسند ہو کہ کسی جنتی مرد کو دیکھے (ایک روایت میں ہے کہ جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھے) وہ حسینؓ بن علیؓ کو دیکھے۔'' (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہٗ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ مبارکہ ''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرما دیں کہ آ جاؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں'' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو بلایا اور فرمایا ''یا اللہ! یہ میرے اہلِ بیتؓ ہیں۔'' (مسلم 6220، ترمذی 3724)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ''جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی درجہ میں ہوگا۔'' (ترمذی 3733، مسند احمد)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہوگی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اس سے صلح ہوگی۔''

(طبرانی 2555، ترمذی، ابنِ ماجہ)[1]

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے وصل اور وصال کے دو طریقے اور راستے ہیں۔ ایک نبوت کا طریقہ اور راستہ ہے، اس طریق سے اصلی طور پر واصل اور موصل محض انبیا علیہم السلام ہیں اور یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ختم ہوا۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے، اس طریق والے واسطے (وسیلہ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے واصل اور موصل ہوتے ہیں۔ یہ گروہ اقطاب، اوتاد، ابدال، نجبا اور عام اولیا پر مشتمل ہے۔ اس طریقے کا راستہ اور وسیلہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ منصبِ عالی آپ رضی اللہ عنہٗ کی ذاتِ گرامی سے متعلق ہے۔ اس مقام میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر پر ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اس مقام پر سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل اور مشترک ہیں۔ (مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب 123 بنام نور محمد تہاری)

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

- حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہِ مرداں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔ (عین الفقر، محک الفقر کلاں)
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ (جامع الاسرار)
- فقرا کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کا اہلِ علم اس طرح ترجمہ کرتے ہیں ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ''، لیکن حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو اس مفہوم میں بیان فرماتے ہیں ''میں فقر کا شہر (مرکز) ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ (باب)۔'' اس لیے فقرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ''بابِ فقر'' کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

سیّدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سلطان الفقر ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف 'جامع الاسرار' میں فرماتے ہیں:

- حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فقر کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فقر حاصل تھا۔ جو شخص فقر تک پہنچتا ہے ان ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہٗ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (محک الفقر کلاں)

---

[1] فضائلِ اہلِ بیتؓ کے تفصیلی مطالعہ کے لیے راقم کی تصانیف ''فضائلِ اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرامؓ (قرآن و حدیث کی روشنی میں)'' اور ''شمس الفقرا'' میں باب 16 ''فضائلِ اہلِ بیتؓ کا مطالعہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فقر کے مرتبہ کمال فنافی اللہ بقاباللہ کے مقام پر یہ چاروں ہستیاں یکتا اور متحد ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب تک ان چاروں ہستیوں کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں طالبِ مولیٰ بھی یکتا نہیں ہو جاتا فقر کی خوشبو تک کو نہیں پا سکتا۔ کیونکہ:

- بیدمؔ یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات خیر النساء، حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰؐ علیؓ

☆☆☆☆

- لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃ اَلْمُصْطَفٰی وَ الْمُرْتَضٰی وَ اَبْنَاھُمَا وَ الْفَاطِمَۃ

ترجمہ: پنجتن پاک (اہلِ بیتؓ) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سیّدہ کائنات حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں فرزند حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ایسی ہستیاں ہیں جن کی وجہ سے ہر مہلک وبا (ظاہری و باطنی) کی آگ بجھ جاتی ہے۔

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی بیعت مبارک کا واقعہ بھی پنجتن پاک کی مجلس میں ہوا۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اہلِ بیتؓ کی محبت میں غرق تھے اور ہر سال یکم محرم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کا عرس منایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آج تک تین سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود جاری ہے۔ عاشورہ محرم کے دس دنوں کے اندر زائرین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ہزاروں آرہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جا رہے ہوتے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح آپؒ کے مزار پاک پر ہر سال دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، لاکھوں لوگ حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ پنجتن پاک (اہلِ بیتؓ) کا مرتبہ اور شان بیان فرما رہے ہیں:

'پنجے محل' سے مراد پنج تن پاک (اہلِ بیتؓ) کے ظاہر و مظہر بشری وجود ہیں اور چانن سے مراد ان میں ھُو کا نور ہے جو واحد اور یکتا ہے۔ اگر ان کی بشریت کو دیکھا جائے تو وہ مختلف صفاتِ کاملہ کے مظہر ہیں اور اپنی اپنی جگہ کامل، اکمل اور نور الہدیٰ ہیں لیکن اگر باطن کی نگاہ سے ان کی حقیقت کو دیکھا جائے تو وہ ایک ہی ذات کے کامل مظہر ہیں لہٰذا وہ حقیقت میں واحد اور یکتا لیکن بظاہر جدا جدا ہیں۔ یہ ظاہری کثرت اور باطنی وحدت ایک طالب کے لیے ھُو کی معرفت کو بعض اوقات مشکل بنا دیتی ہے۔ اسی مشکل کا اظہار حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اس بیت میں فرما رہے ہیں۔ طالب اسی کشمکش میں رہتا ہے کہ وہ انہیں واحد اور یکتا سمجھے یا پانچ۔ اگر وہ ایک ہی ذاتِ ھُو کے مظہر ہیں تو وہ ھُو کو سجدہ کرنے کے لیے ظاہری طور پر کس کی طرف رُخ کرے اور بوقتِ حساب مغفرت کے لیے کس کی طرف رجوع کرے؟ ھُو ہی قبلہ ہے اور واحد، احد ہے لیکن ظاہری طور پر ان پانچ بشری وجودوں میں اس کا ہویدا ہونا ایک ایسا سِرّ ہے جس سے آشنائی صرف سر دے کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ راز صرف انہی عارفین کو حاصل ہوا جو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام سے گزر کر خود ذاتِ ھُو میں فنا ہو کر فنافی ھُو ہوئے اور ھُو کے محرم راز ہو گئے۔

42 ت

تارکِ دُنیا تد تھیوسے، جداں فقر ملیوسے خاصا ھُو
راہ فقر دا تد لدھیوسے، جداں ہتھ پکڑیوسے کاسا ھُو
دریا وحدت دا نوش کیتوسے، اجاں وی جی پیاسا ھُو
راہ فقر رَت ہنجوں روَن باھُوؒ، لوکاں بھانے ہاسا ھُو

لغت

تارکِ دُنیا	ترکِ دُنیا کرنے والا	کاسا	پیالہ
تد	تب	کیتوسے	ہم نے کیا
تھیوسے	ہم ہوئے۔ ہم ہوگئے	اجاں وی	ابھی بھی
جداں	جب	رَت	خون
ملیوسے	ہمیں ملا	ہنجوں	آنسو
لدھیوسے	پایا۔ پانا	روَن	روئیں
ہتھ	ہاتھ	لوکاں	لوک کی جمع جس کے معنی لوگ کے ہیں۔ مراد لوگوں
پکڑیوسے	پکڑا۔ پکڑنا	بھانے	کے لیے
		ہاسا	ٹھٹھا۔ مذاق

ہم نے جب دُنیا کی محبت ترک کی اور ہر غیر اللہ کو دِل سے نکال کر جامِ عشق تھام لیا تو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصیب ہوا اور یہ اُس وقت ہوا جب ہم گھر بار سب اللہ کی راہ میں لٹا بیٹھے۔ ہم نے دریائے وحدتِ الٰہی پورا نوش کر لیا ہے لیکن تشنگی اور پیاس کم نہیں ہوئی۔ عاشق لوگ وصالِ الٰہی کے لیے بیتاب ہو کر خون کے آنسو بہاتے رہتے ہیں مگر انجان اور نامحرم لوگ اُن کی اِس حالت سے بے خبر اُن کا ٹھٹھا اور مذاق اڑاتے ہیں۔

43 ت

تُلّہ بَنھ توکّل والا، ہو مردانہ تریئے ھُو
جس دُکھ تھیں سُکھ حاصل ہووے، اُس دُکھ تھیں نہ ڈریئے ھُو
اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا آیا، چِت اُسے وَل دھریئے ھُو
اوہ بے پرواہ درگاہ ہے باھُوؒ، اُوتھے رو رو حاصل بھریئے ھُو

لغت

تُلّہ	تیرنے کا آسرا۔ دریا کے کنارے رہنے والے لوگ گھاس پھوس اور لکڑیوں کو جوڑ کر ایک فرش نما کشتی بناتے ہیں اور اس کے آسرا سے تیر کر دریا عبور کرتے ہیں اس کو تُلّہ کہتے ہیں۔	بَنھ	باندھ کر
مردانہ	مردانہ وار، مردوں کی طرح، طالبِ مولیٰ کی طرح	تریئے	تیریں
تھیں	سے	سُکھ	آرام اور سکون
اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا	بیشک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔(الم نشرح)	چِت	دھیان، توجہ
اُسے	اس	وَل	طرف
دھریئے	رکھیے۔لگایئے	بے پرواہ درگاہ	بے نیاز ذات
حاصل بھریئے	فائدہ اٹھائیں		

اللہ تعالیٰ پر بھروسا اور توکّل کر کے مردانہ وار راہِ فقر پر چلنا چاہیے۔ جس دکھ کے بعد سکھ حاصل ہونا ہو اس دکھ کا سامنا کرتے ہوئے نہیں ڈرنا چاہیے۔ قرآنِ پاک کے اس حکم کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہر تکلیف اور تنگی کے ساتھ آرام اور آسانی شامل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اس سے رو رو کر 'وصال' طلب کرنا چاہیے۔

44 ت

تن مَن یار میں شہر بنایا، دِل وِچ خاص محلّہ ھُو
آن الف دِل وَسوں کیتی، میری ہوئی خوب تسلّہ ھُو
سب کچھ مینوں پیا سنیوے، جو بولے ماسویٰ اللہ ھُو
درد منداں ایہہ رمز پچھاتی باھُوؒ، بے درداں سر کھلّہ ھُو

لغت

تن من	ظاہر و باطن	آن	آ کر
الف	اسمِ اللہ ذات	وَسوں	رہنے لگا
تسلّہ	تسلی، تشفی	پیا سنیوے	سنائی دے
ماسویٰ اللہ	اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی تمام کائنات اور موجودات	درد منداں	درد مند کی جمع۔ درد مند عاشق کو کہتے ہیں مراد عاشقوں
بے درداں	طالبانِ ناقص۔ طالبانِ دنیا و عقبیٰ	رمز	راز
کھلّہ	جوتا		

میں نے اپنے ظاہر و باطن کو محبوبِ حقیقی کا شہر بنالیا ہے اور دِل میں اُس کے لئے ایک خاص محلّہ آباد کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دِل کے اس خانہ کو اپنی ذات کے اظہار سے آباد کر کے میری تسکین و تشفی کر دی ہے۔ اب مجھے ایسی قوتِ سماعت حاصل ہوگئی ہے کہ مخلوق کی ہر بات مجھے سنائی دے رہی ہے۔ عشق کے اس راز کا صرف درد مندوں اور عاشقوں کو پتہ ہے۔ بے درد (طالبِ دنیا و عقبیٰ) اس راز اور مقام کو نہیں سمجھتے اور مجھے ان کی پرواہ بھی نہیں ہے۔

45 ت

توڑے تنگ پُرانے ہووَن، گُجھے نہ رہندے تازی ھُو
مار نقارہ دَل وچ وڑیا، کھیڈ گیا اِک بازی ھُو
مار دلاں نوں جول دتونیں، جدوں تکے نین نیازی ھُو
اُنہاں نال کیہہ ہویا باھُوؒ، جنہاں یار نہ رکھیا راضی ھُو

لغت

تو ڑے	خواہ	تنگ	گھوڑے کی زین باندھنے والا پٹہ
ہووَن	ہو جائیں	گُجھے	پوشیدہ، خفیہ
تازی	اصیل عربی گھوڑے	دَل	میدان
وڑیا	داخل ہوا	کھیڈ گیا	کھیل گیا، جیت گیا
جول دتونیں	ہلا دیا، ہلا کے رکھ دیا	تکے	دیکھے
نین	آنکھیں	نیازی	عاشقانہ
اُنہاں نال	اُن کے ساتھ	یار	مرشدِ کامل

ظاہری اسباب کتنے ہی تنگ کیوں نہ ہوں اور حالات کتنے ہی تکلیف دہ اور کشیدہ کیوں نہ ہو جائیں، طالبانِ مولیٰ اصلی نسل کے گھوڑوں کے شہسواروں کی طرح پوشیدہ نہیں رہتے۔ یہ لوگ بڑے جانبازانہ انداز میں میدانِ عشق میں داخل ہوتے ہیں اور عشق کی بازی کھیل جاتے ہیں یعنی اپنی زندگی اور ہر چیز داؤ پر لگا کر ''گوہر'' حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کی شانِ محبوبیت یہ ہوتی ہے کہ جدھر نگاہ اٹھاتے ہیں ہلچل مچ جاتی ہے۔ آخری مصرعہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ اُن لوگوں کی حالتِ زار پر افسوس کرتے ہیں جو اپنے مرشد کو راضی نہیں رکھ سکتے اور مرشد کو ناراض کر کے خوار ہوتے ہیں اور وصالِ حق تعالیٰ سے محروم رہ جاتے ہیں۔

46 ت

تسبی دا تو کسبی ہویوں، ماریں دَم وَلیاں ھُو
من دا منکا اک نہ پھیریں، گل پائیں پنج وِیہاں ھُو
دَین لگیاں گل گھوٹو آوِے، لین لگیاں جھٹ شِیہاں ھُو
پتھر چِت جنہاندے باھُوؒ، اُوتھے زایا وَسنا مینہاں ھُو

لغت

تسبی	تسبیح	کسبی	ماہر
ہویوں	ہوا	وَلیاں	ولیوں کی طرح
من	روح، باطن	منکا	دانہ
پھیریں	باطنی تبدیلی	پنج وِیہاں	ایک سو کی تسبیح (5x20)
دَین لگیاں	دیتے ہوئے	گھوٹو	دل تنگ ہوجائے
لین لگیاں	لیتے ہوئے	شِیہاں	شیر کی طرح جھپٹ کر لینا
چِت	دھیان	زایا	ضائع
وَسنا	برسنا	مینہاں	بارش

تُو وردو وظائف میں بڑا ماہر ہوگیا ہے اور اپنے آپ کو ولی سمجھنے لگا ہے۔ گلے میں تُو نے سو(100) دانوں والی تسبیح لٹکا رکھی ہے لیکن اِن وردو وظائف کا تیرے دِل پر تو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ وہاں تو ابھی تک شیطان، نفس اور دنیا کا بسیرا ہے۔ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت تو کہیں نظر نہیں آتا مگر جہاں کہیں مال وزر نظر آتا ہے اُسے حاصل کرنے کے لئے بڑی پھرتی اور چستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جن لوگوں کے دِل ایسی منافقت اور ہوسِ دنیا سے پتھر ہو چکے ہوں وہاں تجلیاتِ الٰہی کا نزول نہیں ہوتا۔

47 ت

تدوں فقیر شتابی بندا، جد جان عشق وِچ ہارے ھُو
عاشق شیشہ تے نفس مربّی، جان جاناں توں وارے ھُو
خودنفسی چھڈ ہستی جھیڑے، لاہ سِروں سب بھارے ھُو
باھُوؒ باجھ مویاں نہیں حاصل تھیندا، توڑے سَے سَے سانگ اُتارے ھُو

لغت

تدوں	تب، اس وقت	شتابی	جلدی، فوراً
عاشق شیشہ	مومن رحمٰن کا آئینہ (حدیث)	نفس مربّی	نفسِ مطمئنہ، ہدایت دینے والا نفس
جاناں	محبوب	وارے	قربان کرے
چھڈ	چھوڑ دے	خودنفسی	خود پسندی
جھیڑے	جھگڑے۔ فضول کام	لاہ	اتار دے
بھارے	بوجھ، ذمہ داریاں	باجھ مویاں	مرے بغیر، ان الفاظ میں حدیث پاک ''مرنے سے پہلے مر جاؤ'' کی طرف اشارہ ہے۔
تھیندا	ہوتا	سَے سَے	سینکڑوں
سانگ اُتارے	رنگ بدلے، نقل اتارے		

فقیر تب ہی کامل ہوتا ہے جب عشق میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور ''لا'' کی تلوار سے خواہشاتِ نفس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ اپنا گھر بار، مال و متاع اور اپنی ہستی تک نیلام کر دیتا ہے پھر اپنے آپ کو عشق کی آگ میں جلا کر فنا کر لیتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ طالب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خود پسندی اور فضولیات سے کنارہ کشی اختیار کر لے تا کہ یکسوئی کے ساتھ راہِ حق پر گامزن ہو سکے کیونکہ مرنے سے پہلے مرے بغیر وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا خواہ ظاہری طور پر کتنی ہی عبادات اور مجاہدہ کیا جائے۔

48 (ت)

تو تاں جاگ نہ جاگ فقیرا، اَنت نوں لوڑ جگایا ھُو
اکھیں میٹیاں نہ دِل جاگے، جاگے جاں مطلب نوں پایا ھُو
ایہہ نکتہ جداں کیتا پُختہ، تاں ظاہر آکھ سنایا ھُو
میں تاں بُھلی ویندی ساں باھُوؒ، مینوں مُرشد راہ وِکھایا ھُو

لفظ	معنی	لفظ	معنی
تو تاں	تُو تو	اَنت	آخر کار
اکھیں میٹیاں	آنکھیں بند کرنے سے، حالتِ مراقبہ میں جانے سے	میں تاں بُھلی ویندی ساں	میں تو بھول چکا تھا۔ فراموش کر چکا تھا
وِکھایا	دکھایا		

محض آنکھیں بند کرنے یا مراقبہ میں بیٹھنے سے دِل بیدار نہیں ہوتا۔ ایسا تو تُو اپنے مطلب کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کرتا ہے۔ دِل تو تب بیدار ہوتا ہے جب ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات سے دیدارِ ذات حاصل ہوتا ہے۔ میں بھولا بھٹکا ہوا تھا اور محض وِرد و وظائف اور مراقبوں کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھا تھا۔ یہ تو میرا مرشد کامل ہے جس نے مجھے حق کی راہ دکھائی اور جب میں نے یہ نکتہ پختہ کر لیا تو حقیقت کو پالیا۔

49 ت

تسبی پھری تے دِل نہیں پھریا، کی لیناں تسبی پھڑ کے ھُو
عِلم پڑھیا تے ادب نہ سِکھیا، کی لیناں عِلم نوں پڑھ کے ھُو
چِلّے کٹّے تے کُجھ نہ کھٹیا، کی لیناں چِلیاں وڑ کے ھُو
جاگ بناں ددھ جمدے ناہیں باھُوؒ، بھانویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ھُو

لغت

تسبی پھری	تسبیح پڑھی	دِل نہیں پھریا	باطن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی
سِکھیا	سیکھا	کھٹیا	حاصل کیا، پایا
چِلّے کٹّے	چلہ کشی کی	جاگ	دودھ جمانے کے لیے جو دہی یا لسی دودھ میں ڈالتے ہیں
بناں	بغیر	کڑھ کڑھ	پک پک کر

تُو وردووظائف پڑھتا رہا اور تیری تسبیح بھی چلتی رہی لیکن اس کا کوئی اثر تیرے باطن میں ظاہر نہ ہوا، ایسے وردووظائف سے کیا حاصل؟ تُو نے علم بھی حاصل کر لیا لیکن تجھے ''فقرا'' کے ادب وحقیقت کا پتہ نہ چل سکا، ایسے علم کا کیا فائدہ؟ تُو نے چلہ کشی بھی کی لیکن تجھے وصالِ الٰہی نصیب نہ ہو سکا، ایسے چِلّوں کا کیا فائدہ؟ یاد رکھ بغیر مرشد کامل کے اللہ تعالیٰ کا قرب ووصال حاصل نہیں ہو سکتا خواہ کتنی ہی عبادات اور وردووظائف کر لیے جائیں۔

50 ث

ثابت صِدق تے قدم اگیرے، تائیں ربّ لبھیوے ھُو
لُوں لُوں دے وِچ ذکر اللہ دا، ہر دم پیا پڑھیوے ھُو
ظاہر باطن عین عیانی، ھُو ھُو پیا سنیوے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاندی جیوے ھُو

ثابت	مضبوط، پختہ۔ پکا	اگیرے	اور آگے
لُوں لُوں	جسم کے ذرہ ذرہ میں	عین عیانی	ظاہر و باطن میں ایک جیسا ہو جانا
سنیوے	سنائی دے	جنہاندی	جن کی
جیوے	زندہ ہو جائے		

وصالِ الٰہی تو تب ہی ممکن ہے جب طالبِ مولیٰ اخلاص اور استقامت کے ساتھ راہِ فقر پر اپنا سفر جاری رکھے۔ اس کے لوں لوں سے ذکرِ اسم اللہ ذات جاری ہو جائے اور ظاہر و باطن میں وہ مشاہدۂ حق تعالیٰ میں غرق رہے۔ فقیر تو وہی ہوتے ہیں کہ جن کی قبرِ انور سے بھی فیض کے چشمے جاری ہوں۔

51 ث

ثابت عشق تنہاں نوں لدّھا، جنہاں تَرَٹّی چوڑ چا کیتی ھُو
نہ اوہ صوفی نہ اوہ صافی، نہ سجدہ کرن مسیتی ھُو
خالص نَیل پرانے اُتے، نہیں چڑھدا رنگ مجیٹھی ھُو
قاضی آن شرع وَل باھُوؒ، کدیں عشق نماز نہ نیتی ھُو

لغت

ثابت	مضبوط، پختہ۔ پکا	لدّھا	ملا
تَرَٹّی چوڑ کرنا	گھر بار لٹانا، قربان کرنا	صوفی	زہد و ریاضت کی بنا پر باطن میں کوئی مقام و مرتبہ حاصل کرنے والا
صافی	ہر وقت نفس کی صفائی میں متفکر رہنے والا شخص	مسیتی	مسجد
رنگ مجیٹھی	وہ رنگ جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے	آن	آئیں
شرع وَل	شریعت کی طرف	کدیں	کبھی
نیتی	نیت کرنا، ادا کرنا		

عشقِ حق تعالیٰ تو وہ پاتے ہیں جو راہِ عشق میں اپنا گھر بار تک لٹا دیتے ہیں اور جن پر عشق کا رنگ چڑھ جائے تو اسکو کوئی اتار نہیں سکتا۔ مالکِ حقیقی کے عاشق نہ تو صوفی ہیں نہ ہی صافی ہیں اور نہ ہی وہ مساجد میں عبادت میں مشغول رہتے ہیں بلکہ وہ تو عشقِ الٰہی میں جذب ہو کر دیدارِ حق تعالیٰ میں محو ہیں۔ علمائے ظاہر ہمیشہ ظاہر پر زور دیتے ہیں جبکہ عاشق ظاہر و باطن کا جامع ہوتا ہے۔ جن پر عشقِ حقیقی کا رنگ چڑھ جائے ان پر کوئی رنگ اثر نہیں کرتا۔ علمائے شریعت سے ذرا یہ تو دریافت کرو کہ عاشق نے کب نماز ادا نہیں کی! عاشق تو ہر لمحہ سربسجود رہتا ہے۔ البتہ ان علما نے خود کبھی عشق کی نماز نہیں پڑھی بلکہ صرف جسمانی نماز پر ہی زور دیتے ہیں۔

52 (ج)

جو دِل منگے ہووے ناہیں، ہووَن ریہا پریرے ھُو
دوست نہ دیوے دِل دا دارُو، عشق نہ واگاں پھیرے ھُو
اِس میدان محبت دے وِچ، مِلدے تا تکھیرے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں رکھیا قدم اگیرے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
جو دِل منگے	دِل جو مانگتا ہے	ہووے ناہیں	ہوتا نہیں ہے۔ملتا نہیں ہے
ہووَن	ہونا	ریہا	رہا
پریرے	دور دور۔بہت دور	دا	کا
دارو	دوا	واگاں	واگ کی جمع۔لگام
پھیرے	واپس ہونا۔رخ بدلنا	تا	تپش
تکھیرے	تیز	اگیرے	اور آگے

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ راہِ فقر پر گامزن طالب کی بے چینی اور بے سکونی بیان فرما رہے ہیں جو ابتدا میں طالب کو پیش آتی ہے۔دل میں دیدار کی جو خواہش ہے وہ ابھی پوری نہیں ہو رہی، نہ تو مرشد کی طرف سے کوئی مہربانی ہو رہی ہے اور نہ ہی ذاتِ حقیقی کی طرف سے وصال کا کوئی پیغام آ رہا ہے۔ بے چینی، بے سکونی اور وصالِ یار کے لئے تڑپ اور آگ مزید تیز ہو رہی ہے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان طالبانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جو اِن سب حالات اور راہِ عشق میں آنے والے دیگر مصائب کے باوجود استقامت کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور آخرکار اپنی منزل پا لیتے ہیں۔

53 (ج)

جے توں چاہیں وحدت ربّ دِی، مَل مُرشد دِیاں تلیاں ھُو

مُرشد لطفوں کرے نظارہ، گُل تھیون سبھ کلیاں ھُو

اِنہاں گُلاں وِچوں ہِک لالہ ہوسی، گُل نازک گُل پھلیاں ھُو

دوہیں جہانیں مُٹھے باھُوؒ، جِنہاں سنگ کیتا دو ڈلیاں ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
چاہیں	چاہتا ہے	وحدت	فنا فی اللہ بقا باللہ
مَل	مالش کر۔ خدمت کر	دِیاں	کی
تلیاں	پاؤں کے تلوے	لطفوں	مہربانی کر کے
کرے نظارہ	نگاہِ معرفت سے دیکھے	گُل	پھول
تھیون	ہو جائیں۔ بن جائیں	سبھ کلیاں	تمام کلیاں۔ وہ صادق طالبانِ مولیٰ جو مرشد کی بارگاہ میں ہوتے ہیں۔
لالہ	ایک پھول ہے۔ یہاں وہ محرمِ راز مراد ہے جسے امانتِ الٰہیہ منتقل کی جاتی ہے۔	ہوسی	ہوگا
سنگ	رفاقت۔ ساتھ	دوڈلیاں	دو ٹکڑے یعنی ایک سے زیادہ مرشدوں کی طرف متوجہ رہنا

آپ رحمتہ اللہ علیہ تمام سالکین کو تاکید فرما رہے ہیں کہ اگر وحدتِ حق تعالیٰ (وصالِ الٰہی) حاصل کرنا چاہتے ہو تو ظاہر و باطن سے مرشد کی اتباع کرو۔ اگر مرشد کامل نے توجہ فرمائی تو تمام طالب جو کلیوں کی مانند ہوتے ہیں، پھُول بن جائیں گے یعنی اپنے کمال کو پہنچ جائیں گے (اولادِ معنوی ہوں گے) اور اُن میں توحید کی خوشبو ہوگی۔ اِن تمام پھولوں (طالبوں) کا سرتاج ایک خاص پھول (فرزندِ حقیقی) ہوگا جو لالہ کی مانند ہوگا۔ لالہ ایک ایسا پھول دار پودا ہے جو سیدھا اوپر کو ہی جاتا ہے اور دیگر پھولدار پودوں کی طرح زمین کی طرف ہرگز نہیں جھکتا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ طالبانِ مولیٰ میں ایک طالب ایسا ہوتا ہے جو بالکل مرشد ہی کی ذات ہوتا ہے یا مرشد ہی اس کے لباس میں مُلتبس ہوتا ہے۔ وہ

دوسرے تمام طالبوں کے مقابلے میں علمِ توحید میں خاص اور نمایاں مقام رکھتا ہے اور فرزندِ حقیقی[1] یعنی مرشد کا روحانی وارث ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک مَنْ سَلَكَ عَلٰى طَرِيْقَتِيْ فَهُوَ اٰلِيْ (جو چلا میری راہ پر وہی میری آل ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے اور آخری مصرعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے دو مرشدوں یا دو جگہ سے معرفتِ حق تعالیٰ حاصل کرنا چاہی تو وہ ناکام رہا اور اس نے دونوں جہانوں میں خسارہ اٹھایا۔

---

[1] مرشد کی تین قسم کی اولاد ہوتی ہیں:

۱۔ اولادِ صلبی: نسبی یا عصبی اولاد مراد ہے اور یہ نسبت ہر بیٹے کو اپنے باپ سے حاصل ہے۔

۲۔ اولادِ معنوی: یہ وہ طالب ہیں جو اپنے دِلوں کو اپنے مرشد کے دِل کے تابع کر کے مرشد کے دِل کی طرح بنالیں اور اپنی اپنی طلب کے مطابق نعمتِ فقر حاصل کرلیں۔ ایسے طالب اپنے مرشد کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔

۳۔ فرزندِ حقیقی: اس سے وہ دِل کا محرم طالبِ مولیٰ مراد ہے جو حُسنِ متابعتِ مرشد کی برکت سے کمال کو پہنچ جائے اور مرشد اور طالب کی ذات یکتا ہو جائے۔ یہی مرتبہ نعم البدل اصلی ہے جو مرشد طالب کو اپنے جیسا بنا کر عطا کرتا ہے۔ یہاں پر مرشد کی ذات طالب کی ذات بن جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ طالب یا مرید جس کو مرشد اپنا روحانی ورثہ منتقل کر کے آئندہ کے لیے سلسلہ کا سربراہ منتخب کرتا ہے۔

54 ج

جس الف مطالیہ کیتا، ب دا باب نہ پڑھدا ھُو
چھوڑ صفاتی لدھیوس ذاتی، اوہ عامی دُور چا کردا ھُو
نفس امارہ کُتڑا جانے، ناز نیاز نہ دَھردا ھُو
کیا پرواہ تنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں گھاڑُو لدّھا گھر دا ھُو

لغت

الف	اسمِ اللہ ذات	مطالیہ کیتا	مطالعہ کیا
ب دا باب	اسمِ اللہ ذات کے علاوہ دیگر ورد وظائف اور دینی و دنیاوی علوم	صفاتی	صفاتِ حق تعالیٰ
لدھیوس	پالیا، پکڑلیا	ذاتی	ذاتِ حق تعالیٰ
عامی	عام	کُتڑا	کتا
دَھردا	رکھنا، پیش کرنا	ناز نیاز	لاڈ پیار۔ چاؤ چوچلا۔ خواہشات
لدّھا	مل گیا	گھاڑُو	کاریگر، کارساز (مراد اسمِ اللہ ذات)

جن طالبانِ مولیٰ کو مرشد کامل نے اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور عطا کر دیا ہو وہ نفسِ امارہ کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی دوسرے علوم اور ورد وظائف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں ذات مل چکی ہے۔ صفات، دوسرے ورد وظائف اور علوم کی طرف متوجہ ہونے کی انکے پاس فرصت ہی نہیں۔ اُن خوش نصیبوں کو کسی اور سہارے کی کیا ضرورت ہے جن کو مرشدِ کامل اکمل صاحبِ مسمّٰی اور اسمِ اللہ ذات کی نعمت مل گئی ہو۔

55 (ج)

جَیں دل عشق خرید نہ کیتا، سو دِل بخت نہ بختی ھُو
اُستاد ازل دے سبق پڑھایا، ہَتھ دِتیوس دِل تختی ھُو
بَر سَر آیاں دَم نہ مارِیں، جاں سَر آوے سختی ھُو
پڑھ توحید تے تھیویں واصل، باھُوؒ سبق پڑھیوے وقتی ھُو

لغت

جَیں دل	جس دِل نے	بخت	قسمت۔نصیب
اُستادازل	مرادحق تعالیٰ	ہَتھ دِتیوس	ہاتھ دیا
دِل تختی	دل کی کتاب یعنی باطن، روح	بَرسَر	پورا ہوکر
جاں	جب	سَرآوے	سرآئے۔سامنا ہو
توحید	اسمِ اللہ ذات،صورتِ توحید	تے	تب
تھیویں	ہوجائے	واصل	وصالِ الٰہی نصیب ہوجائے
وقتی	جلدی، بغیر دیر کیے۔ بروقت		

جس نے اس دنیا میں عشقِ الٰہی کا سودا نہ کیا وہ بڑا ہی بد بخت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ازل سے عشق کا سبق پڑھا دیا ہے اور اس کا راز دِل (باطن) میں رکھ دیا ہے۔ راہِ عشق کے امتحانات، سختیوں اور مشکلات کو حوصلے اور ہمت سے برداشت کرنا چاہیے۔ عشق کے میدان میں کامیابی پر نہ تو اِترانا مناسب ہے اور نہ ہی غرور کرنا چاہیے۔ توحید میں فنا ہو کر ہمہ تن توحید ہو جانا ہی کامیابی ہے اور اس منزل کی طرف تیزی سے بڑھنا چاہیے کیونکہ وصالِ الٰہی کے بغیر باقی تمام منازل، مراتب اور درجات غیر اہم ہیں۔

56 ج

جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا، سو دِل درد نہ پھٹّی ھُو
اُس دِل تھیں سنگ پتھر چنگیرے، جو دِل غفلت اَٹّی ھُو
جَیں دِل عشق حضور نہ منگیا، سو درگاہوں سٹّی ھُو
مِلیا دوست نہ اُنہاں باھُوؒ، جنہاں چوڑ نہ کیتی تَرٹّی ھُو

لغت

جَیں دِل	جس دِل نے	درد نہ پھٹّی	درد پیدا نہ ہوا
چنگیرے	بہتر، اچھے	اَٹّی	بھری ہوئی
منگیا	مانگا۔ طلب کیا	درگاہوں	بارگاہِ الٰہی
سٹّی	پھینکا ہوا، رد کیا ہوا	دوست	ذاتِ حق تعالیٰ
چوڑ	قربان کرنا، لٹانا	تَرٹّی	گھر بار، سرمایہ

جس دل نے عشق کا سودا نہ کیا اور عشقِ حق تعالیٰ سے گھائل نہ ہوا وہ دل درد اور سوز سے محروم ہے، اس غافل دل سے تو پتھر اچھے ہیں۔ اور جس دل نے حق تعالیٰ کی حضوری طلب نہ کی وہ راندۂ درگاہ ہوگیا۔ وصالِ الٰہی اُن کو نصیب نہیں ہوتا جو راہِ حق میں گھر بار قربان نہیں کرتے۔

57 ج

جَیں دِل عشق خرید نہ کیتا، اوہ خُسرے مرد زنانے ھُو
خنسے خُسرے ہر کوئی آکھے، کون آکھے مردانے ھُو
گلیاں دے وِچ پھرن اَربیلے، جیوں جنگل ڈھور دیوانے ھُو
مرداں تے نمرداں دِی گَل تداں پوسی باھُوؒ، جداں عاشق بنھسن گانے ھُو

لغت

کیتا	کیا	اوہ	وہی
خُسرے	ہیجڑے۔نامرد	خنسے	ہیجڑے۔مخنث
آکھے	پکارے۔سمجھے	اَربیلے	آوارہ
جیوں	جس طرح	ڈھور	مویشی۔جانور
مرداں تے نمرداں	مرد اور نامرد۔طالبِ مولیٰ اور طالبِ دنیا	تداں	تب۔تبھی
جداں	جب	بنھسن	باندھیں گے
گانے	کلائیوں میں کنگن۔ اعزاز کی بات۔کامیابی کا انعام		

جس دل نے عشقِ الٰہی کا سودا نہ کیا وہ یا تو زنانے یا پھر ہیجڑے ہیں۔ان کو مرد کون کہتا ہے؟ یہ تو دنیا میں حیوانوں اور جانوروں کی طرح رہ رہے ہیں۔مرد (طالبِ مولیٰ) اور نامرد (طالبِ دنیا) کا تو تب پتہ چلے گا جب سچے طالبانِ مولیٰ اور عاشقوں کو عشق کے میدان میں کامیابی کے بعد مالکِ حقیقی اپنا وصال عطا فرمائے گا۔

58 ج

جس دِینہہ دا میں دَر تینڈے تے، سجدہ صحی وَنج کیتا ھُو
اُس دِینہہ دا سر فِدا اُٹھائیں، میں بِیا دربار نہ لیتا ھُو
سر دیون سِرّ کھولن ناہیں، ایسا شوق پیالا پیتا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں عشق سلامت کیتا ھُو

لغت

دِینہہ	دِن	درتینڈے تے	تیرے در پر
صحی	صحیح۔درست	وَنج	جا کر
کیتا	کیا	سرفدا اُٹھائیں	سر وہیں پر قربان
بِیا	دوسرا	لیتا	لیا
سِرّ	راز۔بھید	کھولن ناہیں	بیان نہیں کرتے
شوق پیالا پیتا	شوق یا عشق کا جام پیا		

جس دن سے جامِ عشق پی کر مرشد کامل کے در پر اپنا سجدہ درست کیا ہے اس دن سے میری سوچ و بچار اور تفکر میں کسی دوسرے در کا خیال تک نہیں آیا۔ مرشد کامل سے جو رازِ محبوب ہم کو ملا ہے وہ صرف عاشقوں کا خاصہ ہے۔ وہ راز صرف میرے اور محبوب کے درمیان ہے، محرمِ راز سر دے دیتے ہیں مگر محبوب کا راز آشکار نہیں کرتے۔ آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قربان جاؤں ان کے جنہوں نے عشق کا راز بھی پالیا اور پھر اس کو سنبھال کر بھی رکھا۔

59 ج

جو پاکی بِن پاک ماہی دے، سو پاکی جان پلیتی ھُو
ہِک بت خانے جا واصل ہوئے، ہِک خالی رہے مَسیتی ھُو
عشق دِی بازی لئی اُنہاں، جنہاں سر دیندیاں ڈِھل نہ کیتی ھُو
ہرگز دوست نہ مِلدا باھُوؒ، جنہاں تَرِّٹی چوڑ نہ کیتی ھُو

لغت

پاکی	پاکیزگی۔تقدس	بِن	بغیر
ماہی	مرشد کامل اکمل مراد ہے	دے	کے
جان	سمجھ	پلیتی	ناپاکی۔پلیدی
ہِک	ایک	بت خانے	بت خانوں میں۔مراد مساجد اور عبادت گاہوں میں زہد و ریاضت کے بغیر صرف مرشد کامل کی نگاہ سے
مَسیتی	مسجد	دِی	کی
بازی لئی اُنہاں	بازی انہوں نے جیتی۔کامیاب ہوئے	سردیندیاں	سر قربان کرتے ہوئے
ڈِھل	دیر، دریغ	دوست	محبوبِ حقیقی، اللہ تعالیٰ
تَرِّٹی چوڑ	گھر بار لٹانا، قربان کرنا		

جو پاکیزگی مرشدِ کامل کی بیعت کے بغیر زہد و ریاضت اور عبادت سے حاصل ہو اس کو پاکیزگی نہیں ناپاکی اور پلیدی سمجھ یعنی جو درجات، مقامات اور مشاہدات مرشد کامل کے بغیر حاصل ہوں وہ استدراج ہیں۔جس کو مرشد کی غلامی نصیب ہو اس کو بت خانہ میں جا کر بھی وصالِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ مرشد ہر لحہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔لیکن مرشد کے بغیر خواہ ساری عمر مسجد میں عبادت کرتے گزار دی جائے پھر بھی محرومی ہی مقدر بنتی ہے۔عشق کی بازی میں وہی فتح یاب ہوتے ہیں جو سر دینے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ دیدارِ الٰہی اور وصالِ حق تعالیٰ گھر بار لٹائے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔

60 ج

جو دَم غافل سو دَم کافر، سانوں مُرشد ایہہ پڑھایا ھُو
سُنیا سُخن گیاں کُھل اَکھیں، اساں چِت مولا وَل لایا ھُو
کیتی جان حوالے ربّ دے، اساں ایسا عشق کمایا ھُو
مرن توں اَگے مر گئے باھُوؒ، تاں مطلب نوں پایا ھُو

لغت

دَم	سانس	ایہہ	یہ
پڑھایا	سکھایا۔ سمجھایا	گیاں کُھل اَکھیں	آنکھیں کھل گئیں۔ سمجھ آ گئی
اساں	ہم نے	چِت	دھیان، دِل، خیال
وَل	کی طرف	مطلب نوں	مقصود کو۔ حق تعالیٰ کو
مرن توں اَگے مر گئے	حدیث پاک مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کی طرف اشارہ ہے		

اس بیت میں سلطان العارفین سلطان باھُوؒ اس حدیثِ پاک کی شرح بیان فرماتے ہیں ''سانس گنتی کے ہیں جو سانس ذکرِ اللہ کے بغیر جاتا ہے وہ مردہ ہے''۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمیں مرشد نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ جو سانس بھی اسمِ اللہ ذات کے تصور اور ذکر کے بغیر نکلتا ہے وہ کافر ہے۔ جب سے ہم نے یہ ارشاد سنا ہے اپنا دل اس طرف ہی لگا لیا ہے۔ ہم نے عشق کا ایسا سودا کیا ہے کہ اپنی جان اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سپرد کر دیا ہے اور اپنی مرضی ومنشا سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ وصالِ الٰہی تو اُن کو نصیب ہوتا ہے جو مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔

61 ج

جتھے رَتی عشق وکاوے، اُوتھے مَناں اِیمان دویوے ھُو
کُتب کِتاباں وِرد وظیفے، اُوتر چا کچیوے ھُو
باجھوں مُرشد کُجھ نہ حاصل، توڑے راتیں جاگ پڑھیوے ھُو
مَرئیے مَرن تھیں اگےّ باھُوؒ، تاں ربّ حاصل تھیوے ھُو

لغت

جتھے	جہاں	وکاوے	فروخت ہوتی ہو
رَتی	آٹھ چاول کے وزن کے برابر۔ وزن کا سب سے معمولی پیمانہ		
		مَناں	کئی مَن
اُوتھے	وہاں یعنی مرشد کی بارگاہ	اُوتر چا کچیوے	معمولی رہ جائے۔کم تر ہو جائے
دِویوے	دے دینا چاہیے	کُجھ	کچھ
باجھوں	بغیر	راتیں جاگ	راتوں کو بیدار رہ کر
توڑے	چاہے۔خواہ	مرئیے مرن تھیں اگےّ	مرنے سے پہلے مرجایئے (حدیث)
پڑھیوے	پڑھا جائے۔ ورد و وظائف۔ عبادت کی جائے	ربّ حاصل تھیوے	ذاتِ حق تعالیٰ مل جائے۔ دیدارِ الٰہی

جہاں ایک رتی عشقِ حقیقی مِل ہو رہا ہو تو بدلے میں کئی من ایمان دے کر اُسے حاصل کر لو کیونکہ جہاں عشق پہنچا تا ہے ایمان اس سے لاعلم ہے۔ چاہے تمام زندگی شب بیداری، ورد و وظائف اور مطالعۂ کتب میں گزار دی جائے پھر بھی مرشد کامل کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یاد رکھ! مرنے سے پہلے مَرے بغیر وصالِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا۔

62 ج

جنگل دے وِچ شیر مریلا، باز پوے وِچ گھر دے ھُو
عشق جِیہا صراف نہ کوئی، کُجھ ناں چھوڑے وِچ زر دے ھُو
عاشقاں نیندر بُھکھ ناں کائی، عاشق مُول نہ مَردے ھُو
عاشق جِیندے تداں ڈِٹھوسے باھُوؒ، جداں صاحب اَگے سِر دَھردے ھُو

لغت

مریلا	مارنے والا۔ چیر پھاڑ کرنے والا	باز	عقاب
پوے	حملہ کرتا ہے	صراف	سنار۔ زرگر۔ پرکھنے والا
کُجھ	کچھ	ناں	نہیں
زر	سونا	نیندر	نیند
بُھکھ	بھوک	کائی	کوئی
مُول	کبھی نہیں	مَردے	مرتے ہیں
جِیندے	زندہ ہوئے	تداں	تب
ڈِٹھوسے	دکھائی دیتے ہیں	صاحب	اللہ تعالیٰ۔ مرشد کامل
سردَھردے	سر جھکاتے یعنی اتباع کرتے ہیں		

عاشق شیر اور شہباز کی مثل ہے اور خواہشات کے گیدڑ، بھیڑیے اور خناس کے پرندے اسکے سامنے پر نہیں مار سکتے۔ عشق جیسا صراف بھی کوئی نہیں ہے۔ جس طرح صراف سونے کے اندر کھوٹ نہیں چھوڑتا اسی طرح عشق طالبِ مولیٰ کے اندر سے تمام کدورتیں نکال دیتا ہے۔ عاشق نہ تو نیند کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی بھوک کی، ان کا ہر سانس ذکرِ اللہ سے زندہ ہوتا ہے۔ عاشق ظاہری طور پر کبھی سو رہے ہوتے ہیں، کبھی کھانے میں یا دوسرے امور میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ہر لمحہ ہر وقت محوِ تجلیاتِ ذات ہوتے ہیں۔ عاشق تب ہی حیاتِ جاودانی پاتا ہے جب محبوبِ حقیقی کی رضا پر راضی ہو کر سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔

63 (ج)

جنہاں عشق حقیقی پایا، مونہوں نہ کُجھ اَلاوَن ھُو
ذِکر فکر وِچ رہن ہمیشاں، دَم نوں قید لگاوَن ھُو
نفسی، قلبی، روحی، سِرّی، خفیٰ، اخفیٰ ذِکر کماوَن ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑے اِکس نگاہ جواوَن ھُو

لغت

مونہوں	منہ سے	کُجھ	کچھ
اَلاوَن	بولتے ہیں۔ آواز نکالنا	ذِکر	ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات
فکر	تفکر	رہن	رہتے ہیں
ہمیشاں	ہمیشہ	دَم نوں	سانس کو
کماوَن	کماتے ہیں مراد مستغرق رہتے ہیں	جیہڑے	جو
اِکس	ایک	جواوَن	زندہ کرنا

جن طالبانِ مولیٰ نے عشقِ حقیقی پالیا ہے وہ زبان سے ذکر نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ دِل میں ذکر فکر میں محو رہتے ہیں۔ ان کا ہر سانس ذکرِ یاھُو کے ساتھ آتا جاتا ہے اور ان کا وجود نفسی، قلبی، رُوحی، سِرّی، خفی اور اخفیٰ ذکر میں مستغرق اور محو ہوتا ہے۔ میں ایسے مرشد کامل اکمل کے قربان جاؤں جو ایک ہی نگاہ سے مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

64 ج

جیوندے کی جانن سار مویاں دِی، سو جانے جو مَردا ھُو
قبراں دے وِچ اَن نہ پانی، اُوتھے خرچ لوڑِیندا گھر دا ھُو
اِک وچھوڑا ما پیو بھائیاں، دُوجا عذاب قبر دا ھُو
واہ نصیب انہاندا باھُوؒ، جیہڑا وِچ حیاتی مَردا ھُو

لغت

جیوندے	زندہ	جانن	جانیں
سار	خبر	مویاں	مرے ہوئے
اَن	خوراک۔اناج	اُوتھے	وہاں
لوڑیندا	ضرورت	وچھوڑا	جدائی
ما	ماں	پیو	باپ
بھائیاں	بھائیوں	دوجا	دوسرا
انہاندا	اُن کا	جیہڑا	جو
حیاتی	زندگی میں		

زندہ لوگ مرنے والوں کے حالات کیا جانیں؟ یہ تو وہی جانتا ہے جو مر جاتا ہے۔قبروں میں نہ تو کھانا ہے اور نہ پانی، وہاں اسمِ اللہ ذات کی متاعِ عظیم ہی کام آتی ہے۔مرتے وقت ایک تو ان لوگوں کی جدائی کا غم ہوتا ہے جن سے دلی وابستگی ہوتی ہے اور دوسرے سب سے زیادہ خوف عذابِ قبر کا ہوتا ہے۔اصل عظمت تو ان کی ہے جو مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں اور اپنی ذات کو ''ذاتِ حقیقی'' میں فنا کر کے حیاتِ جاودانی حاصل کر لیتے ہیں۔

65 ج

جیوندیاں مر رہناں ہووے، تاں ویس فقیراں بہیئے ھُو
جے کوئی سٹے گُودڑ کُوڑا، وانگ اَرُوڑی سہئیے ھُو
جے کوئی کڈھے گاہلاں مہنے، اُس نوں جی جی کہئیے ھُو
گِلا اُلاہماں بھنڈی خواری، یار دے پارُوں سہئیے ھُو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باھُوؒ، جیوں رَکھے تیوں رَہئیے ھُو

لغت

ویس	لباس۔بھیس	گودڑ کوڑا	کوڑا کرکٹ
وانگ	مانند،مثل	اَرُوڑی	کوڑا کرکٹ کا ڈھیر
جے	اگر	کڈھے	دے۔نکالے
گاہلاں	گالیاں	مہنے	طعنے
گِلا	گلہ۔شکوہ	اُلاہماں	طعنہ۔شکایت
بھنڈی	بدنامی	خواری	ذلت
سہئیے	برداشت کرے	قادر	ذاتِ حق تعالیٰ۔مرشد کامل
جیوں	جیسے	تیوں	ویسے

اگر مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کا مقام حاصل کرنا ہے تو دنیا میں فقیر بن کر رہنا چاہیے۔ اگر کوئی کوڑا کرکٹ بھی اوپر پھینکے تو اسے اسی طرح برداشت کرنا چاہیے جس طرح کوڑے کا ڈھیر اپنے اوپر مزید گندگی کو سہارتا رہتا ہے۔ اگر کوئی گالیاں نکالے اور برا بھلا کہے تو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بجائے بڑی محبت اور پیار سے جی جی کہتے رہنا چاہیے۔ گلے، طعنے، بدنامی اور خواری اپنے یار کی خاطر برداشت کرنا ہی پڑتے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگی کی ڈور اپنے مرشد کے ہاتھ میں دیدی ہے، اب جیسے اس کی رضا ہو اس پر راضی رہنا چاہیے۔

66 ج

جے ربّ ناتیاں دھوتیاں مِلدا ، تاں مِلدا ڈڈواں مچھیاں ھُو
جے ربّ لمیاں والاں مِلدا ، تاں مِلدا بھیڈاں سَسیاں ھُو
جے ربّ راتیں جاگیاں مِلدا ، تاں مِلدا کال کڑچھیاں ھُو
جے ربّ جتیاں ستیاں مِلدا ، تاں مِلدا انداں خصیاں ھُو
اِنہاں گلّاں ربّ حاصل ناہیں باھُوؒ، ربّ مِلدا دِلاں ہچھیاں ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ناتیاں	نہانے سے	دھوتیاں	دھونے سے
مِلدا	ملتا	ڈڈواں	مینڈک کی جمع۔ مینڈکوں
بھیڈاں سَسیاں	نوعمر بھیڑیں جن کے پہلی دفعہ بال کاٹے جاتے ہیں	کڑچھیاں	ایک جانور جورات کو جاگتا ہے
جتیاں ستیاں	مجرد رہنا، کنوارے رہنا	انداں	بیل
خصیاں	قوتِ شہوانی سے محروم	گلّاں	باتوں
ناہیں	نہیں	دِلاں ہچھیاں	اخلاص۔صدق۔پاکیزہ اور صاف ستھرے دِل

اگر دیدارِ حق تعالیٰ پاک وصاف رہنے سے حاصل ہوتا تو مینڈکوں اور مچھلیوں کو حاصل ہوتا جو ہر وقت پانی میں رہتے ہیں، اگر بال بڑھانے سے حاصل ہوتا تو بھیڑ بکریوں کو حاصل ہوتا، اگر شب بیداری سے حاصل ہوتا تو کال کڑچھیوں (ایک پرندہ جورات کو جاگتا ہے) کو حاصل ہوتا اور اگر مجرد رہنے سے یا نکاح نہ کرنے سے حاصل ہوتا تو خصی شدہ بیلوں کو حاصل ہوتا۔ لیکن ان تمام باتوں سے دیدارِ حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ نعمت تو انہیں حاصل ہوتی ہے جن کی نیت صاف اور دل اخلاص سے معمور ہوتے ہیں۔

67 ج

جنہاں شَوہ الف تِھیں پایا، پَھول قرآن نہ پڑھدے ھُو

اوہ مارَن دَم محبت والا، دُور ہویونے پَردے ھُو

دوزخ بہشت غلام تنہاندے، چا کیتونے بَردے ھُو

میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑے وحدت دے وِچ وَڑدے ھُو

لغت

شَوہ	ذاتِ حق تعالیٰ	الف	اسم اللہ ذات
پَھول	کھول کر	مارَن دَم محبت والا	محبت کا دم بھرتے ہیں
ہویونے	ہوجاتے ہیں	تنہاندے	اُن کے
کیتونے	انہوں نے کیے	بَردے	غلام
تنہاں توں	اُن کے	وَڑدے	داخل ہوئے

دونوں جہان کا علم قرآنِ مجید میں ہے، علمِ قرآن کلمہ طیبہ کی طے میں ہے اور کلمہ طیبہ اسمِ اللہ ذات کی طے میں ہے۔ اِسی لیے اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے محبوبِ حقیقی ذاتِ حق تعالیٰ کو اسمِ اللہ ذات سے پالیا ہے انہیں علمِ لدنّی حاصل ہوگیا ہے جس کی بدولت انہیں قرآنِ مجید کے تمام ظاہری اور باطنی علوم حاصل ہو چکے ہیں۔ محبتِ الٰہی سے ان کے ظاہر و باطن کے تمام حجابات دور ہوگئے ہیں اور بہشت و دوزخ تو بفضلِ خدا اُن کے غلام بن چکے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اُن کے قربان جاؤں جو دریائے وحدت میں غرق ہوکر خود وحدت ہوجاتے ہیں۔

68 ج

جے کر دِین علم وِچ ہوندا، تاں سِر نیزے کیوں چڑھدے ھُو

اٹھارہ ہزار جو عالم آہا، اگے حسینؑ دے مَردے ھُو

جے کُجھ ملاحظہ سرورؐ دا کردے، تاں تمبو خیمے کیوں سڑدے ھُو

جے کر مندے بیعت رسولیؐ، پانی کیوں بند کردے ھُو

پر صادق دین تنہاں دا باھُوؒ، جو سر قربانی کردے ھُو

لغت

جے	اگر	وِچ	میں
ہوندا	ہوتا	مَردے	مرتے
ملاحظہ	ادب۔احترام	تمبو	خیمہ
مندے	مانتے۔تسلیم کرتے	سروَرؐ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صادق	سچا	تنہاں دا	اُن کا

اس بیت میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ نے اٹھارہ ہزار عالموں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کا اشارہ ان ظاہری علما کی طرف بھی ہوسکتا ہے جو سانحہ کربلا کے وقت یزید کی فوج میں موجود تھے، جنہوں نے صرف دنیاوی جاہ وجلال اور مال ومتاع کے لئے اہلِ بیتؓ کے ساتھ جنگ کی۔اس کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اشارہ اُن اٹھارہ ہزار عالموں (جہان) اوران کی مخلوق کی طرف بھی ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ سانحہ کربلا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر دین ظاہری علوم (علمِ شریعت،علم فقہ اور علم حدیث) میں ہی پنہاں ہوتا تو حضرت امام حسینؓ اوران کے ساتھیوں کے مقدس سروں کو نیزوں پر نہ چڑھایا جاتا بلکہ تمام کے تمام اٹھارہ ہزار عالم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے سامنے جان قربان کردیتے۔اگر یزید کے فوجی جو نام نہاد مسلمان تھے اپنے دِلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذرا سا بھی ادب واحترام رکھتے تو حضرت امام حسینؓ کے اہلِ بیتؓ کے خیمے کیوں جلتے؟ اگر یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا ذرا سا بھی پاس کرتے تو ان پاکیزہ لوگوں پر پانی کبھی بند نہ کرتے۔مگر سچا دین تو عاشقوں کا ہوتا ہے جو سر قربان کردیتے ہیں مگر اپنے عشق پر حرف نہیں آنے دیتے۔

69 ج

جَد دا مُرشد کاسہ دِتّا، تد دِی بے پرواہی ھُو
کی ہویا جے راتیں جاگیں، جے مُرشد جاگ نہ لائی ھُو
راتیں جاگیں تے کریں عبادت، دِینہہ نِندیا کریں پَرائی ھُو
کوڑا تخت دُنیا دا باھُوؒ، تے فقر سچی شاہی ھُو

لغت

جَد دا	جب سے	کاسہ	کاسا۔ پیالہ
دِتّا	دیا	تد دِی	تب سے۔ جب سے
جاگیں	بیدار رہنا	جاگ	دودھ میں لسی ڈال کر جاگ لگانا
دِینہہ	دِن	نِندیا	برائی۔ غیبت۔ بہتان
کوڑا	جھوٹا		

جب سے مرشد نے عشقِ الٰہی کا پیالہ عطا فرمایا ہے دِل دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ راتوں کو بیدار رہ کر زہد و ریاضت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جب تک مرشد عشقِ الٰہی کا جذبہ عطا نہ کرے۔ اور نہ ہی اس عبادت کا کوئی فائدہ ہے کہ اسکے بعد دن میں تُو لوگوں کی برائیاں بیان کرتا پھرتا ہے۔ دنیاوی تاج و تخت، بادشاہیاں اور حکومتیں سب جھوٹی ہیں، سچی بادشاہی تو فقر میں ہے۔

70 ج

جاں تائیں خُودی کریں خودنفسوں، تاں تائیں ربّ نہ پاویں ھُو
شرط فنا نوں جانیں ناہیں، تے نام فقیر رکھاویں ھُو
موئے باجھ نہ سوہندی الفی، اینویں گل وِچ پاویں ھُو
نام فقیر تد سوہندا باھُوؒ، جد جیوندیاں مَر جاویں ھُو

لغت

جاں تائیں	جب تک	خودنفسوں	خود میں۔ اپنے آپ میں
تاں تائیں	تب تک	موئے	مرے بغیر
سوہندی	اچھی لگتی	الفی	بغیر سلی قمیض کی مانند کپڑا جو مردے کو کفن کی سادہ چادروں سے قبل پہنایا جاتا ہے یہاں مراد درویشانہ لباس ہے
سوہندا	اچھا لگتا		

اس بیت میں آپؒ طالبِ مولیٰ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک تم خود پرستی (انانیت) اور نفس پرستی سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرو گے ربّ تعالیٰ کا وصال نصیب نہیں ہوگا۔ فنا فی اللہ کی شرط کو تم سمجھتے نہیں ہو اور گلے میں درویشی کا اشتہار لٹکائے فقیر بنے پھرتے ہو حالانکہ یہ مقام اپنی ذات کو فنا کئے بغیر نہیں ملتا۔ حقیقی فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں، فقیری تو صرف انہی کو زیبا ہے۔

71 ج

جَل جلیندیاں جنگل بھوندیاں، میری ہِکّا گل نہ پکّی ھُو
چِلّے چلیئے مکّے حج گزاریاں، میری دِل دی دوڑ نہ ڈکّی ھُو
تریہے روزے پنج نمازاں، ایہہ وِی پڑھ پڑھ تھکّی ھُو
سبھے مُراداں حاصل ہویاں باھُوؒ، جداں مُرشد نظر مہر دِی تکّی ھُو

لغت

جَل	پانی۔دریا	جلیندیاں	رہتے ہوئے۔بسر اوقات کرتے ہوئے
بھوندیاں	گھومتے ہوئے	ہِکّا	ایک
پکّی	پختہ ہوئی	چِلّے چلیئے	چلہ کشی کرتے ہوئے
حج گزاریاں	حج کا فریضہ ادا کرتے ہوئے	ڈکّی	رُکی
تریہے روزے	تیس روزے	تکّی	ڈالی

میں دنیا سے علیحدہ ہوکر دریاؤں اور جنگلوں میں پھرتا رہا، چلہ کشی میں مصروف رہا، نمازیں پڑھ پڑھ کر، روزے رکھ رکھ کر اور حج کر کے تھک گیا لیکن دِل کی مراد پوری نہ ہوئی یعنی معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن جب مرشد کامل نے محبت کی ایک نگاہ مجھ پر ڈالی تو سارے حجاب دور ہوگئے۔

72 ج

جاں جاں ذات نہ تھیوے باھُوؒ، تاں کم ذات سدیوے ھُو
ذاتی نال صفاتی ناہیں، تاں تاں حق لبھیوے ھُو
اندر وِی ھُو باہر وِی ھُو، باھُوؒ کِتھے لبھیوے ھُو
جیندے اندر حُبّ دُنیا باھُوؒ، اوہ مول فقیر نہ تھیوے ھُو

لغت

جاں جاں	جب تک	سدیوے	کہلائے
لبھیوے	مل جائے۔حاصل ہوجائے	جیندے	جس کے
حُبّ	محبت	مول	ہرگز
تھیوے	ہوجائے۔بن جائے		

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک تُو صفات اور صفات کے نظاروں سے نظریں ہٹا کر ذاتِ حق کی طرف متوجہ نہیں ہو گا اور اپنی ذات کو مٹا کر فنافی ھُو نہیں ہو جائے گا تیرا مرتبہ کمتر ہی رہے گا۔ اگر تیری منزل صفات نہیں ذات ہے تو ذاتِ حق تعالیٰ تجھے مل جائے گی۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وصالِ الٰہی کے بعد اب تو میری حالت یہ ہوگئی ہے کہ مجھے اپنے ظاہر و باطن میں ھُو نظر آتا ہے اور میری ذات ھو میں فنا ہو چکی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جس دل کے اندر دنیا کی رتی بھر بھی محبت ہو وہ کبھی بھی فقیر نہیں ہو سکتا۔

73 (ج)

جس دِل اِسم اللہ دا چمکے، عشق وِی کردا ہلّے ھُو
بُو کستوری دی چھُپدی ناہیں، بھانویں دے رکھیئے سَے پلّے ھُو
انگلیں پچھے دِینہہ ناہیں چھُپدا، دریا نہ رہندے ٹھلّے ھُو
اسیں اوسے وِچ اوہ اساں وِچ، باھُوؒ یاراں یار سَوَلّے ھُو

لغت

ہلّے	حملے۔پُرزور یورش	بُو	خوشبو
کستوری	خوشبودار پودے کا نام	بھانویں	چاہے
انگلیں پچھے	انگلی کے پیچھے	ناہیں	نہیں
دِینہہ	دِن	ٹھلّے	رُک جانا۔ٹھہر جانا
سَوَلّے	نزدیک،قریب		

جس طالب کے دل کے اندر اسمِ اللہ ذات آفتاب کی مانند روشن ہو جاتا ہے وہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو کر عشقِ اللہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا عشق دِل کے اندر پوشیدہ نہیں رہتا بلکہ اسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جس طرح کستوری کی خوشبو، سورج کی روشنی اور دریاؤں کے پانی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آخر کار طالبِ مولیٰ اپنی ہستی کو ختم کر کے اللہ پاک کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کی ذات میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

74 چ

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، ذکر کریندے تارے ھُو
گلیاں دے وِچ پھرن نمانے، لعلاندے ونجارے ھُو
شالا مسافر کوئی نہ تھیوے، ککھ جنہاں توں بھارے ھُو
تاڑی مار اُڈا ناں باھُوؒ، اساں آپے اُڈّن ہارے ھُو

لغت

چڑھ	طلوع ہو۔نکل۔ظاہر ہو	چناں	چاند
رُشنائی	روشنی	کریندے	کرتے ہیں
گلیاں دے وِچ	گلیوں میں	پھرن	پھرتے ہیں
نمانے	بے چارے۔عاجز	لعلاندے	لعل کے
ونجارے	جوہرشناس۔بیوپاری	شالا	خدا کرے
کوئی نہ تھیوے	کوئی نہ ہو	ککھ	تنکے۔خس وخاشاک
بھارے	بھاری۔وزنی	تاڑی مار	تالی بجا کر
اڈاناں	اڑاؤ نہ	اساں	ہم
آپے	خودبخود۔اپنے آپ	اُڈّن ہارے	اُڑنے والے ہیں،مائل بہ پرواز ہیں

اے میرے فقر کے چاند! تُو جلد طلوع ہو اور نگاہِ کامل سے اس دنیا کو جو ظلمت اور تاریکی میں ڈوب چکی ہے، نورِالٰہی سے منور کر دے۔ طالبانِ مولیٰ حق تعالیٰ کی طلب میں اس گمراہ دنیا میں بھٹک رہے ہیں اور تیرے جیسے ہادی کا انتظار کر رہے ہیں۔ تیرے منتظر یہ طالبانِ مولیٰ جو معرفتِ الٰہی کے غواص اور جوہر شناس ہیں، دربدر تیری تلاش اور جستجو میں پھر رہے ہیں۔ یہ تو اِس دنیا میں مسافر ہیں اور حق تعالیٰ کی طلب میں عاجزی اور انکساری کی وجہ سے لوگوں میں بے قدرے ہو رہے ہیں۔ اے باھُوؒ! یہ اہلِ دنیا ہم عالمِ ارواح کے باسیوں کو تنگ کر کے اِس دنیا سے جانے پر مت مجبور کریں ہم تو پہلے ہی اِس عالمِ فنا سے عالمِ بقا کو جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں لیکن شریعت نے ہمارے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں۔

75 چ

چڑھ چناں تے کر رُشنائی، تارے ذِکر کریندے تیرا ھُو
تیرے جیہے چن کئی سَے چڑھدے، سانوں سجناں باجھ ہنیرا ھُو
جِتھے چَن اساڈا چڑھدا، اُوتھے قدر نہیں کُجھ تیرا ھُو
جس دے کارن اساں جنم گوایا، باھُوؒ یار ملے اک پھیرا ھُو

لغت

چڑھ	طلوع ہو۔نکل۔ظاہر ہو	چناں	چاند
رُشنائی	روشنی	تارے	ستارے
تیرے جیہے	تجھ جیسے۔تیرے جیسے	چن	چاند
کئی سَے	کئی سو	چڑھدے	طلوع ہوتے ہیں
سانوں	ہمیں	سجناں	سجن کی جمع۔محبوب۔یار
باجھ	بغیر	ہنیرا	اندھیرا۔تاریکی
جِتھے	جہاں	اساڈا	ہمارا
چڑھدا	طلوع ہوتا ہے۔ظاہر ہوتا ہے	اُوتھے	وہاں
کُجھ	کچھ	دے	کے
کارن	کے لیے	گوایا	ضائع کیا۔گزارا
یار	محبوب۔محبوبِ حقیقی۔اللہ تعالیٰ		

اے فقر کے چاند (انسانِ کامل،فقیر کامل)! تُو جلد طلوع (ظاہر) ہو کر اس ظلمت کدہ کو اللہ کے نور سے منوّر کر دے۔طالبانِ مولیٰ اور مومنین تیرا ہی انتظار کر رہے ہیں۔سینکڑوں مصنوعی چاند تیرا روپ دھار کر طلوع ہو چکے ہیں اور اُمت کو دھوکہ دے چکے ہیں لیکن تیرے بغیر اے محبوب! دنیا ظلمت کدہ ہے۔ جہاں ہمارا چاند (محبوب) طلوع ہوگا وہاں دوسرے (مصنوعی) چاندوں کی روشنی جو اصل میں ظلمت ہے، ختم ہو جائے گی اور یہ جو دھوکہ باز راہنما بن کر اُمت کو دھوکہ دے رہے ہیں، بھاگ جائیں گے۔ اے باھُوؒ! جس محبوبِ حقیقی کے لیے ہم نے ساری زندگی قربان کی ہے کاش! وہ ہمیں ایک بار مل جائے تو ہمارے سارے رنج اور سارے غم دور ہو جائیں۔

76 ح

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبّر، مُلّاں کرن وڈیائی ھُو
ساون مانہہ دے بدلاں وانگوں، پھرن کتاباں چائی ھُو
جِتھے ویکھن چنگا چوکھا، اُوتھے پڑھن کلام سوائی ھُو
دونیں جہانیں مُٹھے باھُوؒ، جنہاں کھادِی ویچ کمائی ھُو

لغت

وڈیائی	غرور	ساون مانہہ	برسات کا مہینہ مراد ہے
بدلاں	بادل	وانگوں	کی طرح
پھرن	پھرتے ہیں	چائی	اٹھائے پھرتے ہیں
جتھے	جہاں	ویکھن	دیکھیں
چنگا	بہترین اور اچھا	چوکھا	زیادہ
اُوتھے	وہاں	سوائی	اور زیادہ
دونیں جہانیں	دونوں جہانوں میں	مُٹھے	محروم رہے
ویچ	بیچ کر		

حفاظ اپنے حفظِ قرآن پر اور علمائے ظاہر اپنے علوم پر تکبر میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ اپنے علم کو حصولِ دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جب کوئی اپنے مطلب کے مطابق دینی مسائل کا حل چاہتا ہے تو یہ لوگ مال ومتاع کے بدلے دین کی حقیقت کو چھپا کر اور مختلف تاویلیں نکال کر لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کرتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا اور دولت کے بدلے میں اپنا علم وایمان بیچ دیا وہ دونوں جہانوں میں رحمتِ حق تعالیٰ سے محروم رہ گئے۔

77 خ

خام کی جانن سار فقر دی، جیہڑے محرم ناہیں دِل دے ھُو
آب مٹی تھیں پیدا ہوئے، خامی بھانڈے گِل دے ھُو
لعل جواہراں دا قدر کی جانن، جو سوداگر بِل دے ھُو
اِیمان سلامت سوئی لے وَیسن باھُوؒ، جیہڑے بھج فقیراں مِلدے ھُو

لغت

خام	ناقص، مراد طالبانِ ناقص	جانن	جانیں
سار	خبر	آب مٹی تھیں	پانی اور مٹی سے
بھانڈے	برتن	گِل	مٹی
بِل	بلور، کانچ	سوئی	وہی
لے وَیسن	لے جائیں گے	جیہڑے	جو
بھج	دوڑ کر، بھاگ کر	مِلدے	ملتے ہیں

طالبانِ ناقص جو دل کے محرم نہیں بنے وہ راز آشنا نہیں ہیں اس لئے راہِ فقر کی انہیں خبر تک نہیں ہے۔ان کی مثال تو مٹی کے کچے برتنوں کی سی ہے جو صرف پانی اور مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آتشِ عشق کی بھٹی میں انہیں پختگی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ تو بلور اور کانچ کے سوداگر ہیں اس لئے توحید و معرفت کے لعل و جواہرات (طالبانِ مولیٰ) کی قدر و منزلت نہیں جانتے (کیونکہ جوہر شناسی تو جوہری کا کام ہے)۔اس دنیا سے صرف وہی لوگ ایمان سلامت لے کر جائیں گے جو دنیا میں فقرا (صاحبِ فقر) کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں۔

78 (د)

دِل دریا سمندروں ڈونگھے، کون دِلاں دِیاں جانے ھُو
وِچّے بیڑے وِچّے جھیڑے، وِچّے وَنجھ موہانے ھُو
چوداں طبق دِلے دے اندر، تنبو وانگن تانے ھُو
جو دِل دا محرم ہووے باھُوؒ، سوئی ربّ پچھانے ھُو

لغت

سمندروں	سمندر سے	ڈونگھے	گہرے
بیڑے	کشتیاں	جھیڑے	جھگڑے، مراد طوفان
وَنجھ	چپو، جن کی مدد سے کشتی چلائی جاتی ہے	موہانے	ملاح، کشتی چلانے والا
تَنبو	خیمہ	وانگن	کی طرح
تانے	تنے ہوئے	سوئی	وہی
پچھانے	پہچانے		

دل تو دریاؤں اور سمندروں سے بھی زیادہ گہرا ہے کیونکہ چودہ طبق، تمام کائنات اور تمام عوالم (عالم ھاھویت، عالم یاھوت، عالم لاھوت، عالم جبروت، عالمِ ملکوت اور عالمِ ناسوت) دِل کے اندر سمائے ہوئے ہیں اور انسانی قلب ہی اللہ کا گھر ہے۔ لیکن یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ان تمام حقیقتوں کی پہچان کوئی مرشد کامل ہی کرا سکتا ہے اور جو مرشد کے دِل کا محرم ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتا اور رازِ حقیقی تک پہنچ سکتا ہے۔

79 د

دِل دریا سمندروں ڈونگھا، غوطہ مار غواصی ھُو
جیں دریا وَنج نوش نہ کیتا، رہسی جان پیاسی ھُو
ہر دَم نال اللہ دے رکھن، ذِکر فکر دے آسی ھُو
اُس مرشد تھیں زَن بہتر باھُوؒ، جو پھند فریب لباسی ھُو

لغت

ڈونگھا	گہرا	غواصی	غوطہ خور
نوش نہ کیتا	نہ پیا	رہسی	رہے گی
ہر دَم	ہر لمحہ	رکھن	رکھیں
آسی	آس رکھنے والا۔ امید رکھنے والا	زَن	عورت
پھند	مکر۔ دھوکہ بازی	لباسی	فریبی۔ دھوکہ باز

دل تو دریاؤں اور سمندروں سے بھی زیادہ گہرا ہے۔ اس کی گہرائی تک پہنچنے کی سعی اور جدوجہد کر کیونکہ یہاں ہی دریائے وحدت ہے اور اگر تو دریائے وحدت کو نوش کرنے میں ناکام رہا تو تیری ذات ہمیشہ دیدارِ حق تعالیٰ کی پیاسی رہے گی (اور یہ محرومی کائنات کی سب سے بڑی محرومی ہے)۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیشہ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات کے ساتھ ساتھ دیدارِ یار کی فکر اور پریشانی میں بھی ہلکان رہ۔ لیکن اس راہ پر چلنے سے پہلے مرشد کامل اکمل کو تلاش کر کے اس کی غلامی اختیار کر کیونکہ دیدارِ حق تعالیٰ کی منزل تک وہی پہنچا سکتا ہے۔ دیکھ کہیں ناقص مرشد کے ہتھے نہ چڑھ جانا کیونکہ وہ تو طالبوں کو صرف باتوں سے بہلائے رکھتے ہیں۔ ان کے پاس دینے کو جھوٹے وعدوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود اندر سے خالی ہوتے ہیں۔ ان سے بہتر تو وہ عورت ہے جو مکار اور دھوکے باز ہونے کے باوجود کم از کم اپنے چاہنے والوں کی خواہشات کی تسکین کا سامان تو کر دیتی ہے۔

80 د

دِل دریا خواجہ دیاں لہراں، گھُمن گھیر ہزاراں ھُو
رہن دلیلاں وِچ فکر دے، بے حد بے شماراں ھُو
ہِک پردیسی دوجا نیوں لگ گیا، ترّیا بے سمجھی دیاں ماراں ھُو
ہسّن کھیڈن سبھ بھُلیا باھُوؒ، جد عشق چنگھایاں دھاراں ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
خواجہ	حضرت خضر علیہ السلام۔ لیکن یہاں مراد معرفتِ الٰہی ہے	گھُمن گھیر	بھنور
		ہِک	ایک
رہن	رہتی ہیں	نیوں	عشق
دوجا	دوسرا	ہسّن	ہنسنا
ترّیا	تیسرا	عشق چنگھایاں دھاراں	عشق کی گرفت میں آنا
کھیڈن	کھیلنا		

دل سمندر سے زیادہ وسیع ہے اور اس میں معرفتِ الٰہی کی لہریں ہر وقت موجزن رہتی ہیں لیکن وہاں وساوس اور خنّاس کے بھنور بھی ہیں۔ طالبِ مولیٰ حق کی دلیلوں اور تفکر کے ذریعے ان بھنوروں سے نکل جاتے ہیں۔ ایک تو میں اس عالمِ فانی میں پردیسی ہوں دوسرا حق تعالیٰ کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں اور تیسری پریشانی یہ ہے کہ راہِ عشق کے رسم و رواج سے ناواقف ہوں۔ جب سے عشقِ حقیقی نے میرے دل کو گرفت میں لیا ہے میں نے دنیا کی رنگینیوں اور خواہشاتِ نفس و دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔

81 د

دِلے وِچ دِل جو آکھیں، سو دِل دُور دلیلوں ھُو
دِل دا دَور اَگُوہاں کریئے، کثرت کنوں قلیلوں ھُو
قلب کمال جمالوں جسموں، جوہر جاہ جلیلوں ھُو
قبلہ قلب منّور ہویا باھُوؒ، خلوت خاص خلیلوں ھُو

لغت

دِلے وِچ دِل	دِل کے اندر۔ باطن میں	جو آکھیں	جو کہتا ہے
سو دِل	ایسا دِل	دلیلوں	دلیل سے
اَگُوہاں	اور آگے	کثرت	زیادہ
کنوں	سے	قلیلوں	قلیل
جاہ	مرتبہ۔ شان	جلیلوں	ربِّ جلیل
منّور	روشن	ہویا	ہوا
خلوت	تنہائی	خلیلوں	خلیل۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تُو دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا دِل بیدار ہو چکا ہے لیکن یاد رکھ ابھی یہ مقام بہت دور ہے۔ اس کے لئے تو دل سے دنیا کی ہر شے کی محبت ختم کر کے صرف اللہ پاک کی محبت بسانی پڑتی ہے اور اپنے آپ کو عالمِ کثرت سے عالمِ وحدت کی طرف لے جانا ہوتا ہے۔ قلب جسموں کے کمال اور جمال کا جوہر ہے اور ربِّ جلیل کا گھر اور اس کے انوار و تجلّیات کے نزول کی جگہ ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انوار و برکات نے میرے دِل کو خلوت گاہ بنالیا ہے جس سے میرا دِل منور ہو کر حقیقت آشنا ہو گیا ہے۔

82 د

دِل کالے کُولوں منہ کالا چنگا، جے کوئی اِس نُوں جانے ھُو
منہ کالا دِل اچھا ہووے، تاں دِل یار پچھانے ھُو
ایہہ دِل یار دے پچھے ہووے، متاں یار وِی کدی پچھانے ھُو
سَے عالم چھوڑ مسیتاں نٹھے باھُوؒ، جد لگے نیں دِل ٹکانے ھُو

لغت

کُولوں	سے	چنگا	بہتر
اِس نُوں	اِس کو	پچھانے	پہچانے
متاں	شاید	کدی	کبھی
سَے عالم	سینکڑوں عالم	مسیتاں	مساجد
نٹھے	بھاگ گئے	ٹکانے	ٹھکانے، مراد اللہ تعالیٰ کی ذات نہ ملنے سے

انسان کو باطن میں بُرا، شقی القلب، منافق اور بدکردار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ایسے انسان کے بدلنے کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں۔ ہاں اگر انسان صرف ظاہری طور پر برا ہو تو کبھی نہ کبھی راہِ حق پر آ جاتا ہے کیونکہ وہ دل سے برا نہیں ہوتا۔ پاک اور صاف دل ہی محبوبِ حقیقی کی پہچان اور معرفت حاصل کرتا ہے۔ ایسا دل رکھنے والا طالب استقامت کے ساتھ مرشد کامل کے دامن سے وابستہ رہتا ہے کہ شاید کبھی دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آ کر اس پر مہربانی کر دے۔ سینکڑوں عالم جو معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے مساجد میں زہد و ریاضت میں مصروف تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے، پھر جیسے ہی عشق نے ان کے دل میں ڈیرا جمایا تو مساجد چھوڑ کر کسی عارف (مرشد کامل) کے دَر پر سجدہ ریز ہو گئے۔

83 (د)

دِل تے دفتر وحدت والا، دائم کریں مطالیا ھُو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری، جہلاں دے وِچ جالیا ھُو
اِکّو اِسم اللہ دا رکھیں، اپنا سبق مطالیا ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ، جیں دِل اللہ سمجھالیا ھُو

لغت

دفتر وحدت والا	وحدت کی کتاب	دائم	ہمیشہ
مطالیا	مطالعہ	جہلاں	جہالتوں میں
وِچ	درمیان	جالیا	گزارا
تنہاندے	اُن کے	جیں دِل	جس دِل نے
سمجھالیا	اسمِ اللہ ذات کی امانت کو سنبھال لیا		

اے طالبِ مولیٰ! تیرے دِل میں وحدت کی کتاب موجود ہے اس کا ہمیشہ مطالعہ کر۔ لیکن تیری تو تمام عمر کتابیں اور علم پڑھتے ہوئے بھی جہالت میں گزری ہے۔ صرف اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور کر کہ یہی پہلا اور آخری سبق ہے۔ اگر تُو نے دِل کے اندر پوشیدہ اسمِ اللہ ذات کی امانت کو پالیا تو دونوں جہان تیرے غلام ہوں گے کیونکہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات حاصل ہوتی ہے۔

84 (د)

دردِ اندر دا اندر ساڑے، باہر کراں تاں گھائل ھُو
حال اساڈا کیویں اوہ جانن، جو دُنیا تے مائل ھُو
بحر سمندر عشقے والا، ہر دم رہندا حائل ھُو
پہنچ حضور آسان نہ باھُوؒ، اساں نام تیرے دے سائل ھُو

لغت

ساڑے	جلائے	گھائل	زخمی
اساڈا	ہمارا	جانن	سمجھیں
کیویں	کیسے، کیونکر	حائل	رکاوٹ۔ درمیان میں آنا
مائل	متوجہ رہنا	عشقے	عشق
سائل	مانگنے والا بھکاری		

رازِ عشق جو میرے دِل میں پنہاں ہے اس نے مجھے بے چین اور بے قرار کر رکھا ہے۔ اگر اس کو ظاہر کر دوں تو ہوسکتا ہے کہ سولی پر چڑھا دیا جاؤں۔ عشقِ الٰہی کا سمندر ہر لحہ میرے دل میں موجزن رہتا ہے لیکن میرا یہ حال ان دنیادار لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی حضوری تک رسائی اتنی آسان نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عشق کے سمندر کی تند و تیز موجوں کو عبور کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

85 د

درد منداں دے دُھوئیں دُھکھدے، ڈردا کوئی ناں سیکے ھُو
اِنہاں دُھواں دے تاء تکھیرے، محرم ہووے تاں سیکے ھُو
چِھک شمشیر کھڑا ہے سر اُتے، ترس پوس تاں تھیکے ھُو
ساہورے کڑیئے اَپنے ونجناں، باھُوؒ سدا نہ رہناں پیکے ھُو

لغت

درد منداں	عاشقانِ الٰہی	دُھکھدے	آگ سلگ رہی ہے
ڈردا	ڈر کے مارے	سیکے	تاپتا ہے
تاء	تپش	تکھیرے	تیز تر
چِھک	کھینچ کر	پوس	پڑے
تھیکے	نیام میں ڈالے	ساہورے	سسرال۔ مراد انسان کا اصلی وطن عالم لاھوت
کڑیئے	دلہن	ونجناں	جانا
پیکے	میکے مراد دنیا		

عاشق اور درد مند ہونا ایک ہی بات ہے۔ جب عشق کی آگ جلتی ہے تو کوئی طالبِ دنیا عاشق کے پاس نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ وہ دنیا کی لذتوں میں پھنسے ہوتے ہیں اور عاشقِ ذات کے قریب آنا گویا اپنا گھر بار برباد کرنا ہے حتیٰ کہ علما کرام بھی عاشقوں کے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ وہ تو جنت اور حور و قصور کی خواہش رکھتے ہیں۔ عاشق کے اندر عشق کی تپش ہر لمحہ بڑھ رہی ہوتی ہے اور قریب وہی ہو سکتا ہے جو اس کے راز کا محرم ہو۔ عاشق کے سر پر ہجر و فراق کی تلوار ہر لمحہ لٹکتی رہتی ہے جو صرف وصالِ الٰہی ملنے کے بعد دور ہوتی ہے۔ یہ حضرتِ عشق کا فضل ہے کہ وہ وصال عطا فرمادے۔ اے طالب! ہوش میں آ اور عشقِ الٰہی میں غرق ہو جا کیونکہ تو نے ہمیشہ دنیا میں نہیں رہنا بلکہ عالمِ ارواح میں آخر واپس جانا ہے۔

86 (د)

درد منداں دا خون جو پیندا، کوئی برہوں باز مریلا ھُو
چھاتی دے وِچ کِیتُس ڈیرا، جیویں شیر بیٹھا مَل بیلا ھُو
ہاتھی مست سندوری وانگوں، کردا پیلا پیلا ھُو
پیلے دا وسواس نہ کریئے باھُوؒ، پیلے باجھ نہ ہوندا میلا ھُو

لغت

پیندا	پیتا ہے	برہوں	عشق، فراق
کِیتُس	کیا	بیٹھا مَل	قبضہ کر چکا ہے
بیلا	جنگل	سندوری	سرخ رنگ کا
وانگوں	کی طرح	پیلا پیلا	حملے پر حملہ
وسواس	فکر، وہم، نفرت	میلا	ملاپ۔ وصال

عشق نے میرے دل میں ایسے ڈیرہ لگایا ہے جیسے شیر جنگل پر قبضہ کر لیتا ہے اور یہ خون خوار شہباز کی مانند میرا خون پی رہا ہے۔ اس نے میرے دِل سے اللہ کی محبت کے علاوہ ہر محبت کو اِس طرح جلا ڈالا ہے جس طرح مست ہاتھی یلغار کر کے ہر شے کو برباد کر دیتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یلغار کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور نہ خوف زدہ ہونا چاہیے کیونکہ عشق کی اس یلغار کے بغیر وصالِ الٰہی نصیب نہیں ہوسکتا۔

87 (د)

دِین تے دُنیا سکیاں بھیناں، تینوں عقل نہیں سمجھیندا ھُو
دونویں اِکس نکاح وِچ آون، شرع نہیں فرمیندا ھُو
جیویں اَگ تے پانی تھاں اکّے وِچ، واسا نہیں کریندا ھُو
دوہیں جہانیں مُٹھا باھُوؒ، جیہڑا دعوے کوڑ کریندا ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
سکیاں	سگی۔حقیقی	بھیناں	بہنیں
دونویں	دونوں	اِکس	ایک
وِچ	میں	آون	آئیں
فرمیندا	فرماتا	جیویں	جس طرح
اَگ	آگ	تے	اور
تھاں	جگہ	اکّے	ایک
واسا	گزارا	دوہیں جہانیں	دونوں جہان میں
مُٹھا	محروم	جیہڑا	جو
کوڑ	جھوٹ۔غلط	کریندا	کرتا ہے

دینِ حق (فقر) اور دنیا دو سگی بہنوں کی مثل ہیں۔ جس طرح دو حقیقی بہنیں ایک مرد کے نکاح میں نہیں آ سکتیں اور جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے اسی طرح دین اور دنیا کو ایک دِل میں اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ جس نے بھی یہ جھوٹا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے اور وہ دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

88 | د

دُنیا گھر منافق دے، یا گھر کافر دے سونہدی ھُو
نقش نگار کرے بہتیرے، زَن خوباں سبھ موہندی ھُو
بجلی وانگوں کرے لشکارے، سر دے اُتوں جھوندی ھُو
حضرت عیسیٰؑ دِی سِلھ وانگوں باھُوؒ، راہ ویندیاں نوں کوہندی ھُو

لغت

دے	کے	سونہدی	رہتی ہے۔پھل پھول سکتی ہے
بہتیرے	بہت زیادہ	زَن	عورت
خوباں	خوبصورت	سبھ	تمام
موہندی	لوٹ لیتی ہے	وانگوں	کی طرح
اُتوں	اوپر	جھوندی	چمک دمک کے ساتھ پھرتی ہے
سِلھ	اینٹ۔پتھر کا ٹکڑا	راہ ویندیاں نوں	راہ چلتے ہوؤں کو
کوہندی	ذبح کرتی ہے		

دنیا ایک خوبصورت اور حسین لیکن مکار عورت ہے جس کے فریب کا شکار صرف دنیادار، منافق یا کافر ہی ہوتے ہیں۔ یہ اپنے فریب حسن اور بجلی کی سی جوانی سے سب کو لوٹ لیتی ہے اور اپنے محبین کو اسی طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تین آدمیوں نے ایک سونے کی اینٹ کے لئے ایک دوسرے کی جان لے لی تھی۔

قصہ اس طرح ہے کہ تین مسافروں کو سونے کی ایک اینٹ مل گئی۔ ایک بازار سے کھانا لینے چلا گیا اور دو اینٹ کی حفاظت کے لئے ٹھہر گئے۔ دونوں نے سازش کی کہ جب وہ کھانا لے کر واپس آئے گا تو اس کو قتل کر کے اینٹ دونوں بانٹ لیں گے۔ کھانا لانے والے کی نیت بھی خراب ہوگئی اور اس نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب واپس آیا تو اس کو دونوں نے قتل کر دیا اور وہ دونوں بھی زہریلا کھانا کھا کر مر گئے۔

89 د

دُنیا ڈھونڈن والے کُتے، دَر دَر پھرن حیرانی ھُو
ہڈی اُتے ہوڑ تنہاں دِی، لڑدیاں عمر وِہانی ھُو
عقل دے کوتاہ سمجھ نہ جانن، پیون لوڑن پانی ھُو
باجھوں ذِکر ربّ دے باھُوؒ، کوڑی رام کہانی ھُو

لغت

ڈھونڈن والے	تلاش کرنے والے	ہوڑ	زور سے یا ضد سے قبضہ کرنا۔ حریصانہ قبضہ
تنہاں دِی	اُن کی	لڑدیاں	لڑتے ہوئے
وِہانی	بیت گئی	کوتاہ	اندھے
نہ جانن	نہیں جانتے	پیون	پینے کے لیے
لوڑن	تلاش کرتے ہیں	باجھوں	بغیر
کوڑی	جھوٹی	رام کہانی	کہانیاں، قصے (باجھ وصال اللہ دے باھُو سب کہانیاں قصے ھُو)

طالبانِ دنیا مال و دولت اور لذاتِ دنیا کی تلاش میں دنیا بھر میں دوڑتے پھر رہے ہیں اور ان کے حصول کے لیے کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی تمام عمر کنویں کے بیل کی طرح گزر جاتی ہے اور عقل کے اندھوں کو اتنی خبر تک نہیں ہوتی کہ اللہ پاک انہیں رزق عطا فرما رہا ہے اور اُن کے رزق کا ضامن ہے، انہیں اللہ کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے بھاگنے کی ہرگز ضرورت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے بغیر اصل حقیقتِ حال تک راہنمائی اور رسائی ممکن ہی نہیں اور زندگی یونہی فضول بھاگ دوڑ میں تمام ہوتی ہے۔

90 (د)

دُدّھ تے دہی ہر کوئی رِڑکے، عاشق بھاہ رِڑکیندے ھُو
تن چٹورا مَن مدھانی، آہیں نال ہلیندے ھُو
دُکھاں دا نیترا کڈھے لشکارے، غماں دا پانی پیندے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، جیہڑے ہڈاں چوں مکھن کڈھیندے ھُو

لغت

دُدّھ	دودھ	رِڑکے	بلوئے
بھاہ	آگ	رِڑکیندے	بلوتے ہیں
چٹورا	ماٹی۔ چاٹی۔ وہ برتن جس میں دہی ڈال کر لسی بنائی جاتی ہے	مدھانی	لسی بلونے کا آلہ
ہلیندے	ہلاتے ہیں	نیترا	دہی بلونے کیلئے مدھانی کو جس رسی سے ہلایا جاتا ہے اسے نیترا کہتے ہیں۔
لشکارے	چمک دمک	پیندے	پیتے ہیں
کڈھیندے	نکالتے ہیں		

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالبِ دنیا تو راحت پسند اور آرام پسند ہیں کہ دودھ اور دہی بلوتے ہیں مگر عاشق وصالِ محبوب کے لئے اپنے جسم کے برتن میں دِل کی مدھانی سے آتشِ عشق بلوتے ہیں، دکھوں اور غموں کی رسی کو مدھانی میں ڈال کر آہوں اور سسکیوں سے اسے کھینچتے ہیں اور ساتھ ساتھ آنسوؤں کا پانی بھی اس میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ کامل فقیر تو وہ ہیں جو اپنے تن کی ہڈیوں سے معرفتِ الٰہی کا مکھن نکالتے ہیں۔

91 (د)

دردمنداں دیاں آہیں کولوں، پہاڑ پتھر دے جھڑ دے ھُو
دردمنداں دیاں آہیں کولوں، بھج نانگ زمین وِچ وڑدے ھُو
دردمنداں دیاں آہیں کولوں، آسمانوں تارے جھڑ دے ھُو
دردمنداں دیاں آہیں کولوں باھُوؒ، عاشق مول نہ ڈر دے ھُو

لغت

دردمنداں	عاشقانِ الٰہی	آہیں	آہ کی جمع۔ مراد عاشق کی آہ وزاریاں
کولوں	سے	جھڑدے	ریزہ ریزہ ہو جانا
بھج	بھاگ کر	نانگ	ناگ۔سانپ
وڑدے	داخل ہوتے	مول	ہرگز۔قطعاً

حق تعالیٰ کے عاشق نے عشق کی امانت کو قبول کر لیا ہے جس کو زمین اور آسمان کی کوئی شے بھی اٹھانے کو تیار نہ تھی۔ اُس امانت نے ان عاشقانِ حقیقی کی یہ حالت کر دی ہے کہ ان کی آہ سے پتھر چُور چُور ہو جاتے ہیں، سانپ دوڑ کر زمین میں گھس جاتے ہیں اور آسمان سے تارے ریزہ ریزہ ہو کر گر جاتے ہیں۔ صرف عاشقِ ذات ہی ہیں جو اس عاشقانہ آہ وزاری سے ہرگز نہیں ڈرتے کیونکہ وہ خود دیدارِ ذات کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف ہیں اور ہر لحہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں۔

92 (د)

دلیلاں چھوڑ وجودوں، ہو ہشیار فقیرا ھُو
بَنھ توکّل پنچھی اُڈدے، پلّے خرچ نہ زیرا ھُو
روز روزی اُڈ کھان ہمیشہ، نہیں کردے نال ذخیرا ھُو
مولا خرچ پہنچاوے باھُوؒ، جو پتھر وِچ کیڑا ھُو

لفظ	معنی	لفظ	معنی
دلیلاں	دلیل کی جمع۔ مراد عقل سے پرکھنا۔ شکوک وشبہات	وجودوں	اپنے وجود سے۔ اپنے اندر سے
ہشیار	ہوشیار۔ دانا۔ عقل مند	بنھ	باندھ
پنچھی	پرندے	اُڈدے	اڑتے۔ پرواز کرتے
پلّے	دامن میں۔ پاس	زیرا	ذرّہ بھر
اُڈ کھان	اُڑ کر کھاتے ہیں	وِچ	میں

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ طالبِ مولیٰ سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ دنیوی ضروریات کے لئے قطعاً غم زدہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مقدر میں لکھ رکھا ہے وہ ضرور ملے گا۔ پرندے بھی تو اللہ تعالیٰ کے توکّل پر اڑتے پھرتے ہیں اور روزی کا ایک ذرہ بھی اپنے ساتھ نہیں اٹھائے پھرتے پھر بھی شام کو جب واپس آشیانوں کی طرف پلٹتے ہیں تو سیر ہو کر لوٹتے ہیں اور ساتھ ذخیرہ کرنے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں لاتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک تو وہ رازق ہے جو پتھر کے اندر موجود کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے۔

93 د

دِل بازار تے منہ دروازہ، سینہ شہر ڈسیندا ھُو
روح سوداگر نفس ہے راہزن، جیہڑا حق دا راہ مریندا ھُو
جاں توڑی ایہہ نفس نہ ماریں، تاں ایہہ وقت کھڑیندا ھُو
کردا ہے زایا ویلا باھُوؒ، جان نوں تاک مریندا ھُو

لغت

ڈسیندا	دکھائی دیتا ہے	راہزن	ڈاکو۔لٹیرا
جیہڑا	جو	جاں توڑی	جب تک
تاں	تب، تب تک	ایہہ	یہ
کھڑیندا	ضائع کرتا ہے	زایا	ضائع
ویلا	وقت	جان	زندگی
نوں	کو	تاک	دروازہ
مریندا	بند کرتا ہے		

دل ایک بازار ہے جس میں حقیقت موجود ہے اور منہ اس بازار تک پہنچنے کا دروازہ ہے جس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے اور سینہ ایک شہر ہے جس میں پوری کائنات پوشیدہ ہے۔ روح (رازِ حق تعالیٰ) اس شہر اور بازارِ حقیقت کی سوداگر ہے مگر نفس ایسا ظالم راہزن ہے جو ہمیں اس بازار اور شہر تک پہنچنے سے پہلے ہی لوٹ لیتا ہے۔ اس نفس کو مارنا بہت ضروری ہے۔ جب تک نفس کا تزکیہ نہیں ہوگا تب تک یہ غفلت میں مبتلا کر کے وقت ضائع کرتا رہے گا۔ یہ نفس رازِ حقیقی تک پہنچنے کے قیمتی لمحات ضائع کرتا ہے اور اسی طرح زندگی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

94 ذ

ذاتی نال ناں ذاتی رَلیا، سو کَم ذات سڈیوے ھُو
نفس کُتّے نوں بنّھ کراہاں، فہما فہم پچھیوے ھُو
ذات صفاتوں مہناں آوے، جداں ذاتی شوق پیوے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاں دِی جیوے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ذاتی نال ناں ذاتی رَلیا	ذات کے اندر ذات کو فنا نہ کیا یعنی فنا فی اللہ نہ ہوا	کَم ذات	کمینہ۔ادنیٰ
نوں	کو	بنّھ	باندھ کر
کراہاں	کر کے	فہما فہم	غور و فکر۔سمجھ۔شعور۔ادراک
پچھیوے	کیا جائے۔کرے	مہناں	طعنہ۔گلہ
جداں	جب	پیوے	پکڑا جائے
تنہاں دا	اُن کا	جنہاں دِی	جن کی
جیوے	حیات ہو		

اپنی ذات کو مٹا کر ذاتِ حقیقی میں فنا ہونے کے علاوہ سب مراتب کمتر ہیں۔اس مقام تک رسائی کے لئے طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ اسمِ اللہ ذات کے تصور اور ذکر سے سگِ نفس کو قید کر لے۔جس طالب کو ذات کا عشق اور شوق نصیب ہو جائے وہ صفات کی طرف دھیان نہیں کرتا۔اصل فقیر تو وہ ہوتا ہے جس کے ظاہری وصال کے بعد اس کی قبر حیات حاصل کر لیتی ہے اور لوگ اُس قبرِ انور سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

95 ذ

ذِکر فِکر سب اُرے اُریرے، جَاں جان فِدا ناں فانی ھُو
فدا فانی تنہاں نوں حاصل، جیہڑے وَسّن لامکانی ھُو
فدا فانی اُونہاں نوں ہویا، جنہاں چکھی عشق دِی کانی ھُو
باھُوؒ ھُو دا ذِکر سڑیندا ہر دَم، یار نہ مِلیا جانی ھُو

لغت

اُرے اُریرے	نزدیک ہی۔ادھر ہی	جاں	جب تک
فدا	قربان	تنہاں نوں	انہیں
جیہڑے	جو	وَسّن	رہتے ہیں۔بستے ہیں
فانی	فنا ہونے والی	کانی	تیر
ھُو دا ذِکر	سلطان الاذکار 'یاھُو' کا ذکر	سڑیندا	جلاتا ہے

ذکر فکر تو سب معمولی باتیں ہیں اصل مقصود تو جان کو فدا اور فنا کرنا ہے۔ فنا فی ذات تو وہ عارف کامل ہیں جو بقاباللہ ہو کر لامکان میں جا بسے ہیں اور انہوں نے یہ مرتبہ اور مقام تیرِ عشق سے گھائل ہو کر حاصل کیا ہے۔ سلطان الاذکار ھُو کے ذکر سے محبوبِ حقیقی کو پا لینے کی طلب میں مزید شدت سے اضافہ ہو رہا ہے اور جب تک محبوبِ حقیقی نہیں ملتا اس کا فراق ہر دم تڑپا تا رہتا ہے۔

96 ذ

ذکر کنوں کر فکر ہمیشاں، ایہہ لفظ تکھّا تلواروں ھُو
کڈھن آہیں تے جان جلاون، فکر گرن اسراروں ھُو
ذاکر سوئی جیہڑے فکر کماون، ہک پلک ناں فارِغ یاروں ھُو
فکر دا پھٹیا کوئی نہ جیوے، پٹے مُڈھ چا پاڑوں ھُو
حق دا کلمہ آکھیں باھُوؒ، ربّ رکھے فکر دِی ماروں ھُو

لغت

کنوں	سے	ہمیشاں	ہمیشہ
ایہہ	یہ	تکھا	تیز
کڈھن آہیں	آہیں نکالتے ہیں	جان جلاون	جان جلاتے ہیں
گرن	کرتے ہیں	اسراروں	اسرار۔راز
سوئی	وہی	جیہڑے	جو
کماون	کماتے ہیں۔کرتے ہیں	ہک پلک	ایک لمحہ۔ایک گھڑی
ناں	نہ	پھٹیا	پھٹا ہوا۔اثر زدہ
پٹے	اکھیڑ دیئے۔اکھاڑ دیئے	مُڈھ	تنا
پاڑوں	جڑ سے۔بیج سے	فکر دِی ماروں	گمراہ کرنے والا تفکر

اے طالب تُو ذکر (اسمِ اللہ ذات) اور تفکّر کیا کر کیونکہ جب ذکر اور فکر آپس میں مل جاتے ہیں تو اِن کی تاثیر تلوار سے بھی تیز ہوتی ہے۔ تفکّر سے ہی اللہ تعالیٰ کے اسرار اور بھید سے آشنائی ہوتی ہے۔ اہلِ تفکّر جب اسرارِ الٰہیہ سے واقف ہوتے ہیں تو ان کے دِل سے پُر درد اور پُرسوز آہیں نکلتی ہیں جو وساوس، خناس اور خواہشاتِ دنیا کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں۔ اصل ذاکر تو وہ ہیں جو اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے ساتھ ساتھ تفکّر میں محو رہتے ہیں اور ایک لمحہ بھی فارغ نہیں ہوتے۔ تفکّر سے وہ اسرار اور بھید القا ہوتے ہیں جو کسی اور ذریعہ سے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کلمۂ حق کہتے رہنا چاہیے اور گمراہ کرنے والے تفکر سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ محفوظ رکھے۔

97 ر

راہ فقر دا پرے پریرے، اوڑک کوئی نہ دِسّے ھُو
ناں اُوتھے پڑھن پڑھاون کوئی، ناں اُوتھے مَسلے قصّے ھُو
ایہہ دُنیا ہے بُت پرستی، مت کوئی اِس تے وِسّے ھُو
موت فقیری جیں سِر آوے باھُوؒ، معلم تھیوے تِسّے ھُو

لغت

پرے پریرے	دور، بہت دور	اوڑک	انتہا
دِسّے	دکھائی دے	ناں	نہ
اُوتھے	وہاں	مَسلے	شرعی مسائل
ایہہ	یہ	وِسّے	بھروسہ کرے
جیں	جس کے	معلم تھیوے	معلوم ہے۔احساس ہوتا ہے
تِسّے	اسی کو		

راہِ فقر بہت دور ہے اور اس کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ عالمِ احدیت میں جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے نہ تو وہاں علم اور تعلیم ہے اور نہ ہی شرعی مسائل اور قصے کہانیاں ہیں۔ یہ دنیا تو بت پرستی کی دنیا ہے اس پر تو کوئی بھی بھروسہ نہ کرے۔ فقیری مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ فقیری نہ تو عالمانہ گفتگو میں ہے نہ مسئلہ مسائل اور قصہ خوانی میں ہے بلکہ یہ تو اللہ کے ساتھ عشق اور غرق فی التوحید ہونے میں ہے اور جس کو یہ حاصل ہوتی ہے اسی کو اس کے حال اور قدر کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

98 ر

راتیں رَتی نیندر نہ آوے، دِہاں رہے حیرانی ھُو
عارف دِی گل عارف جانے، کیا جانے نفسانی ھُو
کر عبادت پچھوتاسیں، تیری زایا گئی جوانی ھُو
حق حضور اُنہاں نوں حاصل باھُوؒ، جنہاں مِلیا شاہ جیلانیؓ ھُو

رتی نیندر	معمولی سی نیند	دِہاں	دن
نفسانی	دنیادار اور ظاہری علوم کے ماہر لوگ	پچھوتاسیں	پچھتاوا، پشیمانی
زایا	ضائع	اُنہاں نوں	اُن کو
جنہاں	جن کو		

عشقِ محبوب میں رات کو نیند نہیں آتی اور دن بھی اسی طرح حیرانی اور پریشانی میں گزر جاتا ہے۔ عارف کی بات کو عارف ہی سمجھ سکتا ہے، نفس پرست لوگوں کی سمجھ میں عارف کی بات نہیں آسکتی۔ معرفتِ الٰہی کے حصول کی کوشش کر ورنہ دورِ جوانی گزر جانے کے بعد اس کے ضائع جانے پر تجھے پشیمانی ہوگی۔ حضورِ حق تعالیٰ (دیدارِ الٰہی) تو ان کو حاصل ہوتا ہے جن کے مرشد سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ ہوتے ہیں۔

99 ر

راتیں نین رَت ہنجوں روون، تے ڈِیہاں غمزہ غم دا ھُو
پڑھ توحید وڑیا تن اندر، سُکھ آرام ناں سَمدا ھُو
سَر سُولی تے چا ٹنگیونے، اِیہو راز پَرم دا ھُو
سِدّھا ہو کوہیویے باھُوؒ، قطرہ رہے ناں غم دا ھُو

لغت

راتیں	رات کو	نین	آنکھیں
رَت ہنجوں	خون کے آنسو	ڈِیہاں	دِن
غمزہ	ادا،نخرہ،ناز	وڑیا	داخل ہوا
سَمدا	سونا۔نیند	چا	جا
ٹنگیونے	انہوں نے لٹکا دیا	ایہو	یہی
پَرم	عشق۔محبت	کوہیویے	ذبح ہو جائے
قطرہ	ذرہ بھر		

عشق ''اسمِ اللہ ذات'' کی صورت میں عاشقوں کے دِل میں ڈیرہ جما چکا ہے۔محبوب کا یہ راز رات کو خون کے آنسو رُلاتا ہے اور دِن کو غم سے گھائل رکھتا ہے۔اسمِ اللہ ذات سے توحید کا یہ راز جب سے باطن میں کھلا ہے ایک پل بھی آرام اور سکون نہیں ہے۔توحید کے اسی راز کو ظاہر کرنے پر منصور حلاجؒ کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔اسے ظاہر کرنا عشق کے اصول کے خلاف ہے لہٰذا اسے ظاہر نہیں کرنا چاہیے خواہ سولی پر لٹکا دیا جائے۔اصولِ عشق تو یہی ہے کہ رازِ عشق کو سینے میں چھپا کر ہر لحظہ ذبح ہوں یا سولی پر لٹکتے رہیں اور یہی تسلیم ورضا ہے۔جب رضا حاصل ہوتی ہے تو غم اور اندیشے ختم ہو جاتے ہیں۔

100 ر

رات اندھیری کالی دے وِچ، عشق چراغ جَلاندا ھُو
جَیندی سِک تُوں دِل چا نیوے، توڑے نہیں آواز سناندا ھُو
اَوجھڑ جَھل تے مارُو بیلے، اِتھے دَم دَم خوف شیہاں دا ھُو
تَھل جَل جنگل گئے جھگیندے باھُوؒ، کامل نینہہ جنہاندا ھُو

لغت

جَلاندا	جلاتا ہے	جَیندی	جس کی
سِک	محبت، عشق کی کسک	نیوے	لے جائے
سناندا	سنائی دینا	اَوجھڑ	جھاڑیوں کا جنگل
جَھل	جنگل	مارُو	ویرانے
بیلے	دریاؤں کے کنارے کائی اور گھاس کا جنگل	اِتھے	یہاں
دَم دَم	ہرلمحے۔ ہرگھڑی	شیہاں	شیر کی جمع۔ شیروں
تَھل	ریگستان	جَل	پانی
جھگیندے	عبور کر کے	کامل نینہہ	مرشد کامل اور اس سے کامل عشق
جنہاندا	جن کا		

نفس، دنیا اور شیطان کی صورت میں انسان پر مسلط اس کالی رات کو عشق ہی منور کرتا ہے اور یہ عشق جب دل پر چھا جاتا ہے تو آواز تک نہیں آتی۔ راہِ معرفت کے سفر کے دوران ہوا و ہوس، خواہشاتِ نفسانی، صعوبتوں، پریشانیوں اور ظلمت و تاریکی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نجات حاصل کر کے وہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں جن کا مرشد کامل اور عشق صادق ہوتا ہے۔

101 ر

رحمت اُس گھر وِچ وَسّے، جِتھّے بَلدے دِیوے ھُو
عشق ہوائی چڑھ گیا فلک تے، کِتھّے جہاز گھتیوے ھُو
عقل فکر دِی بیڑی نوں، چا پہلے پور بوڑیوے ھُو
ہر جا جانی دِسّے باھُوؒ، جِت وَل نظر پچیوے ھُو

لغت

وَسّے	برستی ہے	بَلدے	جلتے ہیں۔روشن ہوتے ہیں
دِیوے	چراغ	کِتھّے	کہاں
گھتیوے	ڈال دیا جائے۔لنگرانداز کیا جائے	بیڑی	کشتی
پہلے پور	پہلی دفعہ ہی	بوڑیوے	ڈبو دیا جائے
ہر جا	ہر جگہ	جانی	محبوبِ حقیقی، اللہ تعالیٰ
دِسّے	دکھائی دے۔نظر آئے	جِت وَل	جس طرف
پچیوے	کی جائے		

رحمتِ الٰہی اس دل پر برستی ہے جہاں عشقِ الٰہی کے چراغ روشن ہوگئے ہوں۔ میرے عشق کا دریا وحدت کے سمندر تک پہنچ گیا ہے، اب جہاز کو وہاں کیسے لنگرانداز کیا جائے؟ عقل وفکر کی کشتی کو تو عشق کی راہ پر سفر شروع کرتے ہی ڈبو دینا چاہیے۔ اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ جدھر نظر اٹھائیں ہمیں ہر طرف ذاتِ حق تعالیٰ نظر آتی ہے۔

102 ر

روزے نفل نمازاں تقویٰ، سبھو کم حیرانی ھُو
انہیں گلیں ربّ حاصل ناہیں، خود خوانی خود دانی ھُو
ہمیش قدیم جلیندا ملیوٗ سو یارٗ یار نہ جانی ھُو
وِرد وظیفے تھیں چھُٹ رہسی باھُوؒ، جد ہو رَہسی فانی ھُو

لغت

سبھو	تمام۔سارے	کم	کام
گلیں	باتیں	خودخوانی خوددانی	خود پڑھنے اور خود سمجھنے والا۔خود کو درست اور دوسروں کو غلط جاننا۔ خودنمائی اور خودستائشی
ہمیش	ہمیشہ	جلیندا	رہ رہا ہے۔نبھار ہا ہے
جانی	ذاتِ حق تعالیٰ	چھُٹ	چھوٹ جائیں گے

اے طالب! روزے رکھنا، نوافل پڑھنا اور پرہیزگار بنے رہنا نیکی اور عبادات تو ہیں مگر اس سے ذاتِ حق تعالیٰ تک رسائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے نفس میں خودنمائی، خود پرستی، خودستائشی اور انانیت پیدا ہوتی ہے۔ ذاتِ حق تعالیٰ تو ازل سے تیرے اندر پوشیدہ ہے، کیا تجھے اس کا عرفان نہیں ہے! جب طالب ذاتِ حق تعالیٰ میں فنا ہو جاتا ہے تو تمام ورد وظیفوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔

103 ز

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا، دِل دا پڑھدا کوئی ھُو
جتھے کلمہ دِل دا پڑھیئے، اُوتھے ملے زبان ناں ڈھوئی ھُو
دِل دا کلمہ عاشق پڑھدے، کی جانن یار گلوئی ھُو
ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا باھُوؒ، میں سدا سوہاگن ہوئی ھُو

لغت

زبانی کلمہ	اقرار باللسان۔ زبان سے کلمہ پڑھنا	دِل دا کلمہ	تصدیق بالقلب سے کلمہ طیب پڑھنا
جتھے	جہاں	اُوتھے	وہاں
ڈھوئی	گنجائش۔ رسائی	کی جانن	کچھ نہیں جانتے۔ کیا جانیں
گلوئی	گفتار کے غازی، قیل وقال اور زبان سے کام چلانے والے	ایہہ	یہ
مینوں	مجھے	سدا	ہمیشہ
سوہاگن	سہاگ والی۔ نیک بخت۔ خوش نصیب		

زبانی کلمہ تو ہر کوئی پڑھ لیتا ہے لیکن قلبی تصدیق کے ساتھ کلمہ تو کوئی کوئی پڑھتا ہے۔ جب عاشق کلمہ کی کنہ اور حقیقت کو اپنے اندر پا لیتے ہیں تو پھر زبان ہلانے کی ضرورت نہیں رہتی بس دیدار ہی رہ جاتا ہے۔ ایسا حقیقی کلمہ تو صرف عاشقِ ذات ہی پڑھتے ہیں۔ زبانی باتیں بنانے والے اس کلمہ کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ مجھے تصدیقِ قلب کے ساتھ کلمہ تو میرے مرشد کامل نے پڑھایا ہے اور میں دونوں جہانوں میں خوش بخت ہو گیا ہوں۔

104 ز

زاہد زُہد کریندے تھکے، روزے نفل نمازاں ھُو
عاشق غرق ہوئے وِچ وحدت، اللہ نال محبت رازاں ھُو
مکھی قید شہد وِچ ہوئی، کیا اُڈسی نال شہبازاں ھُو
جنہاں مجلس نال نبیؐ دے باھُوؒ، سوئی صاحبِ راز نیازاں ھُو

لغت

زاہد	عبادت گزار	زُہد	زہدوریاضت۔ مجاہدہ
کریندے	کرتے	تھکے	تھک گئے
غرق	ڈوب گئے	وِچ	میں
وحدت	وحدتِ حق تعالیٰ	مکھی	مرادطالبانِ عقبیٰ
اُڈسی	اڑے گی۔ پرواز کرے گی	شہبازاں	مرادطالبانِ مولیٰ
جنہاں	جنہیں۔ جن کو	مجلس نال نبیؐ	حضوری مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
سوئی	وہی	صاحبِ راز	فنافی ھُو فقیرِ کامل۔ محرمِ راز طالبِ مولیٰ دِل کا محرم

زاہد زُہد و ریاضت اور عبادت کر کے تھک گئے مگر پھر بھی حجاب میں ہی رہے اور وصالِ الٰہی نہ پا سکے مگر عاشق اپنے عشق سے اللہ پاک کے رازدان بن گئے اور اس کی ذات میں فنا ہو گئے اور توحید میں غرق ہو کر خود بھی توحید ہو گئے۔ یہ طالبانِ دنیا جو دنیاوی خواہشات، عیش و عشرت اور حرص و ہوا میں مبتلا ہیں اور طالبانِ عقبیٰ جو بہشت، حور و قصور اور ثواب کے لالچ میں عبادت و ریاضت میں مصروف ہیں وہ ان عاشق لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خوش نصیب ہیں وہ صاحبِ راز جن کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔

105 س

سے روزے سے نفل نمازاں، سے سجدے کر کر تھکّے ھُو
سے واری مکّے حج گزارن، دِل دِی دوڑ ناں مکّے ھُو
چلّے چلیہے جنگل بھَونا، اِس گل تِھیں ناں پکّے ھُو
سبھے مطلب حاصل ہوندے باھُوؒ، جد پیر نظر اِک تکّے ھُو

لغت

سے	سینکڑوں۔کئی سو	تھکّے	تھک گئے
دل دی دوڑ	دل کی دوڑ یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب و وِصال کی طرف باطنی سفر	مکّے	ختم ہو
چلّے	چلہ کشی	چلیہے	چالیس روزہ
بھَونا	پھرنا۔گھومنا	اس گل تِھیں	اس بات سے
پکّے	پختہ	سبھے	سبھی
جد	جب	تکّے	دیکھے

مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر معرفتِ الٰہی کے حصول کے لئے ہزاروں نوافل ادا کیے، سینکڑوں مرتبہ سجدہ میں سر رکھ کر التجا کی، حج ادا کیے، چالیس چالیس روز چلہ کشی بھی کی اور پھر جنگلوں میں تلاشِ حق کے لیے بھی پھرتے رہے لیکن ناکام رہے اور معرفتِ الٰہی سے محروم رہے لیکن جب میں نے مرشد کامل کی غلامی اختیار کی اور میرے مرشد کامل نے ایک نگاہِ فیض مجھ پر ڈالی تو میں نے اپنی منزلِ حیات کو پا لیا۔

106 س

سبق صفاتی سوئی پڑھدے، جو وت ہینے ذاتی ھُو
عِلموں عِلم اُنہاں نوں ہویا، جیہڑے اصلی تے اثباتی ھُو
نال محبت نفس کٹھّونیں، کڈھ قضا دِی کاتی ھُو
بہرہ خاص اُنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں لدّھا آب حیاتی ھُو

لغت

سبق صفاتی	صفاتی اسما کا ذکر اور اسمِ ذات کے علاوہ دوسرے ذکر اذکار	سوئی	وہی
وت	پھر، پھر سے	ہینے	کمزور۔ بزدل
اُنہاں نوں	اُن کو	جیہڑے	وہی۔ جو
اثباتی	ثابت قدم	کٹھّونیں	ذبح کر
کڈھ	نکال	قضا	تسلیم و رضا
کاتی	چُھری	بہرہ	حصہ
لدّھا	مِلا	آب حیاتی	اسمِ اللہ ذات

اسمائے صفات کا ذکر تو وہی کرتے ہیں جو کمزور اور بزدل ہوتے ہیں اور جن میں عشقِ الٰہی کا بھاری بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہوتی۔ اسمِ اللہ ذات کی کنہ اور حقیقت تک رسائی تو بلند ہمت اور عالی مرتبت طالبانِ مولیٰ کا ازلی ورثہ ہے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے تسلیم و رضا کے خنجر سے نفس کو ذبح کر دیا ہے۔ فقر کی انتہا تک تو وہ پہنچے ہیں جو سلطان الاذکار ھُو کا آبِ حیات پی چکے ہیں۔

107 س

سوز کنوں تن سڑیا سارا، میں تے دُکھاں ڈیرے لائے ھُو
کوئل وانگ کوکیندی وَتاں، ناں ونجن دِن اَضائے ھُو
بول پپیہا رُت ساون آئی، مَتاں مولیٰ مینہ وَسائے ھُو
ثابت صدق تے قدم اَگوہاں باھُوؒ، ربّ سِکدیاں دوست ملائے ھُو

لغت

سوز	فراق اور جدائی کی جلن	تن سڑیا	جسم جل گیا
وانگ	کی طرح	کوکیندی	فریاد کرتی
وَتاں	پھر رہی ہوں	ناں	نہ
ونجن	جائیں	اَضائے	ضائع
مَتاں	شاید۔ خدا کرے	وَسائے	برسائے
اَگوہاں	اور آگے	سِکدیاں	وصال کی کسک
دوست	محبوبِ حقیقی، حق تعالیٰ		

عشق کی آگ میرے جسم کو جلا چکی ہے اور فراقِ یار میں دِل کے اندر غموں اور دکھوں کا گہرا گھاؤ ہے۔ دیدار کی پیاس بجھانے کے لئے میں ہر طرف فریاد اور چیخ و پکار کرتا پھر رہا ہوں۔ مرشد کامل کی طرف سے تو ''معرفت'' کا بادل آچکا ہے لیکن میرے اعمال ہی کچھ ایسے ہیں کہ یہ برس نہیں رہا۔ شاید آہ وزاری اور ذکر وفکر سے اس ساون کا آغاز ہو جائے۔ جو طالبانِ مولیٰ راہِ فقر پر استقامت سے چلتے رہتے ہیں وہی وصالِ الٰہی کی منزل تک پہنچتے ہیں۔

108 س

سن فریاد پیراں دیا پیرا، میری عرض سنیں کن دَھر کے ھُو
بیڑا اڑیا میرا وِچ کپراندے، جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ھُو
شاہِ جیلانی محبوبِ سبحانی، میری خبر لیو جھٹ کر کے ھُو
پیر جنہاندا میراںؓ باھُوؒ، اوہی کدھی لگدے تَر کے ھُو

لغت

پیراں دیا پیرا	سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ	سنیں	سننا
کن دَھر کے	متوجہ ہو کر۔ غور سے	بیڑا	کشتی
اڑیا	پھنس گیا ہے۔ اٹکا ہوا ہے	وِچ	میں
کپراندے	بھنوروں میں۔ گھمن گھیر میں	جتھے	جہاں
مچھ	مگر مچھ	نہ بہندے	نہیں بیٹھتے
لیو	لینا	جھٹ کر کے	جلدی سے
میراںؓ	سیّدنا غوث الاعظمؓ	اوہی	وہی
کدھی	منزل۔ دریا کا کنارہ		

یا پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظمؓ! میری عرض اور التجا ذرا غور سے سنیے۔ میں راہِ فقر میں اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں پہنچنے سے بڑے بڑے عاشق ڈرتے اور خوف زدہ رہتے ہیں لیکن میں اس منزل پر گہرے بھنور میں پھنس گیا ہوں اور اگلی منزل کا راستہ نہیں مل رہا۔ یا شاہِ جیلانی رضی اللہ عنہٗ! میری خبر گیری کیجیے اور مجھے اس آزمائش سے نکال لیجیے کیونکہ اس جگہ پر آپ رضی اللہ عنہٗ کے علاوہ کوئی اور میری مدد نہیں کر سکتا۔ اے باھُوؒ! غمگین اور افسردہ نہ ہو۔ جن کے پیر سیّدنا غوث الاعظم شاہِ میراںؓ ہوں وہی تمام مشکلات کو طے کرتے ہوئے فقر کی آخری منزل اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) پر پہنچ ہی جاتے ہیں۔

109 (س)

سن فریاد پیراں دیا پیرا، میں آکھ سناواں کینوں ھُو

تیرے جیہا مینوں ہور نہ کوئی، میں جیہیاں لکھ تینوں ھُو

پھول نہ کاغذ بدیاں والے، دَر توں دَھک نہ مینوں ھُو

میں وِچ ایڈ گناہ نہ ہوندے باھُوؒ، توں بخشیندوں کینوں ھُو

لغت

پیراں دیا پیرا	سیّدنا غوث الاعظمؓ	آکھ	کہہ
سناواں	سناؤں	کینوں	کس کو
جیہا	جیسا۔ مانند	مینوں	مجھے
ہور	دیگر۔ دوسرا	میں جیہیاں	میرے جیسے
پھول	کھول	دَر	دروازہ۔ آستانہ
دَھک	نکال۔ دھکیل	ایڈ	اتنے
ہوندے	ہوتے	توں	تُو
بخشیندوں	بخشش کرواتا۔ بخشواتا		

یا پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ میری التجا ذرا غور سے سنیے! آپ رضی اللہ عنہٗ کے علاوہ اور کون ہے جس سے میں یہ عرض کروں۔ میرے جیسے تو لاکھوں آپ رضی اللہ عنہٗ کے در کے بھکاری ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہٗ جیسا فیض رساں تو زمانے میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہٗ سے التجا ہے کہ میرے گناہوں، غلطیوں اور خطاؤں پر توجہ نہ کریں اور نہ ہی مجھے اپنے در سے دھتکاریں، میں آپ رضی اللہ عنہٗ کا در چھوڑ کر اور کہاں جاؤں گا۔ اگر میرے دامن میں اتنے گناہوں کا بوجھ نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہٗ جیسا کریم اور حلیم کسے بخشتا اور کیونکر خطاؤں سے درگزر کرتا۔ یہ میرے گناہ ہی ہیں جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہٗ کی صفتِ حلیم وکریم حرکت میں آئی ہے۔

110 س

سو ہزار تنہاں توں صدقے، جیہڑے منہ نہ بولن پھکّا ھُو
لکھ ہزار تنہاں توں صدقے، جیہڑے گل کریندے ہِکّا ھُو
لکھ کروڑ تنہاں توں صدقے، جیہڑے نفس رکھیندے جِھکّا ھُو
نیل پدم تنہاں توں صدقے باھُوؒ، جیہڑے ہوون سونا سڈاون سِکّا ھُو

لغت

تنہاں توں	اُن پر	صدقے	قربان
جیہڑے	جو	منہ نہ بولن	بات نہیں کرتے
پِھکّا	بداخلاق، بُری بات	گل کریندے	بات کرتے
ہِکّا	زبان اور قول کے پکے	رکھیندے	رکھتے ہیں
جِھکّا	کنٹرول، قابو	نیل	ایک سوارب
پدم	ایک سونیل	ہوون	ہوں
سڈاون	کہلوائیں	سِکّا	جست۔ معمولی دھات

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہزار بار اِن طالبوں کے صدقے جاؤں جو راہِ فقر میں پیش آنے والی مشکلات ومصائب پر صبر اور شکر کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں اور کوئی گلہ نہیں کرتے۔ میں لاکھوں بار ان کے قربان جاؤں جو وعدے کے پکے ہیں اور جو بات ایک بار کہہ دیتے ہیں اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ کروڑوں بار ان لوگوں پر واری اور صدقے جاؤں جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور اربوں بار اُن کے قربان جاؤں جو ہر وقت دیدارِ حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ وہ اپنے مرتبۂ قربِ الٰہی کی بدولت سونے کی طرح ہوتے ہیں لیکن عاجزی و انکساری کی وجہ سے عوام میں سکہ یعنی معمولی آدمی کی طرح رہتے ہیں اور اپنی بڑائی ظاہر نہیں کرتے۔

111 س

سینے وِچ مقام ہے کَیندا، سانوں مُرشد گل سمجھائی ھُو
ایہو سَاہ جو آوے جاوے، ہور نہیں شے کائی ھُو
اِس نوں اِسم الاعظم آکھن، اِیہو سِرّ اِلٰہی ھُو
اِیہو موت حیاتی بَاھُوؒ، اِیہو بھیت اِلٰہی ھُو

لغت

سینے وِچ	باطن میں۔ سینے میں	مقام	جگہ
کَیندا	کس کا	سانوں	ہمیں
گل	بات	ایہو	یہی
سَاہ	سانس۔ دم	آوے جاوے	آ جا رہا ہے
ہور	اور	شے	چیز
کائی	کوئی	اِس نوں	اسی کو۔ اِسے
آکھن	کہیں	سِرّ	راز
بھیت	بھید		

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل نے ہمیں اس راز سے آگاہ کر دیا ہے کہ دل (باطن) کے اندر حق تعالیٰ کا مقام ہے۔ تصور اور سانس کے ذریعے جو ذکرِ اسمِ اللہ ذات کیا جا رہا ہے یہی اسمِ اعظم ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا سِرّ ہے اور یہی موت و حیات ہے۔ یعنی جو سانس ذکرِ اسمِ اللہ ذات کے ساتھ نکلتا ہے وہ حیات ہے اور اسمِ اللہ ذات کے ذکر کے بغیر نکلنے والا سانس مُردہ ہے۔ دِل کے اندر اللہ تعالیٰ کا دیدار حیات ہے اور اس سے محرومی موت ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''میں نے دِل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔''

112 ش

شور شہر تے رحمت وَسّے، جِتھے باھُوؒ جالے ھُو
باغباناں دے بوٹے وانگوں، طالب نِت سنبھالے ھُو
نال نظارے رحمت والے، کھڑا حضوروں پالے ھُو
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جیہڑا گھر وِچ یار وِکھالے ھُو

لفظ	معنی	لفظ	معنی
شورشہر	شورکوٹ شہر	وَسّے	برسے
جِتھے	جہاں	جالے	رہتا ہے
بوٹے	درخت۔ پودے	وانگوں	کی طرح
نِت	ہمیشہ	سنبھالے	نگہبانی کرے۔ حفاظت کرے
نال	ساتھ	پالے	پرورش کرنا۔ پالنا
گھر	دِل کے اندر	یار	محبوبِ حقیقی۔ اللہ تعالیٰ
وِکھالے	دکھائے		

اس بیت میں حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شورکوٹ شہر پر اللہ کی رحمت برستی رہے جہاں پر مرشد کامل اکمل باھُوؒ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے طالبوں کی نگہبانی اور تربیت بالکل اسی طرح کرتا ہے جس طرح ایک باغبان پودوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ مرشد کامل باھُوؒ اپنی نگاہِ کرم سے طالبانِ مولیٰ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر کرتا ہے۔ فقیر تو اس کو کہتے ہیں جو طالبِ مولیٰ کو باطن میں اللہ کا دیدار کرا دے۔

113 ش

شریعت دے دروازے اُچّے، راہ فقر دا موری ھُو
عالم فاضل لنگھن نہ دیندے، جو لنگھدا سو چوری ھُو
پَٹ پَٹ اِٹّاں وَٹّے مارن، دَرد منداں دے کھوری ھُو
راز ماہی دا عاشق جانن باھُوؒ، کی جانن لوک اتھوری ھُو

لغت

دے	کے	اُچّے	بلند۔اونچے
موری	دریچہ، کھڑکی	لنگھن	گزرنے
جولنگھدا	جوگزرتا ہے	چوری	چھپ کر
پَٹ پَٹ	اکھیڑاکھیڑکر، نکال نکال کر	اِٹّاں	اینٹیں
وَٹّے	پتھر	دَردمنداں	عاشق
کھوری	بغض، کینہ، دشمنی رکھنے والا	کی	کیا
جانن	جانتے ہیں	اتھوری	گدھے اور خچروں کو ہانکنے والا مراد جاہل

شریعت کے دروازے تو بہت بڑے بڑے اور معروف ہیں اور عوام (طالبانِ دنیا، طالبان عقبیٰ) کے لیے ہیں لیکن فقر کا راستہ ایک چھوٹے سے دریچہ کی مثل ہے جو صرف خواص (طالبانِ مولیٰ) کے لئے مخصوص ہے۔ عالم اور فاضل فقر کے راستہ پر لوگوں کو چلنے نہیں دیتے کیونکہ وہ خود اِس راہ کے اسرار و رموز سے واقف نہیں ہوتے۔ جس نے بھی راہِ فقر اختیار کیا ہے ان علمائے ظاہر سے چھپ کر ہی کیا ہے۔ یہ علمائے ظاہر جو خود راہِ فقر سے ناواقف ہیں وہ اس راہ کے مسافروں پر شرک و الحاد کے فتوے اور طنز کے پتھر برساتے رہتے ہیں۔ عاشق ہی حق تعالیٰ کے راز سے آشنا ہوتے ہیں اور یہ دنیادار اور خرکار قسم کے لوگ اس راز اور سِرّ کو نہیں سمجھ سکتے۔

114 ص

صفت ثنائیں مول نہ پڑھدے، جو جا پہنتے وِچ ذاتی ھُو
علم و عمل اُنہاں وِچ ہووے، جیہڑے اصلی تے اثباتی ھُو
نال محبت نفس کٹھوئیں، گِھن رضا دِی کاتی ھُو
چوداں طبق دِلے دے اندر باھُوؒ، پا اندر وِچ جھاتی ھُو

لغت

صفت ثنائیں	حمد و ثنا	مول	ہرگز
پہنتے	پہنچے	اُنہاں وِچ	ان میں۔انہوں میں
جیہڑے	جو	کٹھوئیں	ذبح کیا
گِھن	لیکر	رضا	اللہ تعالیٰ کی رضا
دِی	کی	کاتی	چھُری
چوداں طبق	کائنات	اندر	من۔باطن
پا	ڈال	وِچ	میں
جھاتی	جھانکنا۔دیکھنا		

جو طالب وحدتِ ذات کے دریا میں غرق ہو چکے ہیں ان کو حمد و ثنا پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ورد و وظائف کا مدعا دیدارِ حق تعالیٰ ہے جو انہیں پہلے ہی حاصل ہے۔ حقیقی علم و عمل بھی انہی کا ورثہ ہے جو ازلی طالبانِ مولیٰ ہیں۔ یہ لوگ تسلیم و رضائے الٰہی کی چھری سے اپنے نفس کو ذبح کر کے رازِ حقیقی کو پا چکے ہیں۔ اے طالبِ مولیٰ! اپنے اندر دھیان کر! پوری کائنات (ارض و سما) تیرے دل کے اندر سمائی ہوئی ہے۔

115 ص

صُورت نفس امّارہ دِی، کوئی کتا گلّر کالا ھُو
کُوکے نُوکے لہو پِیوے، منگے چَرب نوالا ھُو
کھبّے پاسوں اندر بیٹھا، دِل دے نال سنبھالا ھُو
ایہہ بدبخت ہے وَڈّا ظالم باھُوؒ، اَللّٰہ کَرسی ٹالا ھُو

لغت

دِی	کی	گلّر	کتے کا بچہ۔ پلاّ
کُوکے	بھونکتے رہنا۔ چیختے رہنا	نُوکے	چیخنا، چلانا
لہو پیوے	خون پیتا ہے	منگے	مانگتا ہے
چَرب	چربی والا۔ مراد اعلیٰ کھانا	نوالا	روٹی کا ٹکڑا۔ نوالہ
کھبّے	بائیں	پاسوں	جانب۔ طرف
ایہہ	یہ	وڈّا	بڑا
کرسی ٹالا	بچائے گا۔ محفوظ رکھے گا		

نفسِ امارہ کی صورت اور حالت اس سیاہ رنگ کے کتے کے بچے کی طرح ہے جو ہر وقت بھوک کے مارے ٹوں ٹوں کرتا رہتا ہے اور کھانے پینے کو لذیذ غذا مانگتا رہتا ہے۔ یہ دل کے بائیں جانب مورچہ لگا کر بیٹھا ہوا ہے اور جب موقع ملتا ہے (یعنی دل ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے) حملہ شروع کر دیتا ہے۔ یہ نفس ایسا بدبخت اور ظالم ہے کہ اللہ پاک ہی اس کے شر سے بچا سکتا ہے۔

116 ض

ضروری نفس کُتّے نوں، قیما قیم کچیوے ھُو
نال محبت ذِکر اللہ دا، دَم دَم پیا پڑھیوے ھُو
ذِکر کنوں ربّ حاصل تھیندا، ذاتوں ذات دِسیوے ھُو
دوہیں جہان غلام تنہاندے باھُوؒ، جنہاں ذات لبھیوے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
نوں	کو	قیما قیم	ذرہ ذرہ، بوٹی بوٹی۔ باریک ٹکڑے
کچیوے	کر دیا جائے	نال	ساتھ
دَم دَم	ہر سانس میں	ذکر	ذکر اسمِ اَللّٰہُ ذات
کنوں	سے	ربّ حاصل تھیندا	اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہوتی ہے۔ دیدارِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔
دِسیوے	نظر آتا ہے	ذات	اللہ تعالیٰ
دوہیں جہان	دونوں جہان	تنہاندے	اُن کے
جنہاں	جن کو	لبھیوے	مل جائے

راہِ فقر میں ضروری ہے کہ عشق سے ہر سانس کے ساتھ دائمی ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات کیا جائے اور سگ صفت نفس کو ذرّہ ذرّہ، ریزہ ریزہ کر کے فنا کیا جائے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر نفس نہیں مرتا خواہ ظاہری عبادات کرتے کرتے پیٹھ کُبڑی ہو جائے۔ ذکر اور تصور اسمِ اللہ ذات سے جب نفس مرجاتا ہے تو دیدارِ ربّ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جسے ذاتِ حق تعالیٰ مل جائے دونوں جہان اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

117 ط

طالب غوث الاعظمؓ والے، شالا کدے نہ ہووَن ماندے ھُو
جیندے اندر عشق دِی رَتی، سدا رہن کرلاندے ھُو
جینوں شوق مِلن دا ہووے، لے خوشیاں نِت آندے ھُو
دوہیں جہان نصیب تنہاندے باھُوؒ، جیہڑے ذاتی اِسم کماندے ھُو

لغت

شالا	خدا کرے۔ یہ دعائیہ کلمات ہیں	کدے	کبھی
نہ ہووَن	نہ ہوں	ماندے	پریشان۔ مایوس۔ تھکے ہوئے
جیندے	جن کے	عشق دِی رَتی	عشق کا معمولی سا جذبہ
سدا	ہمیشہ	رہن	رہیں
کرلاندے	آہ وزاری کرتے ہیں	جینوں	جسے
مِلن دا ہووے	ملنے کا ہو	لے	لے کر
نِت	ہمیشہ	آندے	آتے ہیں
ذاتی اِسم کماندے	اسمِ اللہ ذات کی حقیقت حاصل کرتے ہیں		

سیّدنا غوث الاعظمؓ کے طالب (مرید) کبھی بھی پریشان نہیں ہوتے۔ جن کے اندر رتی بھر بھی عشقِ حق تعالیٰ ہو وہ ہمیشہ دیدارِ یار کے لئے فریاد کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے بے قرار اور بے چین رہتے ہیں۔ وہ محبوبِ حقیقی سے ملاقات کی خوشی میں راہِ فقر میں آنے والی آزمائشیں اور مشکلات بھی بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں وہی بانصیب ہیں جو اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور کرتے ہیں۔

118 ط

طالب بن کے طالب ہوویں، اُسے نوں پیا گانویں ھُو
سچا لڑ ہادی دا پھڑ کے، اوہو تو ہو جانویں ھُو
کلمے دا تُوں ذِکر کماویں، کلمے نال نہانویں ھُو
اللہ تینوں پاک کریسی باھُوؒ، جے ذاتی اِسم کمانویں ھُو

لغت

ہوویں	ہو جانا	اُسے نوں	اُسی کو
پیا گانویں	گاتے رہنا	لڑ	دامن
پھڑ کے	پکڑ کر	اوہو	وہی
ہو جانویں	ہو جانا	کریسی	کرے گا
ذاتی اِسم کمانویں	اسمِ اللہ ذات کا ذکر اور تصور کرنا		

اے طالب! تو مرشد کامل کا صادق طالب بن جا اور ظاہر و باطن میں اس کی کامل اور مکمل اتباع کر حتیٰ کہ خود کو مرشد کی ذات میں فنا کر دے۔ کلمہ طیبہ کے ذکر سے نفی، اثبات اور حقیقتِ محمدیہ کی کنہ اور حقیقت کو پا کر ہمیشہ کے لئے پاکیزہ ہو جا۔ جب تو اپنے آپ کو اسمِ اللہ ذات میں فنا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے ہر قسم کی نجاست دور کر کے تجھے بھی پاک اور صاف کر دے گا۔

119 ظ

ظاہر ویکھاں جانی تائیں، نالے دِسّے اندر سینے ھُو
برہوں ماری میں نت پھراں، ہسّن لوک نابینے ھُو
میں دِل وِچوں ہے شَوہ پایا، لوک جاون مکے مدینے ھُو
کہے فقیر میراںؒ دا باھُوؒ، سب دِلاندے وِچ خزینے ھُو

لغت

ویکھاں	دیکھوں	جانی	محبوب۔اللہ تعالیٰ
نالے	ساتھ ہی۔نیز	دِسّے	نظر آئے
برہوں	جدائی، ہجر وفراق، وچھوڑا	نت	روز
پھراں	پھروں۔پھرتی ہوں	ہسّن	ہنستے ہیں
نابینے	نورِ بصیرت سے محروم لوگ	وِچوں	میں سے
شَوہ	اللہ تعالیٰ	جاون	جاتے ہیں
دِلاندے	دِل۔باطن		

مجھے ظاہر اور باطن میں ہر طرف اپنا محبوب نظر آ رہا ہے، اس کیفیت میں میری عجیب حالت ہے کہ مجھے کوئی ہوش نہیں ہے۔ باطنی بصیرت سے محروم لوگ میری اس حالت پر ہنستے اور میرا مذاق اڑاتے ہیں۔ لوگ تو حق تعالیٰ کو پانے کے لئے مکہ اور مدینہ کا سفر اختیار کرتے ہیں لیکن میں نے اپنے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کو پالیا ہے۔ سیّدنا غوث الاعظمؓ کا فقیر باھُو کہتا ہے کہ دل کے اندر ہی سب راز پنہاں ہیں۔

120 ع

عِلموں باجھ فقر کماوے، کافر مرے دیوانہ ھُو
سَے وَرہیاں دِی کرے عبادت، رہے اللہ کنوں بیگانہ ھُو
غفلت کنوں نہ کھُلیس پردے، دِل جاہل بت خانہ ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں ملیا یار یگانہ ھُو

لغت

عِلموں	علم	باجھ	بغیر
سَے	سینکڑوں	وَرہیاں	سال ہا سال
دِی	کی	اللہ کنوں	اللہ تعالیٰ سے
کھُلیس	کھلیں گے	یار یگانہ	بے مثل، بے مثال دوست۔ محبوبِ حقیقی

حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے اس بیت میں تلقین وارشاد کی مسند کے تقاضوں کو بیان کیا ہے۔ آجکل یہ رواج اور دستور بن گیا ہے کہ ہر کوئی تلقین وارشاد کی مسند پر بیٹھ کر ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات عطا کرنا شروع کر دیتا ہے یا پیر بن کر لوگوں کی روحانی تربیت کا کام شروع کر دیتا ہے۔ راہِ فقر میں یہ دستور ہے کہ جب مرشد کامل اکمل نور الہدیٰ کا اس عالمِ ناسوت سے رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اپنے تمام طالبانِ مولیٰ میں سب سے سچے اور اعلیٰ طالب کو باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ خزانہ فقر کے مختارِ کُل ہیں آپ طالب (دِل کا محرم) کو علمِ لدنّی عطا فرماتے ہیں اور مرشدِ کامل اکمل نور الہدیٰ کو اجازت عطا فرماتے ہیں کہ اب وہ طالب کی تربیت تلقین وارشاد کی مسند پر بیٹھنے کے لیے کرے۔ مرشد باطن میں اس طالب کی تربیت کا آغاز کرتا ہے، جب طالب کی تربیت مکمل ہو جاتی ہے تو مرشد اس عالمِ ناسوت سے چلا جاتا ہے اور اپنی مسندِ تلقین وارشاد طالب کے حوالے کر دیتا ہے تب لوگوں کو تعلیم وتلقین کرنا اور ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات عطا کرنا اس طالب پر فرض ہو جاتا ہے۔ جو اس طریقہ کار کے علاوہ خود بخود یہ کام شروع کر دیتا ہے وہ آخر کار دیوانہ، مرتد اور کافر ہو کر مرتا ہے اور اس کا انجام بڑا بھیانک ہوتا ہے۔ ہمارے اردگرد ایسی بہت سی مثالیں بکھری پڑی ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خواہ سینکڑوں سال عبادت کرتا رہے لیکن یہ عبادت و ریاضت اس کے دِل کے حجابات دور نہیں کر سکتی کیونکہ اس نے اپنی خواہشات کو اپنا اِلٰہ بنا رکھا ہے اور اس نے تو لوگوں سے مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے راہِ فقر اختیار کی ہے اور مسندِ تلقین وارشاد سجا رکھی ہے۔

دوسری شرح اس بیت کی یہ ہے کہ جو شخص علم کے بغیر راہِ فقر پر سفر کرتا ہے وہ کافر اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مرشد کامل کے بغیر سو سال تک بھی عبادت کرتا رہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہوگی، تمام عبادات کے باوجود اس کے دِل سے حجابات دور نہیں ہوں گے اور وہ جاہل کا جاہل ہی رہے گا۔ آخری مصرعہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے طالبانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جن کو وصالِ الٰہی نصیب ہو گیا ہے اور وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔

121 ع

عقل فکر دِی جا نہ کائی، جتھےّ وحدت سِرّ سبحانی ھُو
ناں اُوتھے مُلّاں پنڈت جوشی، ناں اُوتھے عِلم قرآنی ھُو
جَد احمد اَحد وِکھالی دِتّی، تاں کُل ہوئے فانی ھُو
علم تمام کیتونے حاصل باھُوؒ، کتاباں ٹھپ آسمانی ھُو

لغت

دِی	کی	جا	جگہ
کائی	کوئی	جتھے	جہاں
سِرّ	راز	سبحانی	حق تعالیٰ
ناں	نہ	اُوتھے	وہاں
مُلّاں	مُلاّ۔ مرادعلماءِ ظاہر	جوشی	جوتشی۔ رمل اور علمِ نجوم جاننے والا
وِکھالی	دیدارِ حق تعالیٰ	ٹھپ	بند کر کے

مقامِ وحدت اللہ پاک کا ایک راز ہے، وہاں عقل وفکر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس مقام تک رسائی ہی عقل وخرد کی حدود سے گزر کر حاصل ہوتی ہے۔ راہِ فقر میں یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے اس لیے اس منزل تک رسائی کے بعد کسی دوسری منزل و رسومِ راہ (ذکراذکار، تلاوتِ قرآن، علما کی راہنمائی) کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پر جب ہم نے احد کو میم کا گھونگھٹ اوڑھے احمد کی صورت میں دیکھا تو احد کی ذات میں فنا ہو گئے اور توحید ورسالت کی حقیقت کو پالیا۔ آخری مصرعے میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام آسمانی کتب اللہ پاک تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور جب احد تک رسائی ہوگئی تو پھر ان کتابوں کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

122 ع

عشق مؤذّن دِتیاں بانگاں، کنّیں بلیل پیوسے ھُو
خون جگر دا کڈھ کراہاں، وضو صاف کیتوسے ھُو
سن تکبیر فنا فی اللہ والی، مُڑن محال تھیوسے ھُو
پڑھ تکبیر تھیوسے واصل باھُوؒ، تداں شکر کیتوسے ھُو

لغت

دِتیاں	دیں	بانگاں	اذانیں
کنّیں	کانوں پر	بلیل	بلاوا
پیوسے	پڑی	کڈھ	نکال کر
کراہاں	کروں گا	کیتوسے	کیا
مُڑن	واپس پلٹنا	محال	ناممکن
تھیوسے	ہوگیا	تداں	تب ہی

ذاتِ حق نے جب روزِ ازل عشق کی اذان دی اور اذان کی یہ آواز جب ہمارے کانوں میں پڑی تو ہم نے اپنا خونِ جگر نکال کر اس سے وضو کیا، پھر فنا فی اللہ کی تکبیر سن کر نمازِ عشق سے واپس پھرنا ہمارے لئے محال ہوگیا۔ فنا فی اللہ والی یہ تکبیر پڑھ کر ہم محبوبِ حقیقی سے واصل ہوگئے اور اس مہربانی پر ہم نے اُس کا شکر ادا کیا۔

123 ع

عاشق پڑھن نماز پرَم دِی، جیں وِچ حرف نہ کوئی ھُو
جیہا کیہا نیت نہ سکے، اُوتھے درد منداں دِل ڈھوئی ھُو
اَکھیں نیر تے خون جگر دا، اُوتھے وُضو پاک کریوئی ھُو
جیبھ نہ ہِلّے تے ہونٹ نہ پھڑکن، باھُوؒ خاص نمازی سوئی ھُو

لغت

نماز پرَم دِی	نمازِ عشق	جیں	جس
وِچ	میں	جیہا کیہا	ایسا ویسا۔ عام آدمی
اُوتھے	وہاں	ڈھوئی	گنجائش۔ خاصہ۔ رسائی
اَکھیں	آنکھیں	نیر	آنسو
کریوئی	کرنا ہے۔ کیا	جیبھ	زبان
سوئی	وہی		

اس بیت میں اسمِ اللہ ذات میں محو ہو کر دائمی نماز کے قیام کا ذکر ہے۔ حق تعالیٰ کے عاشق ایسی نمازِ عشق ادا کرتے ہیں جس میں کوئی حرف نہیں ہوتا اور عشق کی اس نماز میں زبان اور ہونٹ تک حرکت نہیں کرتے۔ لیکن اس نماز کے لیے پہلے عاشقوں کو آنسوؤں، آہوں، سسکیوں اور خونِ جگر سے وضو کر کے پاک ہونا پڑتا ہے۔ یہ نماز ہر کوئی ادا نہیں کر سکتا، یہ تو صرف عاشقوں اور درد مندوں کا خاصہ ہے۔

124 ع

عاشق ہونویں تے عشق کمانویں، دِل رکھیں وانگ پہاڑاں ھُو
لکھ لکھ بدیاں تے ہزار اُلاہمے، کر جانیں باغ بہاراں ھُو
منصور جیہے چُک سولی دِتّے، جیہڑے واقف کُل اَسراراں ھُو
سجدیوں سر نہ چائیے باھُوؒ، توڑے کافر کہن ہزاراں ھُو

لغت

ہونویں	ہونا۔ بننا	تے	اور
کمانویں	کمانا۔ رسومات پورا کرنا	وانگ	کی طرح
بدیاں	بدنامیاں۔ بے بنیاد برائیاں جو عاشقانِ الٰہی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں	اُلاہمے	طعنے۔ مہنے
کر جانیں	سمجھنا۔ جان لینا	چُک سولی دِتّے	پھانسی پر چڑھا دیئے
جیہڑے	جو	کُل	تمام
اسراراں	رازوں سے	کہن	کہیں۔ کہنا
چائیے	اٹھانا		

اگر تُو عاشق ہے اور عشق کی راہ میں کامیابی و کامرانی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو قوی اور مضبوط رکھ۔ راہِ عشق میں تو لاکھوں بدنامیاں اور ہزاروں طعنے خوشی خوشی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کوئی آسان راہ نہیں ہے، یہاں تو منصور حلاجؒ جیسے رازِ حقیقی کے واقف کو بھی سولی پر لٹکا دیا گیا تھا۔ اگر ایک دفعہ مرشد کامل کی غلامی نصیب ہو جائے تو پھر سر کو اس کے در سے ہٹنا نہیں چاہیے خواہ دنیا کافر ہی کیوں نہ کہتی رہے۔

125 ع

عاشق راز ماہی دے کولوں، کدی نہ ہوون واندے ھُو
نیندر حرام تنہاں تے ہوئی، جیہڑے اِسمِ ذات کماندے ھُو
ہِک پَل مول آرام نہ کردے، دِینہہ رات وَتن کُرلاندے ھُو
جنہاں الف صحی کر پڑھیا باھُوؒ، واہ نصیب تنہاندے ھُو

لغت

کولوں	سے	کدی	کبھی
ہوون	ہوتے	واندے	فارغ
نیندر	نیند	تنہاں تے	ان پر
جیہڑے	جو	ہِک پَل	ایک لمحہ۔ایک پل
دِینہہ	دِن	وَتن	رہتے ہیں
کُرلاندے	تڑپنا۔آہ وزاری	جنہاں	جنہوں نے
الف صحی کر پڑھیا	صحیح اور درست طریقے سے پڑھا یعنی جنہوں نے اسمِ اللہ ذات سے صورتِ فقر حاصل کر کے کامل قرب و وِصال پالیا۔	تنہاندے	اُن کے

عاشق محبوبِ حقیقی کے راز کی ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں۔جن عاشقانِ ذات نے اسمِ اللہ ذات کا عرفان حاصل کرلیا ہے اور محبوبِ حقیقی کے راز سے آگاہ ہو چکے ہیں انہیں یہ راز ہی بے چین اور بے قرار رکھتا ہے۔نہ تو انہیں نیند آتی ہے اور نہ ہی آرام وسکون نصیب ہوتا ہے۔دِن رات درد وسوز میں اپنے محبوبِ حقیقی سے فریاد کرتے رہتے ہیں کہ وہ کبھی انہیں خود سے دور نہ کرے کیونکہ محبوبِ حقیقی کے دیدار سے محرومی دونوں جہانوں میں سب سے بڑی بدبختی ہے۔کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسمِ اللہ ذات کا رازِ حقیقی حاصل کرلیا ہے۔

126 ع

عاشق عِشق ماہی دے کولوں، نِت پھرن ہمیشاں کِھیوے ھُو
جیں جِیندیاں جان ماہی نوں دِتّی، اوہ دوہیں جہانیں جیوے ھُو
شمع چراغ جنہاں دِل روشن، اوہ کیوں بالن دِیوے ھُو
عقل فِکر دِی پہنچ نہ کائی بَاھُوؒ، اُوتھے فانی فہم کچیوے ھُو

لغت

عشق ماہی دے کولوں	محبوب کے عشق سے	نِت	ہمیشہ۔سدا
پھرن	پھرتے ہیں	ہمیشاں	ہمیشہ
کِھیوے	مست، مدہوش	جیں	جس نے
جِیندیاں	جیتے جی۔زندگی میں ہی	نوں	کو
دِتّی	دی	دوہیں جہانیں	دونوں جہان
جیوے	زندہ رہے۔حیات رہے	شمع چراغ	اسمِ اللہ ذات کا نور مراد ہے
جنہاں	جن کا	بالن	جلائیں
دِیوے	دیئے۔چراغ۔ یہاں اسمِ اللہ ذات کے علاوہ دیگر ذکر اذکار مراد ہیں	کائی	کوئی
اُوتھے	وہاں	فانی	فنا
فہم	ادراک	کچیوے	پہنچے۔پہنچائے۔کیا جائے

عاشق تو اپنے معشوق کے عشق میں محو ہیں، انہیں عشق کی لذّت نے مدہوش کر رکھا ہے۔جن عاشقوں نے زندگی میں ہی اپنی جان محبوب (مرشدِ کامل) کے حوالے کر دی وہ زندہ وجاوید ہو گئے۔جن کے دلوں میں عشقِ اسمِ اللہ ذات روشن ہو چکا ہے وہ کیوں دوسرے ذکر اذکار میں پڑیں! راہِ فقر میں عقل کا کیا کام؟ مقامِ وحدت تک رسائی تو عقل کو فنا کر کے ہی حاصل ہوتی ہے۔

127 ع

عاشق دا دِل موم برابر، معشوقاں وَل کاہلی ھُو
طاماں ویکھ کے تُر تُر تکّے، جیوں بازاں دِی چالی ھُو
باز بے چارا کیونکر اُڈّے، پیریں پیوس دُوالی ھُو
جیں دِل عشق خرید نہ کیتا باھُوؒ، دُوہاں جہانوں خالی ھُو

لغت

دا	کا	موم برابر	موم کی طرح پگھلنے والا
وَل	کی طرف	کاہلی	عجلت پسند، تیزی سے بڑھنے والا
طاماں	خوش خوراک	ویکھ	دیکھ
تُرتُر	متواتر۔حسرت سے دیکھنا	تکّے	دیکھے
چالی	عادت	اُڈّے	اڑے۔ پرواز کرے
پیریں	پاؤں میں	پیوس	پڑی
جیں	جس	کیتا	کیا
دُوالی	باز کے پیروں میں باندھی ہوئی رسی		

عاشقوں (طالبانِ مولیٰ) کے دِل تو موم کی طرح نرم اور نازک ہوتے ہیں۔ وہ معشوق (ذاتِ حق تعالیٰ) سے ملاقات کرنے کے لئے جلد باز ہوتے ہیں اور اس کے لئے ہر وقت بے چین اور بے سکون رہتے ہیں۔ وہ دیدارِ حق کے لئے حسرت بھری نگاہ سے فضل وکرم کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ خود تو وہ بشری پابندیوں اور دنیاوی بندشوں میں جکڑے ہوتے ہیں اور اپنے عشق کے راز کو آشکار نہیں کر سکتے۔ جس نے عشقِ ذات کا سودا نہ کیا وہ دونوں جہانوں میں خالی ہاتھ رہا۔

128 ع

عاشقاں ہِکّو وُضو جو کیتا، روز قیامت تائیں ھُو
وِچ نماز رکوع سجودے، رہندے سنج صباحیں ھُو
اَیتھے اوتھے دوہیں جہانیں، سبھ فقر دِیاں جائیں ھُو
عرش کولوں سَے منزل اَگے باھُوؒ، پَیا کم تنہائیں ھُو

لغت

ہِکّو	ایک ہی	کیتا	کیا
تائیں	تک۔تلک	وِچ	میں
سجودے	سجدے میں	رہندے	رہتے ہیں
سنج	شام،رات	صباحیں	صبح۔روز
اَیتھے اُوتھے	یہاں وہاں	دوہیں جہانیں	دونوں جہان یعنی عالمِ ظاہر و باطن
جائیں	جگہیں۔مقامات	کولوں	سے
سَے	سینکڑوں	پَیا	پڑا
کَم	کام کاج	تنہائیں	اُن کو

عاشقانِ ذات نے یومِ الست سے ہی روزِ قیامت تک عشق کا وضو کر لیا ہے اور دِن رات حضرتِ عشق (اللہ تعالیٰ) کے در پر رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں عزت و شرف صرف فقر کو حاصل ہے اسی لیے فقر کے حامل عاشقوں کا مقام تو عرشِ معلّٰی سے بھی سینکڑوں کوس آگے ہے۔

129 ع

عشق دِی بازی ہر جا کھیڈی، شاہ گدا سلطاناں ھُو
عالم فاضل عاقل دَانا، کردا چا حیراناں ھُو
تنبو کھوڑ لتھا وِچ دِل دے، چا جوڑیوس خلوت خاناں ھُو
عشق اَمیر فقیر منیندے بَاھُوؒ، کیا جانے لوک بیگاناں ھُو

لغت

دِی	کی	ہر جا	ہر جگہ۔ ہر مقام
کھیڈی	کھیلی	شاہ گدا	بادشاہ اور گدا، امیر اور غریب
کرداچا	کر دیتا ہے	حیراناں	حیران
تنبو	خیمہ	کھوڑ	گاڑ کر
لتھا	اترا۔ اتر آیا	وِچ	میں۔ درمیان
جوڑیوس	اُس نے بنایا	منیندے	مانتے ہیں۔ تسلیم کرتے ہیں
کیاجانے	تسلیم نہیں کرتے۔ مانتے نہیں۔ جانتے نہیں	لوک	لوگ
بیگاناں	نامحرم، غیر لوگ		

دنیا میں ہر مقام و مرتبے کے لوگوں نے عشق کی بازی کھیلی ہے۔ یہ عشق ایسا کھیل ہے جو عالموں، فاضلوں، عاقلوں اور داناؤں کو بھی حیران و پریشان کر دیتا ہے۔ اب اِسی عشق نے میرے دِل میں خیمہ لگالیا ہے اور محبوب کے علاوہ ہر شے کو نکال کر اس کو خلوت خانہ بنالیا ہے۔ عشقِ ذات کو کیا امیر اور کیا فقیر، سب تسلیم کرتے ہیں مگر دلوں کے اندھے اس راز کو نہیں جانتے۔

130 ع

عشق دریا محبت دے وچ، تھی مردانہ تریئے ھُو
جِتھّے لہر غضب دیاں ٹھاٹھاں، قدم اُٹھائیں دھریئے ھُو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے، ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ھُو
نام فقیر تد تھیندا باھُوؒ، جد وِچ طلب دے مریئے ھُو

لغت

دے	کے	تھی مردانہ	مردانہ وار، بہادری سے
تریئے	تیریئے۔ تیرنا چاہیے	جِتھّے	جہاں
غضب دیاں	غضبناک۔ بہت زیادہ۔ شدید	ٹھاٹھاں	طوفان۔ پُرموج لہریں۔ موجیں
اوجھڑ	جھاڑ جھنکار سے بھرا علاقہ جہاں سے گزرنا مشکل ہو	جھنگ	جنگل
بلائیں	آفات۔ مشکلات	بیلے	دریا کے کنارے گھاس اور کائی کا جنگل
ویکھو ویکھ	دیکھا دیکھی	ڈریئے	ڈریں۔ ڈر جائیں
تد	تب	تھیندا	ہوتا ہے
جد	جب	مریئے	مر جائیں۔ مریں

راہِ فقر میں جو اصل میں عشق کی راہ ہے، مردانہ وار بڑھتے چلے جانا چاہیے۔ راہِ عشق کے بڑے بڑے امتحانات اور آزمائشوں میں بے خطر کود پڑنا چاہیے کیونکہ جتنی جلدی بڑی بڑی مشکلات اور امتحانات سے گزریں گے اتنی جلدی دیدارِ حق تعالیٰ حاصل ہوگا۔ خطرات اور صعوبتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اور فقیر تو نام ہی اُن کا ہوتا ہے جو طلبِ مولیٰ میں جان دے دیتے ہیں۔

131 ع

عشق اسانوں لسیاں جاتا، لتھا مل مہاڑی ھُو
ناں سووے ناں سون دیوے، جیویں بال رہاڑی ھُو
پوہ مانہہ دے وچ منگے خربوزے، میں کتھوں لے آواں واڑی ھُو
عقل فکر دیاں بھل گیاں گلاں باھُوؒ، جداں عشق وجائی تاڑی ھُو

لغت

اسانوں	ہمیں	لسیاں	کمزور، ناتواں
جاتا	سمجھا	لتھا	آن اترا۔ آ کر اترا
مَل	قابو کر کے۔ پکڑ کر	مہاڑی	دروازہ کی دہلیز۔ چوکاٹھ
ناں	نہ	سووے	سوئے
ناں سون دیوے	سونے نہیں دیتا	جیویں	جس طرح۔ جیسے
بال	بچہ	رہاڑی	ضدی، قابو میں نہ آنے والا
پوہ مانہہ	پوہ اور ماگھ۔ بکرمی سال کے سردی کے دو ماہ	دے	کے
وچ	درمیان۔ میں	کتھوں	کہاں سے
لے آواں	لے آؤں۔ مہیا کر دوں	واڑی	خربوزے کا کھیت
بھل گیا	بھول گئیں	جداں	جب
وجائی	بجائی	تاڑی	تالی

عشقِ حقیقی اس کمزور اور ناتواں جان پر پورے زور و شور سے حملہ آور ہو چکا ہے۔ اس نے وجود پر اس حد تک غلبہ پا لیا ہے کہ دیدارِ یار کی تڑپ میں نہ خود سوتا ہے نہ ہمیں سونے دیتا ہے اور راہِ عشق کی رسومات اور امتحانات کے بغیر ہی جلد از جلد وصال چاہتا ہے جبکہ یہ مقام اور منزل تو ابھی دور ہے۔ جب عشقِ حق تعالیٰ نے ہمیں راہ دکھائی تو عقل اور فکر کو ہم نے چھوڑ دیا۔

132 ع

عشق جنہاندے ہڈیں رَچیا، اوہ رہندے چُپ چپاتے ھُو
لُوں لُوں دے وِچ لکھ زباناں، اوہ کردے گُنگی باتے ھُو
اوہ کردے وضو اسمِ اعظم دا، تے دریا وحدت وِچ ناتے ھُو
تداں قبول نمازاں باھُوؒ، جداں یاراں یار پچھاتے ھُو

لغت

جنہاندے	جن کے	رَچیا	رچ گیا۔ سرایت کر گیا
اوہ	وہ	رہندے	رہتے ہیں
چُپ چپاتے	گُم صم، خاموش۔ چپ چاپ	لُوں لُوں	بال بال میں
دے وِچ	میں	لکھ زباناں	لاکھ زبانیں
کردے	کرتے ہیں	گُنگی	گونگے
باتے	لکنت زدہ۔ توتلے	ناتے	نہائے ہوئے۔ نہائے
تداں	تب	جداں	جب
پچھاتے	پہچانے۔ پہچان لیے		

عشق جن کے پورے وجود میں سرایت کر چکا ہو اُن کا تمام وجود خود عشق بن جاتا ہے۔ وہ رازِ حقیقی سے واقف ہونے کے باوجود خاموش رہتے ہیں حالانکہ اُن کے لوں لوں میں لاکھوں زبانیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ گونگے بن کر رہتے ہیں۔ بات کرنی پڑے تو رُک رُک کر عاجزی سے بات کرتے ہیں۔ وہ ایسے عاشق ہیں جو اسمِ اعظم سے وضو کرتے ہیں اور دریائے وحدت میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ نمازیں تو اُسی وقت قبول ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

133 ع

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا، قتل معشوق دے منّے ھُو
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے، توڑے سَے تلواراں کھنّے ھُو
جِت وَل ویکھے راز ماہی دے، لگّے اُوسے بنّھے ھُو
سچا عشق حسینؓ ابنِ علیؑ دا باھُوؒ، سر دِیوے راز نہ بھنّے ھُو

لغت

سوئی	وہی	جیہڑا	جو
دے	کے	منّے	مان لے، تسلیم کرلے، سرخم کر دے
مُکھ	منہ۔ چہرہ	توڑے	چاہے۔ خواہ
سَے	سینکڑوں۔ صدہا	کھنّے	گھائل ہو، ٹکڑے ٹکڑے
جِت وَل	جس سمت۔ جس جانب	ویکھے	دیکھے
لگّے	لگ جائے، اس جانب ہو جائے	بنّھے	کنارے۔ جانب
دا	کا	سر دِیوے	سر دے دے۔ قربان ہو جائے۔ شہید ہو جائے
بھنّے	توڑے۔ افشا کرے، ظاہر کرے		

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ کے عشقِ حقیقی کی بلندیوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ امامِ وقت اور اس دور کے انسانِ کامل تھے اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصب پر فائز تھے اور انسانِ کامل کسی کی بیعت کر ہی نہیں سکتا۔ انسانِ کامل کی زبان کُن کی زبان ہوتی ہے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہٗ دریائے فرات کو اشارہ کرتے تو وہ چل کر خیموں تک آجاتا، آسمان کو اشارہ کرتے تو بارش برسنے لگتی، کربلا کی ریت کو اشارہ کرتے تو اس کا طوفان یزیدی لشکر کو غرق کر دیتا لیکن ایک طرف یہ سب کچھ تھا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ عاشقِ حقیقی وہی ہوتا ہے جو معشوقِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھوں اپنا قتل ہونا قبول کر لے اور باوجود تکالیف اور مصائب کے نہ تو راہِ عشق سے منہ موڑے اور نہ ہی تسلیم و رضا کی راہ میں اس
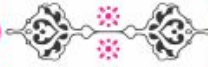
کے قدم متزلزل ہوں خواہ سینکڑوں تلواریں اس کے جسم کو چھلنی کر دیں۔ اصولِ عشق تو یہی ہے کہ اس کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشق اور تسلیم و رضا کے اس میدان میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ جیسا کوئی نہیں ہے جنہوں نے سر دے دیا لیکن اپنے محبوب کے راز کو آشکار نہیں کیا۔

134 ع

عشق سمندر چڑھ گیا فلک تے، کتول جہاز کچیوے ھُو
عقل فکر دِی ڈونڈی نوں، چا پہلے پور بوڑیوے ھُو
گڑکن کپڑ پوون لہراں، جَد وحدت وِچ وڑیوے ھُو
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی باھُوؒ، عاشق مرے تاں جیوے ھُو

لغت

کتول	کس طرف۔ کس جانب۔ کس سمت	کچیوے	کیا جائے
ڈونڈی	چھوٹی سی کشتی	نوں	کو
پہلے پور	پہلی باری پر، پہلی مرتبہ، پہلی دفعہ	بوڑیوے	ڈبو دیا جائے
گڑکن	کڑکتے ہیں	کپڑ	بھنور گھمن گھیر
جد	جب	وڑیوے	داخل ہوں
مرے	مرجائے	تھیں	سے
خلقت	مخلوق	ڈردی	ڈرتی ہے
جیوے	زندہ ہو		

عشق کا دریا چڑھ کر وحدت کے بحرِ بیکراں تک پہنچ گیا ہے۔ فقر تو محض عشق کی راہ ہے، اس میں عقل کا کیا کام! اس لئے عقل وفکر کی ناکارہ کشتی کو پہلے دن ہی ڈبو کر اس سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔ طالب جب دریائے وحدت میں داخل ہوتا ہے تو تکالیف، مشکلات اور مصائب کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ جس موت سے خلقت ڈرتی ہے عاشق کو اِسی موت کے بعد حیاتِ ابدی نصیب ہوتی ہے۔

135 ع

عشق دِی بھاہ ہڈاں دا بالن، عاشق بَہِہ سکیندے ھُو
گھت کے جان جگر وِچ آرا، ویکھ کباب تلیندے ھُو
سرگردان پھرن ہر ویلے، خون جگر دا پِیندے ھُو
عاشق ہوئے ہزاراں باھُوؒ، پر عشق نصیب کہیندے ھُو

لغت

بھاہ	آگ	دا	کا		
بالن	ایندھن	بَہِہ	بیٹھ کر		
سکیندے	تاپتے ہیں	گھت کے	ڈال کر		
ویکھ	دیکھ	تلیندے	گھی میں تلنا، مراد عشق میں جان و جگر جلانا		
سرگردان	حیران و پریشان پھرنا	ویلے	وقت		
پِیندے	پیتے ہیں	پر	لیکن		
کہیندے	کسی کسی کے				

عشق وہ آگ ہے جو معشوق کے علاوہ سب کچھ جلا دیتی ہے۔ اس آگ میں جل کر عاشق بھی آگ بن جاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں تک جل رہی ہوتی ہیں اور اس کے جان و جگر بھی اس آگ میں جل کر کباب ہو جاتے ہیں۔ یہ عاشقِ ذات ہر وقت وحشت و پریشانی میں سرگردان، بے چین و بے قرار رہتے ہیں مگر ان ہزاروں عاشقوں میں سے ذاتِ حق کا عشق (محبوبیت) کسی خوش نصیب کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

136 ع

عشق ماہی دے لائیاں اَگیں، اِنہاں لگیاں کون بجھاوے ھُو
مَیں کی جاناں ذات عشق دِی، جیہڑا دَر دَر چا جھکاوے ھُو
ناں خود سووے ناں سوون دیوے، ہتھوں سُتیاں آن جگاوے ھُو
میں قربان تنہاں دے بَاھُوؒ، جیہڑا وِچھڑے یار ملاوے ھُو

لغت

ماہی	محبوب	لائیاں	لگا دیں
اَگیں	آگ۔آتشیں	اِنہاں	انہیں۔اِن کو
لگیاں	لگی ہوئیں	بجھاوے	بجھائے
کی جاناں	کیا جانوں	جیہڑا	جو
ناں	نہ	سووے	سوئے
سوون	سونا۔نیند	دیوے	دے
ہتھوں	بلکہ	سُتیاں	سوئے ہوؤں کو
آن	آ کر	جگاوے	جگا دے۔بیدار کر دے
تنہاں	ان کے	دے	کے
وِچھڑے	بچھڑے ہوئے	ملاوے	ملا دے

عشقِ محبوب نے میرے ظاہر و باطن میں ہر طرف آگ بھڑکا رکھی ہے۔عشق کی آگ اس وقت تک نہیں بجھ سکتی جب تک وصالِ یار نہ ہو۔یہ عشق ہی ہے جو طالب کو ہر در پر جھکنے پر مجبور اور بے بس کر دیتا ہے۔عشق ایسی آگ اور روگ ہے جس میں کوئی قرار نہیں، نہ یہ خود چین لیتا ہے نہ لینے دیتا ہے۔میں ایسے مرشد کامل کے قربان جاؤں جو راہِ عشق سے گزار کر طالب کو حق تعالیٰ سے ملا دیتا ہے۔

137 ع

عشق دیاں اَولڑیاں گلاں، جیہڑا شرع تھیں دُور ہٹاوے ھُو
قاضی چھوڑ قضائیں جاون، جد عشق طمانچہ لاوے ھُو
لوک ایانے مَتیں دِیوَن، عاشقاں مَت ناں بھاوے ھُو
مُڑن محال تنہاں نوں باھُوؒ، جنہاں صاحب آپ بلاوے ھُو

لغت

دیاں	کی	اَولڑیاں	اُلٹی، عجیب
گلاں	باتیں	جیہڑا	جو
شرع	شریعت	تھیں	سے
قاضی	فیصلے کرنے والا	قضائیں	قاضی کا عہدہ
جاون	جائیں	جد	جب
طمانچہ	تھپڑ	لاوے	لگائے
لوک	لوگ	ایانے	راہِ عشق سے ناواقف لوگ
مَتیں	نصیحتیں	دِیوَن	دیں
مت	نصیحت	ناں	نہ
بھاوے	قبول۔ پسند	مُڑن	واپسی۔ مڑنا
محال	ناممکن۔ مشکل	جنہاں	جن کو
صاحب	ذاتِ حق تعالیٰ یا مرشد کامل اکمل جامع نورالہدیٰ	بلاوے	بلائے

عشق کی تو بات ہی نرالی ہے جو شریعت سے دور کر کے راہِ فقر پر گامزن کر دیتا ہے۔ عشق کی یہ آگ اگر کسی مفتی، قاضی یا عالم کو لگ جائے تو وہ

اپنے مراتبِ علم و فضل چھوڑ کر عاشقوں کی بھیڑ میں شامل ہو جاتا ہے۔ دل کے اندھے لوگ عاشقوں کو ترکِ عشق کی نصیحتیں کر کے عبادت و ریاضت کے آسان راستے پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں مگر عاشقوں کو یہ نصیحتیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ جن کو مالکِ حقیقی خود اپنا عشق عطا کرے اُن کا اِس راہ سے واپس مڑنا محال ہے۔

138 ع

عاشق شوہدے دِل کھڑایا، آپ وی نالے کھڑیا ھُو
کھڑیا کھڑیا ولیا ناہیں، سنگ محبوباں دے رَلیا ھُو
عقل فِکر دیاں سب بُھل گیاں، جد عشقے نال جا مِلیا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں عشق جوانی چڑھیا ھُو

لغت

شوہدے	بے چارے	کھڑایا	گم کیا
وی	بھی	کھڑیا	گم گیا۔ گم ہوگیا
ولیا	واپس آیا	ناہیں	نہیں۔ نہ
سنگ	ہمراہ۔ ساتھ	رَلیا	شامل ہوا۔ مل گیا
بُھل گیاں	بھول گئیں	جد	جب

عاشق بیچارے نے پہلے تو عشق میں دل گم کر دیا۔ اس کے بعد خود بھی عشقِ محبوب میں گم ہو گیا اور ایسا گم ہوا کہ پھر واپس نہیں آیا اور گروہِ محبوبین میں شامل ہو گیا۔ جب سے عشق سے ملاقات ہوئی ہے سب عقل و فکر بھول چکا ہے۔ اے باھُوؒ! میں ان کے قربان جاؤں جن کا عشق اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور انہوں نے محبوب کو پا لیا۔

139 ع

عِشق اَسانوں لِسیاں جاتا، کر کے آوے دَھائی ھُو
جِتوّل ویکھاں مَینوں عشق دسیوے، خالی جگہ نہ کائی ھُو
مُرشد کامل ایسا مِلیا، جس دِل دِی تاکی لاہی ھُو
میں قربان اس مُرشد باھُوؒ، جس دَسیا بھیت اِلٰہی ھُو

لغت

اسانوں	ہمیں	لسیاں	ناتواں، کمزور
جاتا	سمجھا	آوے	آئے
دھائی	دھاوا بول کر آنا	جِتوّل	جس طرف
ویکھاں	دیکھوں	مینوں	مجھے
دسیوے	نظر آتا ہے۔ دکھائی دیتا ہے	کائی	کوئی
دِل دِی	دِل کی۔ باطن کی	تاکی	دریچہ۔ کھڑکی
لاہی	کھول دی	دَسیا	بتایا، آشنائی کروائی
بھیت	بھید		

آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشقِ حقیقی اس کمزور اور ناتواں جان پر پورے زور وشور سے حملہ آور ہو چکا ہے اور اس نے وجود پر اس حد تک غلبہ پالیا ہے کہ جدھر نظر اٹھتی ہے ذاتِ الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے مرشد کامل کی وجہ سے ہے جس نے دل کا دریچہ کھول کر ہمیں بھیدِ الٰہی سے آشنا کر دیا ہے۔ میں اس مرشد کے قربان جاؤں جس نے رازِ الٰہی سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔

140 ع

عِشق اسانوں لسیاں جاتا، بیٹھا مار پتھلّا ھُو
وِچ جگر سنھ چا لائیس، کیتُس کم اوّلا ھُو
جاں اندر وڑ جھاتی پائی، ڈِٹّھا یار اکلّا ھُو
باجھوں ملیاں مرشد کامل باھُوؒ، ہوندی نہیں تسلّا ھُو

لغت

اسانوں	ہمیں	لسیاں	کمزور۔ ناتواں
جاتا	سمجھا	پتھلّا	آلتی پالتی مار کر بیٹھ جانا
سنھ	نقب	لائیس	اس نے لگائی
کیتُس	اس نے کیا	اوَلّا	اُلٹا
وڑ	داخل ہو کر	ڈِٹّھا	دیکھا۔ دیدار کیا
یار	دوست۔ مراد ذاتِ حق تعالیٰ	اکلّا	اکیلا
تسلّا	مطمئن		

عشق نے ہمیں کمزور سمجھا اور دِل میں خوب جم کر بیٹھ گیا اور ایک عجیب کام یہ کیا کہ میرے جگر کے اندر خاموشی سے نقب لگائی۔ جب ہم نے اپنے من کے اندر جھانک کر دیکھا تو وہاں واحد، احد محبوبِ حقیقی کو پایا۔ یہ حقیقت ہے کہ مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر وصالِ الٰہی کی نعمت نصیب نہیں ہوتی۔

141 ع

عاشق نیک صلاحیں لگدے، تاں کیوں اُجاڑدے گھرنوں ھُو
بال مُواتا بِرہوں والا، نہ لاندے جان جگر نوں ھُو
جَان جہان سَب بُھل گیونیں، پئی لوٹی ہوش صبرنوں ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں خون بخشیا دِلبرنوں ھُو

لغت

صلاحیں لگدے	مشورہ قبول کرتے	تاں	تب		
اجاڑدے	ویران کرتے یعنی عشق میں گھربار کامحبوبِ حقیقی کے لیے قربان کرنا	نوں	کو		
بال	جلاکر	مُواتا	آگ کا شعلہ		
برہوں	جدائی کا دکھ۔سوزِفراق	نہ لاندے	نہ لگاتے		
جان جہان	اپنی ذات اورخواہشات	بُھل گیونیں	بھول بھلا گئے۔بھول گئے		
پئی لوٹی	لوٹ پڑگئی۔ڈاکہ پڑگیا	تنہاں توں	اُن کے		
جنہاں	جنہوں نے	بخشیا	بخش دیا		
دلبر	مرشد				

اگر عاشقوں نے لوگوں کے مشوروں پر عمل کرنا ہوتا تو وہ کبھی اپنا گھر بار راہِ حق میں قربان نہ کرتے اور دل میں عشق کی شمع کو روشن کر کے اپنی جان وجگر کو نہ جلاتے رہتے۔ جب سے دیدار کی لذّت سے آشنائی حاصل ہوئی ہے اُنہیں باقی سب بھول گیا ہے۔ میں ان کے قربان جاؤں جنہوں نے راہِ عشق میں سر بھی قربان کر دیا اور اپنا خون بھی محبوب کو بخش دیا۔

142 غ

غوث قطب سب اُورے اُوریرے، عاشق جان اگیرے ھُو
جِس منزل تے عاشق پہنچن، اُوتھے غوث نہ پاون پھیرے ھُو
عاشق وِچ وصال دے رہندے، جنہاں لامکانی ڈیرے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں ذاتوں ذات بسیرے ھُو

لغت

اُورے اُوریرے	ادھرہی۔قریب ہی	جان اگیرے	آگے جاتے ہیں
پہنچن	پہنچیں	اُوتھے	وہاں
نہ پاون پھیرے	پہنچ نہیں سکتے	وِچ	میں
وصال	ملاپ مراد وصالِ الٰہی	رہندے	رہتے ہیں
جنہاں	جن کا۔جن کے	لامکانی ڈیرے	عالمِ ھاھویت یا عالمِ احدیت کا مستقل حصول
تنہاں توں	اُن کے	ذاتوں ذات بسیرے	جوفنافی اللہ بقاباللہ ہوگئے ہیں

جو منزل اور مقام حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاشقِ ذات کا ہے اس مقام اور منزل تک غوث وقطب کا گزر تک نہیں ہے۔ عاشقانِ ذات نے ''لامکان'' میں ڈیرے لگائے ہوئے ہیں اور ہمیشہ وصالِ ذات میں رہتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اِن عاشقوں کے قربان جاؤں جو اپنی ہستی کو ختم کر کے ذاتِ حق میں فنا ہو چکے ہیں۔

143 ف

فجری ویلے وقت سویلے، نِت آن کرن مزدوری ھُو
کانواں ہِلاں، ہِکسی گلاں، ترِیجھی رَلی چَنڈُوری ھُو
مارن چیخاں تے کرن مشقت، پٹ پٹ سُٹّن انگوری ھُو
ساری عمر پِٹیندیاں گزری باھُوؒ، کدی نہ پئی آ پوری ھُو

لغت

فجری ویلے	نمازِ فجر کے وقت	وقت سویلے	صبح سویرے
نِت	ہمیشہ	آن کرن	آ کر کرتے ہیں
کانواں	کوے	ہِلاں	چیلیں
ہِکسی گلاں	ایک جیسی باتیں	تریجھی	تیسری
رَلی	مل گئی	چنڈُوری	ایک پرندہ
مارن	ماریں	چیخاں	چیخیں
تے	اور	کرن	کریں
پٹ پٹ	اکھاڑ اکھاڑ کر	سُٹّن	پھینکنا۔ پھینکیں
انگوری	کسی فصل کی زمین سے پھوٹنے والی پہلی کونپل	ساری	تمام
پِٹیندیاں	روتے دھوتے	کدی نہ پئی آ پوری	کبھی بھی دِل نہ بھرے۔ کبھی نیت نہ بھری

طالبانِ عقبیٰ صبح صبح اٹھ کر وِرد و وظائف اور چلہ کشی میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن ان وظائف کا اِن کے دِل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ طالبانِ دنیا تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں جو صبح صبح بیدار ہو کر ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے مال اکٹھا کرنے کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ یہ تو حرص کی چیلیں اور کوے ہیں اور انہی کی طرح مالِ حرام کی تلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن اتنی محنت اور مشقت کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہتے ہیں اور ساری عمر جدوجہد کرنے کے باوجود ان کی نیت کھوٹی اور دامن خالی رہتا ہے۔

144 ق

قلب جو ہلیا تاں کی ہویا؟ کی ہویا ذِکر زبانی ھُو
قلبی، رُوحی، خفی، سِرّی، سبھّے راہ حیرانی ھُو
شہ رگ تھیں نزدیک جلیندا، یار نہ ملیا جانی ھُو
نام فقیر تنہاندا باھُوؒ، جیہڑے وَسدے لامکانی ھُو

لغت

ہلیا	ہلا	تاں	تو۔ پھر
کی	کیا	ہویا	ہوا
سبھّے	تمام	جلیندا	رہنے والا
یار	محبوب۔ مراد اللہ تعالیٰ	تنہاندا	اُن کا
جیہڑے	جو	وَسدے	رہتے ہیں۔ آباد ہیں

اے طالب! اگر تیرا قلب کچھ دیر کے لئے ذکر سے ہلنے لگ گیا یا تُو نے زبانی ذکر کر لیا تو کون سا تیر مار لیا۔ اس راہ میں قلبی، رُوحی، خفی، سِرّی اذکار بھی منازلِ راہ کی طرح ہیں، اصل منزل نہیں ہیں۔ اصل مقصود تو شہ رگ سے بھی نزدیک رہنے والے حق تعالیٰ کا وصال ہے اور اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو ذاتِ حق میں فنا ہو کر لامکان میں جا بستے ہیں۔

145 ک

کُل قبیل کویسر کہندے، کارن دُر بحر دے ھُو
شش زمین تے شش فلک، تے شش پانی تے تردے ھُو
چھیاں حرفاں وِچ سخن اٹھاراں، دو دو معنی دَھردے ھُو
مُرشد ہادی صحی کر سمجھایا باھُوؒ، اِس پہلے حرف سطر دے ھُو

لغت

کُل قبیل	تمام قبائل، تمام مخلوق، ہر قسم کی مخلوقات	کویسر	سریلی آواز والے
کہندے	کہتے ہیں	کارن	کے لیے
دُر بحر دے	سمندر کے موتی	شش	چھ
فلک	آسمان	تردے	تیرتے ہیں
چھیاں حرفاں وِچ	چھ حروف میں	سُخن اٹھاراں	اٹھارہ باتیں۔اٹھارہ راز
دَھردے	رکھتے ہیں	صحی	صحیح۔درست

کائنات کی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لیے اپنی اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق تسبیح میں مصروف ہیں۔ان مخلوقات میں سے چھ زمین، چھ آسمان اور چھ پانی میں ہیں اور چھ الفاظ اللہ، للہ، لہٗ، ھُو، محمد، فقر (کلمہ طیبہ) جن میں حروف کی تعداد اٹھارہ ہے، میں ہی جملہ کائنات کے تمام علوم پوشیدہ ہیں اور ان علوم کے بھی دو حصے ہیں یعنی ظاہری اور باطنی۔کوئی تو ان علوم کے ظاہر کو حاصل کر کے خوش ہے تو کوئی باطنی اسرار و رموز کو حاصل کرنے میں مصروف ہے۔لیکن ہمارے مرشد کامل نے پہلے روز ہی ہمیں حقیقت کی تہہ تک پہنچا دیا ہے اور پہلے حرف الف یعنی اسمِ اللہ سے ہم پر سب کچھ منکشف کر دیا ہے۔

146 ک

کلمے دی گل تد پیوسے، جداں کِل کلمے ونج کھولی ھُو
عاشق کلمہ اُوتھے پڑھدے، جِتھے نور نبیؐ دِی ہولی ھُو
چودہ طبق کلمے دے اندر، کیا جانے خلقت بھولی ھُو
سانوں کلمہ پیر پڑھایا باھُوؒ، جِند جان اُوسے توں گھولی ھُو

لغت

کلمے	کلمہ طیب	دی	کی
گل	کنہہ، حقیقت، ادراک۔ سمجھ	تد	تب
پیوسے	معلوم ہوئی۔ سمجھ آئی	جداں	جب
کِل	قفل۔ کنجی	ونج	جا کر
کھولی	کھول دی۔ عیاں کر دی	اُوتھے	وہاں
پڑھدے	پڑھتے ہیں	جِتھے	جہاں
نور نبیؐ دِی ہولی	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کی تجلیات	چودہ طبق	پوری کائنات
سانوں	ہمیں	جِند جان	روح۔ زندگی
گھولی	قربان کی		

ہمیں کلمہ طیب کی کنہ اور حقیقت کا ادراک اس وقت ہوا جب اسمِ اللہ ذات کی کنجی نے دل کے قفل کو کھول دیا۔ چودہ طبقات کلمہ طیب کے اندر ہیں۔ اس رازِ حقیقت کو یہ انجان لوگ نہیں جانتے۔ عاشقانِ الٰہی کلمہ طیب کو اس کی کنہ کے ساتھ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پڑھتے ہیں جہاں ہر وقت انوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کے اندر اس وقت کلمہ طیبہ کے انوار نے سرایت کیا جب ہمارے مرشد کامل نے نگاہِ تلقین فرمائی۔ اس احسانِ عظیم کے بدلے ہماری جان اپنے مرشد کامل پر قربان ہو جس نے کلمہ کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔

147 ک

کلمے دی گل تداں پیوسے، جداں کلمے دل نوں پھڑیا ھُو
بے درداں نوں خبر ناں کوئی، درد منداں گل مڑھیا ھُو
کُفر اسلام دی گل تداں پیوسے، جداں بھن جگر وِچ وڑیا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں کلمہ صحی کر پڑھیا ھُو

لغت

کلمے	کلمہ طیب	دی	کی
گل	کنہہ، حقیقت، ادراک۔ سمجھ	تداں	تب
پیوسے	معلوم ہوئی۔ سمجھ آئی	جداں	جب
پھڑیا	پکڑ لیا	نوں	کو
بے درداں	طالبانِ دنیا و عقبیٰ	درد منداں	درد مند عاشق کو کہتے ہیں۔ عاشقوں
گل	گلے میں	مڑھیا	تعویز بنا لیا یعنی کلمہ کی حقیقت دِل میں اتر گئی
بھن	توڑ کر	وڑیا	داخل ہوا
تنہاں توں	اُن کے	جنہاں	جنہوں نے
صحی	صحیح		

ہمیں کلمہ طیب کی حقیقت کا تب پتہ چلا جب اس کلمہ نے دل کے اندر پوشیدہ رازِ حقیقی سے آگاہ کیا۔ اس طرح تصدیقِ دل کے ساتھ کلمہ تو عاشقانِ ذات نے ہی پڑھا ہے۔ علما اور دنیا داروں کو تو اس حقیقت کی خبر تک نہیں ہے۔ کفر و اسلام کا فرق بھی تب ہی سمجھ میں آیا جب کلمہ کی حقیقت کو پایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان طالبانِ مولیٰ کے قربان جاؤں جنہوں نے تصدیقِ دل کے ساتھ کلمہ پڑھ کر اس کی حقیقت اور راز کو پالیا ہے۔

148 ک

کلمے دِی گل تداں پیوسے، جداں مرشد کلمہ دَسیا ھُو
ساری عمر وِچ کفر دے جالی، بِن مرشد دے دَسیا ھُو
شاہ علیؓ شیر بہادر وانگن، کلمے وَڈھ کفر نوں سٹیا ھُو
دِل صافی تاں ہووے باھُوؒ، جاں کلمہ لُوں لُوں رَسیا ھُو

لغت

کلمے	کلمہ طیب	دی	کی
گل	کنہہ، حقیقت، ادراک۔ سمجھ	تداں	تب
پیوسے	معلوم ہوئی۔ سمجھ آئی	جداں	جب
دَسیا	بتایا۔ تلقین کیا۔ سمجھایا	وِچ	میں
دے	کے	جالی	گزاری
بِن	بغیر	وانگن	کی طرح
وَڈھ	کاٹ کر	سٹیا	پھینک دیا
صافی	پاک۔ پاکیزہ	تاں	تب
ہووے	ہوتا ہے	لُوں لُوں	بال بال میں
رَسیا	سرایت کیا		

ہمیں کلمہ طیبہ کی کنہ اور حقیقت سے تب آگاہی حاصل ہوئی جب ہمارے مرشد کامل نے ہمیں کلمہ پڑھایا اور کلمہ کی حقیقت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مثل کفر کو دل سے کاٹ کر پھینک دیا۔ مرشد کے بغیر کلمہ کی حقیقت سمجھ ہی نہیں آسکتی اور نہ ہی تصدیقِ قلب حاصل ہو سکتی ہے اس لیے مرشد کی راہبری کے بغیر کلمہ پڑھتے رہنا ساری عمر کفر میں گزارنے کے مترادف ہے۔ دل کی صفائی تب ہوتی ہے جب کلمہ طیب لوں لوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

149 (ک)

کلمے لکھ کروڑاں تارے، ولی کیتے سَے راہیں ھُو
کلمے نال بجھائے دوزخ، جتھے اَگ بَلے اَزگاہیں ھُو
کلمے نال بہشتیں جاناں، جِتھے نعمت سنج صباحیں ھُو
کلمے جیہی کوئی نعمت ناہیں باھُوؒ، اندر دوہیں سرائیں ھُو

لغت

کلمے	کلمہ طیب	لکھ	لاکھ
تارے	پار لگایا۔ کامیاب کرایا	سَے	سینکڑوں
نال	ساتھ	بَلے	جلتی ہے
اَگ	آگ	اَزگاہیں	بے پناہ
بہشتیں	بہشت۔ جنت	جِتھے	جہاں
سنج صباحیں	صبح وشام، شب وروز	جیہی	جیسی
ناہیں	نہیں ہے	دوہیں سرائیں	دونوں جہان

کلمہ طیب کی حقیقت تک پہنچ کر سینکڑوں طالب رازِ فقر کو پا گئے اور لاکھوں کروڑوں ولی اللہ بن گئے۔ کلمہ طیب کی حقیقت جس طالب کے اندر سرایت کر جاتی ہے دوزخ بھی اس سے دور بھاگتی ہے۔ کلمہ ہی ہمیں بہشت میں لے جائے گا جہاں صبح وشام پروردگار کی نعمتوں کی فراوانی ہے۔ کلمہ طیب جیسی نعمت دونوں جہانوں میں اور کوئی نہیں ہے۔

150 ک

کلمے نال میں ناتی دھوتی، کلمے نال ویاہی ھُو
کلمے میرا پڑھیا جنازہ، کلمے گور سہائی ھُو
کلمے نال بہشتیں جاناں، کلمہ کرے صفائی ھُو
مُڑن محال تنہاں نوں باھُوؒ، جِنہاں صاحب آپ بلائی ھُو

لغت

کلمے	کلمہ طیب	نال	ساتھ
ناتی دھوتی	نہائی دھوئی	ویاہی	بیاہی گئی
گور	قبر	سہائی	آراستہ کی
مُڑن	واپس مڑنا۔ واپسی	محال	ناممکن۔ مشکل
تنہاں نوں	اُن کو	جِنہاں	جن کو
صاحب	حق تعالیٰ		

کلمہ طیب کا ذکر سر سے لے کر پاؤں تک میرے وجود کے اندر جاری ہو گیا ہے اور اس کے نور نے میری نس نس میں سرایت کر کے مجھے پاکیزہ کر دیا ہے۔ اب تو یہ میری زندگی کا ساتھی بن چکا ہے اور میرے وجود کا حصہ ہے۔ اِسی نے میرا جنازہ پڑھنا ہے، یہی میری قبر کو روشن کرے گا اور یہی مجھے بہشت میں لے جائے گا۔ وہ طالب کبھی بھی راہِ فقر سے واپس نہیں مڑتے جن کو اللہ کے فضل و کرم سے راہِ فقر نصیب ہوتی ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف بلاتا ہے۔

151 (ک)

کُنۡ فَیَکُوۡن جدوں فرمایا، اَساں وِی کولے ہاسے ھُو

ہِکے ذات ربّ دِی آہی، ہِکے جگ وِچ ڈھنڈیاسے ھُو

ہِکے لامکان مکان اساڈا، ہِکے آن بُتاں وِچ پھاسے ھُو

نفس پلیت پلیتی کیتی باھُوؒ، کوئی اصل پلیت تاں ناسے ھُو

لغت

کُنۡ	ہوجا	فَیَکُوۡن	ہوگیا
جدوں	جب	اَساں	ہم بھی
کولے	پاس ہی	ہاسے	تھے
ہِکے	ایک	دِی	کی
آہی	تھی	ڈھنڈیاسے	ڈھونڈتے ہیں
اساڈا	ہمارا	بتاں	بشری جسم
پھاسے	پھنس گئے	پلیت	پلید۔ناپاک
پلیتی	ناپاکی۔پلیدی	کیتی	کی۔کیا
ناسے	نہ تھے		

جب ربّ تعالیٰ نے ''کن'' کہہ کر کائنات کو تخلیق فرمایا تو ہم بھی ساتھ ہی موجود تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم لباسِ بشر میں قید اسی ذات کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ کبھی ''لامکاں'' میں ہمارا بسیرا تھا اور اب عنصری اجسام میں قید ہیں۔ ہماری ارواح کو نفس نے آلودہ اور ناپاک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔

ابیات کی اکثر کتب میں اس بیت کے دوسرے مصرعہ کا پہلا حصہ اس طرح سے ہے ''ہِکے ذات ربے دی آہی''۔ ایک بار اس عاجز نے اس بیت کو اپنے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پڑھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مصرعہ درست کرتے ہوئے فرمایا ''اسمِ اللہ ذات یا کوئی بھی اسمِ صفت جس طرح قرآن وحدیث میں ہے ہر زبان میں اسی طرح لکھا، پڑھا اور پکارا جائے گا۔ شریعت میں ایک انسان کا نام بگاڑنے سے منع فرمایا گیا ہے کجا اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بگاڑا جائے اور ربّ کو ربے یا ربا کہا جائے اور خاص کر سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ جن سے کبھی ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا، سے ایسا ہونا ناممکن ہے۔''

152 ک

کی ہویا جے بُت اوڈھر ہویا، دِل ہرگز دُور نہ تھیوے ھُو
سَے کوہاں تے میرا مُرشد وَسدا، مینوں وِچ حضور دِسیوے ھُو
جیندے اندر عشق دِی رَتی، اوہ بِن شرابوں کھیوے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، قبر جنہاں دی جیوے ھُو

لغت

کی	کیا	ہویا	ہوا
بُت	بشری وجود۔جسم	اوڈھر	پوشیدہ۔دور
تھیوے	ہووے	سَے کوہاں	سینکڑوں میل دور
وَسدا	رہتا ہے	مینوں	مجھے
دِسیوے	دکھائی دیتا ہے	جیندے	جس کے
اوہ	وہ	بِن	بغیر
کھیوے	مست۔مدہوش	تنہاں دا	اُن کا
جِنہاں دی	جن کی	جیوے	زندہ ہو۔حیات ہو

اگر چہ میرے مرشدِ کامل کا جسم مجھ سے دور ہے لیکن وہ دِل سے ہرگز دور نہیں ہے۔ میرا مرشد کامل سینکڑوں میل دور رہتا ہے لیکن ہمیں تو وہ عین حضور دکھائی دیتا ہے۔ طالب میں اگر رتی برابر بھی عشق ہو تو وہ بغیر شراب کے مخمور رہتا ہے۔ فقیر تو اصل میں وہ ہوتے ہیں جنہیں جاودانی زندگی حاصل ہوتی ہے اور اُن کی قبر فیوض و برکات کا منبع بن جاتی ہے۔

153 ک

کوک دِلا متاں رَبّ سنے چا، درد منداں دِیاں آہیں ھُو
سینہ میرا دردیں بھریا، اندر بھڑکن بھاہیں ھُو
تیلاں باجھ نہ بلن مشالاں، دَرداں باجھ نہ آہیں ھُو
آتش نال یارانہ لا کے باھُوؒ، پھر اوہ سڑن کہ ناہیں ھُو

لغت

کوک	فریاد کر	دِلا	اے دِل
متاں	شاید	سنے چا	سن لے
دردمنداں	دردمند۔ عاشقِ ذات	دِیاں	کی
آہیں	آہ وزاری	دردیں بھریا	دردوں سے بھرا ہوا
بھڑکن	شعلہ زن۔ بھڑکتی ہیں	بھاہیں	آگ
تیلاں	تیل	باجھ	کے بغیر
بَلن	جلنا، روشن ہونا	مشالاں	مشعلیں
دَرداں باجھ	ہجر و فراق کے درد کے بغیر	آتش	عشق کی آگ
یارانہ	دوستی۔ یاری	لا کے	لگا کے
اوہ	وہ	سَڑن	جلیں
ناہیں	نہیں		

اے دل! خوب فریاد اور آہ وزاری کر شاید ربّ تعالیٰ کو تیری التجا سن کر رحم آ جائے۔ میرا سینہ دردِ عشق سے لبریز ہے اور اندر عشق کی آگ بھڑک رہی ہے۔ مرشد کامل اکمل کی مہربانی اور کرم کے بغیر مشاہدۂ حق تعالیٰ اسی طرح ناممکن ہے جس طرح تیل کے بغیر مشعل روشن نہیں ہوتی اور درد کے بغیر سینہ سے آہ نہیں نکلتی۔ جن لوگوں نے آتشِ عشق کے ساتھ یارانہ لگا لیا ہے وہ پروانے کی طرح جلیں نہ تو اور کیا کریں!

154 ک

کامل مُرشد ایسا ہووے، جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹّے ھُو
نال نگاہ دے پاک کریندا، وِچ سَجّی صبون نہ گھتے ھُو
میلیاں نوں کر دیندا چِٹّا، وِچ ذَرّہ مَیل نہ رَکھے ھُو
ایسا مرشد ہووے بَاھُوؒ، جیہڑا لُوں لُوں دے وِچ وَسّے ھُو

لغت

ایسا ہووے	ایسا ہو	جیہڑا	جو
دھوبی وانگوں	دھوبی کی طرح	چھٹّے	پٹخ کر صاف کرے
نال نگاہ دے	نظر کے ساتھ۔ نگاہ کے ساتھ	پاک کریندا	پاک کرتا ہے
سَجّی	کھار۔ راکھ۔ ایک پودا جس کی راکھ کپڑے دھونے کے کام آتی ہے	صبون	صابن
گھتے	ڈالے۔ شامل کرے	میلیاں نوں	میل والوں کو
کر دیندا	کر دیتا ہے	چِٹّا	سفید
لُوں لُوں	بال بال	وَسّے	بسے۔ رہے

مرشد کامل کو دھوبی کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح دھوبی کپڑوں میں میل نہیں چھوڑتا اور میلے کپڑوں کو صاف کر دیتا ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل طالب کو ورد و وظائف، چلہ کشی اور رنجِ ریاضت کی مشقت میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ اسمِ اللہ ذات کی راہ دکھا کر اور اپنی نگاہِ کامل سے تزکیۂ نفس کر کے اس کے اندر سے قلبی اور روحانی امراض کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسے خواہشاتِ دنیا و نفس سے نجات دلا کر اور غیر اللہ کی محبت اس کے دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں غرق کر دیتا ہے۔ مرشد تو ایسا ہونا چاہیے جو طالب کے لُوں لُوں میں بستا ہو۔

155 ک

کر عبادت پچھوتاسیں، تینڈی عمر چار دِہاڑے ھُو
تِھی سوداگر کر لے سودا، جاں جاں ہَٹ ناں تاڑے ھُو
مَت جانی دِل ذوق مَنّے، موت مریندی دھاڑے ھُو
چوراں سادھاں رَل پُور بھریا باھُوؒ، ربّ سلامت چاڑے ھُو

لغت

پچھوتاسیں	پشیمان ہوگا	تینڈی	تیری
دِہاڑے	دن۔ایام	تِھی سوداگر	سوداگر بن کر
جاں جاں	جب تک	ہَٹ	دُکان
تاڑے	بند ہوجائے	مَت	شاید۔خدا کرے
مَنّے	راضی ہوجائے۔مان جائے	مریندی	مارتی ہے۔حملہ آور ہوتی ہے
دھاڑے	ڈاکے	چوراں	چور کی جمع۔مراد نفس وشیطان (منفی طرزِ فکر، شر)
سادھاں	سادھ کی جمع۔سعد۔نیک	رَل	مل کر
پُور بھریا	کشتی بھری	سلامت چاڑے	سلامتی سے پار لگادے

اے طالب! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے قرب و وصال کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ زندگانی بہت کم ہے۔ اس سے پہلے کہ تیری زندگی کی دکان بند ہو جائے تو اپنا مقصدِ حیات یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل کر لے ورنہ موت کے وقت بہت پشیمان ہوگا۔ موت تو ہر وقت سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔ خدا کرے محبوبِ حقیقی تجھ سے راضی ہو جائے مگر دنیا، نفس اور شیطان نے متحد ہو کر تیری کشتیٔ حیات پر قبضہ جما لیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہی اِس کو سلامت پار پہنچا سکتا ہے۔

156 گ

گند ظلمات اَندھیر غباراں، راہ نیں خوف خطر دے ھُو
مُکھ آبِ حیات منور چشمے، اُوتے سائے زلف عنبر دے ھُو
مُکھ محبوب دا خانہ کعبہ، جِتھے عاشق سجدہ کر دے ھُو
دو زُلفاں وِچ نین مصلّے، جِتھے چاروں مذہب مِلدے ھُو
مثل سکندر ڈھونڈن عاشق، اِک پلک آرام نہ کر دے ھُو
خضر نصیب جنہاں دے باھُوؒ، اوہ گُھٹ اُوتھے جا بھر دے ھُو

لغت

گند	گندگی شر	ظلمات	ظلمت کی جمع مراد گہری تاریکی۔
غباراں	غبار کی جمع	نیں	ہیں
مُکھ	چہرہ۔منہ	آبِ حیات	ہمیشہ کی زندگی دینے والا پانی
اُوتے	اوپر	زلف عنبر	زلفِ عنبرین مراد خوشبودار زلف
دا	کا	جِتھے	جہاں
چاروں مذہب	فقہ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی	مثل سکندر	سکندر کی طرح
ڈھونڈن	تلاش کرتے ہیں	اِک پلک	ایک لمحہ
خضر نصیب	حضرت خضر علیہ السلام جیسی قسمت	اوہ	وہ
اُوتھے	وہاں	بھر دے	پیتے ہیں

عشق کا راستہ بڑا خطرناک، کٹھن اور ظلمات سے ہو کر گزرتا ہے جہاں ہر قدم پر خوف کے سائے ہیں۔ نفس، دنیا اور شیطان اِس راہ کے راہزن ہیں لیکن مرشدِ کامل نے مجھے حقیقت سے روشناس کرا دیا ہے۔ میرے مرشد کا چہرۂ انور آبِ حیات کا منور سرچشمہ اور دِلوں کا کعبہ ہے اور یہ عاشقوں کی سجدہ گاہ ہے۔ جب میرے مرشد کی نگاہ سے میرے دِل سے حجابات دور ہوئے تو پتہ چلا کہ اصل دین تو وصالِ الٰہی ہے اور یہیں پر

چاروں فقہ حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی یکتا ہو جاتے ہیں۔ جو صادق عاشق ہیں وہ میرے مرشد کی مجلس کی تلاش میں بیقرار رہتے ہیں اور اس کے لیے ہر لمحہ جدوجہد اور کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ جنہیں یہاں سے آبِ حیات کا ایک قطرہ بھی پینے کو مل گیا انہوں نے حیاتِ جاودانی حاصل کر لی۔

یہ بیت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے بارے میں فرمایا ہے اور اپنے مرشد کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰ ﷺ

157 گ

گُجھے سائے ربّ صاحب والے، کُجھ نہیں خبر اصل دِی ھُو
گندم دانا اساں بُہتا چُگیا، ہن گل پئی ڈور ازل دِی ھُو
پھاہی دے وِچ میں پئی تڑفاں، بُلبل باغ مثل دِی ھُو
غیر دِلے تھیں سُٹیے باھُوؒ، تاں رکھیئے امید فضل دِی ھُو

لغت

گُجھے	پوشیدہ	ربّ صاحب	اللہ تعالیٰ
کُجھ نہیں	کچھ نہیں	اساں	ہم نے
بُہتا	بہت	ہن	اب
گل	گلے	پئی	پڑی
چُگیا	کھایا	پھاہی	پھندا
تڑفاں	تڑپنا	غیر	غیر اللہ
سُٹیے	نکال پھینکنا	رکھیئے امید	امید رکھیں

یہ کائنات اور تمام مخلوقات ذاتِ حق کے سوا کچھ نہیں ہے اور ذات کثرت میں پوشیدہ ہو چکی ہے۔ تمام لوگ صرف اس ظاہر کو دیکھ رہے ہیں اور ان کو ذات کی خبر تک نہیں۔ یہ سب اس دانۂ گندم کی وجہ سے ہے جس کو کھانے کے بعد نسلِ انسانی صفات، اشکال، بشری جال اور دنیا میں پھنس کر اس طرح بے چین، بے سکون اور مضطرب ہے جس طرح بلبل پنجرے میں قید ہو کر تڑپتی ہے۔ غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر ذاتِ حقیقی تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے لیکن یہ بھی اللہ کے فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

158 گ

گودڑیاں وِچ جال جِنہاں دِی، اوہ راتیں جاگن اَدھیاں ھُو
سِک ماہی دِی ٹِکن نہ دیندی، لوک اَنّھے دیندے بدیاں ھُو
اندر میرا حق تپایا، اساں کَھلیاں راتیں کڈھیاں ھُو
تَن تھیں ماس جُدا ہویا باھُوؒ، سوکھ جُھلارے ہڈیاں ھُو

لغت

گودڑیاں	گودڑی۔ درویشی لباس	جَال	گزر بسر۔ گزارہ
اوہ	وہ	جِنہاں دِی	جن کی
راتیں	رات	جاگن	جاگیں۔ بیدار رہیں۔ نیند نہ آئے
اَدھیاں	آدھی رات	سِک	تپشِ عشق، چاہت، تانگ، تمنا
ماہی	محبوب	ٹِکن	آرام کرنے
اَنّھے	اندھے، نورِ بصیرت سے محروم لوگ	دیندے	دیتے ہیں
بدیاں	برائیاں	تپایا	گرم ہوا
اساں	ہم نے	کَھلیاں راتیں کڈھیاں	رات کھڑے کھڑے گزار دی
تَن تھیں	جسم سے	ماس	گوشت
سوکھ	لاغر	ہویا	ہوا
جُھلارے	جھولنا		

عاشقِ ذات آدھی رات تک بیدار رہ کر دیدار کی طلب میں تڑپتے رہتے ہیں۔ محبوبِ حقیقی کا عشق انہیں چین نہیں لینے دیتا لیکن دل کے اندھے لوگ ان کی حالت سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کو اس حالت میں دیکھ کر لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں۔ عشق نے میرے اندر اتنا درد، تڑپ، بے چینی اور بے قراری پیدا کر دی ہے کہ اسی بے چینی اور بے قراری میں کھڑے کھڑے راتیں گزار دیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور کی آگ سر سے لے کر پاؤں تک مغز، گوشت، دل، رگ و جان وغیرہ کو اس طرح جلا دیتی ہے کہ ہڈیوں سے گوشت الگ ہو جاتا ہے لیکن عاشقوں کی یہ حالت ظاہری آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے۔

159 گ

گیا اِیمان عشقے دے پاروں، ہو کر کافر رہیے ھُو
گھت زُنّار کُفر دا گل وِچ، بُت خانے وِچ بہیے ھُو
جس جا جانی نظر نہ آوے، اُوتھے سجدا مول نہ دَیئے ھُو
جاں جاں جانی نظر نہ آوے، باھُوؒ کلمہ مول نہ کہیے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
عشقے	عشق	دے	کے
پاروں	وجہ سے۔ کے سبب	رہیے	رہیں
گھت	ڈال کر	زُنّار	وہ سوتی دھاگہ جو ہندو لوگ گلے میں ڈالتے ہیں
دا	کا	گل وِچ	گلے میں
بہیے	بیٹھ جائیں	جس جا	جس جگہ
جانی	اللہ تعالیٰ	نظر نہ آوے	دیدار نہ ہو
اُوتھے	وہاں	مول	ہرگز
دیئے	دیں۔ کریں	جاں جاں	جہاں جہاں
کہیے	پڑھیے۔ کہیں		

ایمان کی اصل حقیقت کا نقطۂ عروج عشق ہے۔ اگر عشق کی وجہ سے ایمان چلا جائے تو عشق کو ترک کرنے کی بجائے کافر ہو کر رہنا ہی بہتر ہے کیونکہ وصالِ الٰہی عشق سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر وصالِ الٰہی کے لیے کفر کا زنار گلے میں ڈال کر بت خانے میں بھی بیٹھنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیے۔ جس جگہ ذاتِ حق تعالیٰ نظر نہ آئے وہاں سجدہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہو وہاں کلمہ ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔

160 ل

لا یحتاج جنہاں نوں ہویا، فقر تنہاں نوں سارا ھُو
نظر جنہاں دِی کیمیا ہووے، اوہ کیوں مارن پارا ھُو
دوست جنہاں دا حاضر ہووے، دشمن لین نہ وَارا ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں مِلیا نبیؐ سوہارا ھُو

لغت

لا یحتاج	جس کی کوئی حاجت نہ ہو۔ اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ (حدیث) (فقر نہ اپنے ربّ اور نہ ہی اس کے غیر کا محتاج ہوتا ہے)	جنہاں نوں	جن کو
ہویا	ہوا	تنہاں نوں	اُن کو
سارا	مکمل فقر	کیمیا	سونا بنانے کا علم۔ یعنی خام کو خاص بنانے کا عمل
اوہ	وہ	پارہ	کیمیا گر پارہ کو مار کر سونا بنانے کا عمل کرتے ہیں
جنہاں دا	جن کا	لین	لیں
وَارا	وار کرنے کا موقعہ۔ باری	سوہارا	سوہنا۔ اعلیٰ وارفع

اس بیت میں حضرت سخی سلطان باھُوؒ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن پر فقر کی تکمیل ہوگئی وہ لا یحتاج ہوگئے۔ کیمیا گر تو پارہ کا کشتہ مار کر سونا بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں لیکن ان فقرا کی نظر ہی کیمیا اثر ہو چکی ہے۔ وہ اس نظر سے سونا بنانے کا نہیں بلکہ خام انسانوں کو کامل بنانے کا کام لیتے ہیں اور ہر پل اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ ان کے دشمن ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے اور ناکام رہتے ہیں۔ یہ ہماری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی کی سعادت نصیب ہوئی اور ہم اُن کے اُمتی ہیں۔

161 ل

لِکھݨ سکھیوئی تے لکھ ناں جاتا، کیوں کاغذ کیتوئی زایا ھُو
قَط قلم نوں مار ناں جانیں، تے کاتب نام دھرایا ھُو
سبھ صلاح تیری ہوسی کھوٹی، جاں کاتب دے ہتھ آیا ھُو
صحی صلاح تنہاں دِی باھُوؒ، جنہاں الف تے میم پکایا ھُو

لغت

لِکھݨ	لکھنا	سکھیوئی	سیکھ لیا۔سیکھا
لِکھ ناں جاتا	لکھنا نہ سمجھا	کیتوئی	تو نے کیا
زایا	ضائع	قط	قلم کا کٹ لگانا
ناں جانیں	جانتا نہیں۔علم نہیں رکھتا	کاتب	لکھنے والا۔کتابت کرنے والا۔
نام دھرایا	نام رکھوایا	سبھ	تمام۔سب
صلاح	تدبیر۔ارادہ	ہوسی	ہوگی۔ہوجائے گی
کھوٹی	ناکام	جاں	جب
دے	کے	ہتھ	ہاتھ
صحی	صحیح۔درست	تنہاں	اُن کی
جنہاں	جنہوں نے	الف	اسمِ اللہ ذات
میم	اسمِ محمدؐ		

اے طالبِ خام! تُو نے لکھنا سیکھ لیا لیکن حقیقت نہ لکھ سکا اور صرف کاغذ ہی ضائع کیے کیونکہ تو نے علمِ حقیقی تو حاصل ہی نہیں کیا تھا۔تُو تو قلم کو درست طریقہ سے کاٹنا بھی نہیں جانتا لیکن تو نے اپنا نام کاتب رکھوالیا ہے یعنی تو دین کی حقیقت سے تو واقف نہیں پھر بھی دین کی کتب لکھ رہا ہے۔جب تیرا نامۂ اعمال کاتبِ تقدیر کے ہاتھ میں آئے گا تو ساری تدابیر دھری کی دھری رہ جائیں گی اور پتہ چلے گا کہ تو ساری زندگی ضائع کر چکا ہے۔دین کے متعلق صحیح بات تو ان کی ہے جو اسمِ اللہ اور اسمِ محمدؐ کی کنہ اور حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔

162 ل

لَہٗ ھُو غیری دھندے، ہِک پَل مول نہ رہندے ھُو
عشق نے پٹے رُکھ جڑھاں تھیں، اِک دَم ہول نہ سہندے ھُو
جیہڑے پتھر وانگ پہاڑاں آہے، اوہ لُون وانگوں گل وَہندے ھُو
عشق سوکھالا جے ہوندا باھُوؒ، سبھ عاشق ہی بن بہندے ھُو

لغت

لَہٗ ھُو	ذکرِ لَہٗ اور ھُو	دھندے	کام کاج
ہِک پَل	ایک لمحہ۔ ایک گھڑی	مول	ہرگز
رہندے	رہتے ہیں	پٹے	اکھاڑے
رُکھ	درخت	جڑھاں تھیں	جڑوں سے
ہول	خوف۔ اندیشہ	سہندے	برداشت کرتے
جیہڑے	جو	وانگ	طرح
پہاڑاں	پہاڑوں	آہے	ہیں۔ تھے
اوہ	وہ	لُون وانگوں	نمک کی طرح
گل	نرم ہو کر، گل کر	وَہندے	بہتے ہیں
سوکھالا	آسان	جے ہوندا	اگر ہوتا
سبھ	تمام	بہندے	بیٹھتے ہیں

جب عشق کی تپش سے دیدارِ حق تعالیٰ حاصل ہو جاتا ہے تو ذکرِ لَہٗ ھُو کی بھی احتیاج نہیں رہتی یعنی طالبِ مولیٰ محوِ دیدار ہو جاتا ہے اور یہاں ذکر فکر ختم ہو جاتا ہے۔ عشق تو ایسی آندھی ہے جس نے دِلوں سے مضبوط ارادوں اور دوسرے عقائد کے تناور درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور اپنا بسیرا کر لیا۔ عشق سے پہاڑوں کے سنگین پتھروں جیسے مرد بھی نمک کی طرح پگھل جاتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر عشقِ حقیقی اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر کوئی عاشق بن کر بیٹھ جاتا۔

163 ل

لوک قبر دا کرسن چارہ، لحد بناون ڈیرا ھُو

چُٹکی بھر مٹی دِی پاسن، کرسن ڈھیر اُچیرا ھُو

دے درود گھراں نوں وَنجن، کوکن شیرا شیرا ھُو

بے پرواہ درگاہ ربّ دِی باھُوؒ، نہیں فضلاں باجھ نبیڑا ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
لوک	لوگ	دا	کا
کرسن	کریں گے	چارہ	کوشش
لحد	قبر۔گور	چُٹکی	معمولی مقدار۔چٹکی بھر
پاسن	پائیں گے۔ڈالیں گے	اُچیرا	اونچا
دے درود	دعا دے کر۔درود پڑھ کر	گھراں نوں	گھروں کو
وَنجن	جاتے ہیں	کوکن شیرا شیرا	کوکتے ہیں۔نالہ و فریاد کرتے ہیں۔کوکن شیرا شیرا سے مراد نام لے کر اور خوبیاں بیان کر کے بین کرتے ہیں۔
بے پرواہ	بے نیاز	درگاہ	بارگاہ
فضلاں	فضل و کرم	باجھ	بغیر
نبیڑا	نجات۔چھٹکارا۔یہاں مراد بخشش ہے		

تیرے مرنے کے بعد لوگ تیری قبر بنا کر تجھے لحد میں اتاریں گے اور اس پر مٹی ڈال کر اونچا سا ڈھیر بنا دیں گے۔ پھر درود و فاتحہ پڑھنے کے بعد گھروں کو چلے جائیں گے اور کچھ عرصہ رو دھو کر تجھے یاد کریں گے۔ یاد رکھ! اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور بے نیاز ہے، اس کی بارگاہ میں اس کے فضل و کرم اور توفیق کے بغیر کوئی سرخرو نہیں ہو سکتا۔

164 ل

لوہا ہوویں پیا کٹیویں، تاں تلوار سڈیویں ھُو
کنگھی وانگوں پیا چریویں، تاں زُلف محبوب بھریویں ھُو
مہندی وانگوں پیا گھُوٹیویں، تاں تلی محبوب رنگیویں ھُو
وانگ کپاہ پیا پنجیویں، تاں دستار سڈیویں ھُو
عاشق صادِق ہوویں باھُوؒ، تاں رس پریم دِی پیویں ھُو

لغت

لوہاہوویں	لوہاہو	پیاکٹیویں	کوٹا جائیں
تاں	تب	سڈیویں	کہلائے
وانگوں	مانند۔طرح	پیاچریویں	چیرا جاتا رہے
بھریویں	بھرا جائے۔سیر ہو	گھوٹیویں	رگڑا جائے
تلی	ہاتھ اور پاؤں کی ہتھیلی	رنگیویں	رنگا جائے
وانگ	طرح	کپاہ	کپاس
پیاپنجیویں	پنجتا رہے	رَس پریم دِی	محبت کا رس
پیویں	پیئے۔پیو گے		

اس بیت میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ راہِ عشق میں پیش آنے والے امتحانات اور آزمائشوں کا ذکر مثالوں اور تشبیہات کے ذریعے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لوہے کو گرم کر کے کوٹا جاتا ہے تو تلوار بنتی ہے، جب لکڑی اپنا سینہ چِروا کر کنگھی بنتی ہے تب محبوب کی زلف کو چھونے کی سعادت حاصل کرتی ہے، مہندی پتھر پر پسنے کے بعد ہی محبوب کی ہتھیلیوں کی زینت بنتی ہے اور کپاس پنجہ مشین میں سے گزر کر دستار بنتی اور محبوب کے سر پر سجتی ہے۔ اے طالب! اگر تو عاشق صادق ہے اور وصالِ حق تعالیٰ چاہتا ہے تو جان لے کہ مشکلات، آزمائشوں اور مصائب کا سامنا کرنے کے بعد ہی وصالِ الٰہی نصیب ہوگا۔

165 م

مُوتُوْا والی موت نہ ملی، جیں وِچ عشق حیاتی ھُو
موت وصال تھیسی ہِک، جدوں اِسم پڑھیسی ذاتی ھُو
عین دے وِچوں عین جو تھیوے، دُور ہووے قرباتی ھُو
ھُو دا ذِکر ہمیش سڑیندا باھُوؒ، دِینہاں سُکھ نہ راتی ھُو

لغت

مُوتُوْا والی موت	مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ترجمہ: ''مرنے سے پہلے مرجاؤ'' (حدیث)	جیں وِچ	جس میں
تھیسی	ہوجائے گی	ہِک	ایک
جدوں	جب۔ جس وقت	اِسم پڑھیسی ذاتی	جب اسمِ اللہ ذات کا ذکر ہوگا
عین	ہو بہو۔ بالکل ویسا۔ یہاں اسمِ اللہ ذات مراد ہے آپؒ کا فرمان ہے کہ اسمِ اللہ ذات عین ذات پاک ہے۔ (عین الفقر)	دے وِچوں	میں سے
عین جو تھیوے	ہو بہو۔ بالکل ویسا ہو جائے۔ یعنی اسمِ ذات میں فنا ہو کر ذات ہو جائے یہاں مقامِ بقاباللہ مراد ہے	دور ہووے	دور ہو جائے
قرباتی	قرب	ھُو دا ذِکر	سلطان الاذکار اسم ھُو کا ذکر
ہمیش	ہمیشہ	سڑیندا	جلاتا ہے۔ بے چین
دینہاں	دِن کو	سُکھ	آرام اور سکون
راتی	رات کو		

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے مراد ظاہری طور پر مرجانا نہیں ہے بلکہ جب مرشد طالب کے اندر عشق کا چراغ روشن کرتا ہے تو طالب اپنی زندگی،

جان، مال ومتاع، اولاد حتیٰ کہ اپنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنی منشا، مرضی، ارادہ اور زندگی کو مرشد کی رضا کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ مقام اسمِ اللہ ذات کے تصور اور سلطان الاذکار ھُو کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بیت میں حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجھے اس وقت تک معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تجھے عشقِ ذات حاصل نہ ہو اور تیرے وجود کی رگ رگ میں اسمِ اللہ ذات جاری نہ ہو جائے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو طالب اسمِ اللہ ذات میں فنا ہو کر عین تجلیاتِ ذات بن جاتا ہے۔ یہ مقام ذکرِ ھُو سے حاصل ہوتا ہے اور ھُو کا ذکر ایسا ہے جو عاشقِ حقیقی کو دِن رات بے چین رکھتا ہے اور اس کی یہ بے چینی اور بے سکونی محبوبِ حقیقی کے لیے ہوتی ہے۔

166 م

مرشد وانگ سنارے ہووے، جیہڑا گھت کُٹھالی گالے ھُو
پا کُٹھالی باہر کڈھے، بُندے گھڑے یا وَالے ھُو
کنّیں خُوباں دے تدوں سُہاون، جدوں کھٹے پا اُجالے ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، جیہڑا دَم دَم دوست سنبھالے ھُو

لغت

وانگ	کی مثل۔ کی طرح	سنارے	زرگر۔ سنار
ہووے	ہو۔ ہونا چاہیے	جیہڑا	جو
گھت	ڈال کر	کُٹھالی	وہ برتن جس میں زرگر سونا ڈال کر پگھلاتے ہیں تاکہ اُسے نئی شکل دی جاسکے۔
گالے	پگھلا دے	پا	ڈال کر
باہر کڈھے	باہر نکالے	بُندے	کان میں پہننے والا زیور
گھڑے	بنائے	وَالے	بالے۔ بالیاں، کان کا زیور
کنّیں	کان	خُوباں	محبوب۔ حُسین
تدوں	تب	سُہاون	زیب دیں۔ سجیں
جدوں	جب	کھٹے	زیور کو مصالحہ میں ڈال کر چمکدار بنانا
اُجالے	جِلا بخشنا، خوبصورت بنانا، چمکانا	تنہاں دا	اُن کا
دَم دَم	ہر لمحہ۔ ہر گھڑی	دوست	یار۔ مراد محبوبِ حقیقی
سنبھالے	یاد رکھے		

جس طرح زرگر سونے کو کٹھالی میں ڈال کر پگھلا کر اسے مائع کی شکل دیتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کا زیور تیار کرتا ہے مرشدِ کامل بھی ایسا ہونا

چاہیے کہ طالبِ مولیٰ کو عشق کی بھٹی میں ڈالے اور اسمِ اللہ ذات کی حرارت سے اس کے وجود کے اندر سے غیر اللہ نکال باہر کرے یعنی اس کی پہلی عادات و خواہشات کو ختم کر دے اور پھر اپنی مرضی اور منشا کے مطابق اس کی تربیت کرے۔ فقیرِ کامل تو وہ ہوتا ہے جو ہر دم اپنے محبوب کو یاد رکھتا ہے اور اس کے دیدار میں غرق رہتا ہے۔

167 م

مرشد مینوں حج مکّے دا، رحمت دا دروازہ ھُو
کراں طواف دوالے قبلے، نِت ہووے حج تازہ ھُو
کُن فیکون جدوکا سُنیا، ڈِٹھا مُرشد دا دروازہ ھُو
مُرشد سدا حیاتی والا باھُوؒ، اوہو خضر تے خواجہ ھُو

لغت

کراں	کروں	دوالے	اردگرد۔ چاروں طرف
نِت	ہمیشہ۔ ہروقت	ہووے	ہو
جدوکا	جب سے	سُنیا	سنا
ڈِٹھا	دیکھا	اوہو	وہی
تے	اور		

اس بیت میں آپؒ نے مرشد کے دیدار کو حج کا درجہ دیا ہے اور اُسے بابِ رحمتِ الٰہی بتایا ہے۔ آپؒ مرشد سے ملاقات کو طواف کا درجہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کی صحبت میرے لیے مکہ شریف کا حج ہے، وہی رحمتِ الٰہی کا دروازہ ہے اور میں ہر لحہ اس کے گرد طواف کر کے حج میں مصروف رہتا ہوں۔ جب سے کُنْ فَیَکُوْن سنا ہے ہمیں اپنے مرشد کی پہچان نصیب ہوگئی ہے۔ مرشد کامل اکمل تو حیاتِ جاودانی رکھنے والا خضر ہے اور وہی ہمارا رہبر و راہنما ہے۔

168 (م)

مُرشد کامل اوہ سَہیڑیئے، جیہڑا دو جگ خوشی وِکھاوے ھُو
پہلے غم ٹکڑے دا میٹے، وَت ربّ دا راہ سمجھاوے ھُو
اِس گلّر والی کندھی نوں، چا چاندی خاص بناوے ھُو
جس مرشد اِیتھے کُجھ نہ کیتا باھُوؒ، اوہ کوڑے لارے لاوے ھُو

لغت

اوہ	وہ	سَہیڑیئے	پکڑیئے (اس مرشد کامل کی بیعت کریں)
جیہڑا	جو	دو جگ	دونوں جہان
وِکھاوے	دکھائے	میٹے	مٹادے
وَت	پھر	گلّر	شور
کندھی	دیوار	اِیتھے	یہاں
کُجھ	کچھ	کیتا	کیا
کوڑے	جھوٹے	لارے	وعدے۔تسلّی۔دلاسے

مرشد کامل ایسا ہونا چاہیے جو دونوں جہانوں میں نجات دہندہ ہو اور طالب کو پہلے رزق کے غم سے نجات دلا کر رازق کی طرف متوجہ کرے اور پھر اس کے شورزدہ یعنی خام وجود کو اسمِ اللہ ذات سے خالص چاندی بنا دے یعنی اس کی کایا پلٹ دے اور معرفتِ الٰہی عطا کر دے۔ جس مرشد نے اِس جہان میں کچھ نہ کیا اور طالبِ مولیٰ کو معرفتِ الٰہی کی راہ پر گامزن نہ کیا وہ کذاب، جھوٹا، بہروپیا اور ناقص ہے۔

169 (م)

مرشد میرا شہباز اِلٰہی، وَنج رَلیا سنگ حبیباں ھُو
تقدیر اِلٰہی چھکیاں ڈوراں، کداں مِلسی نال نصیباں ھُو
کوہڑیاں دے دُکھ دُور کریندا، کرے شفا مریضاں ھُو
ہر ہِک مرض دا دارو توہیں باھُوؒ، کیوں گھتنائیں وَس طبیباں ھُو

لغت

وَنج	جا	رَلیا	ملیا
سنگ	ساتھ	چھکیاں	کھینچیں
کداں	کبھی	ملسی	ملے گا
نال	ساتھ	نصیباں	نصیب۔نصیبوں
کوہڑیاں	جذام کے مریض	کریندا	کرتا ہے
ہر ہِک	ہر ایک	دارو	دوا
گھتنائیں	حوالے کرتے ہو۔ڈالتے ہو	وَس	بس
طبیباں	طبیب کی جمع۔معالج۔ڈاکٹر		

میرا مرشد معرفتِ الٰہی کا شہباز ہے اور محبوبِ خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ کے دوسرے محبوبوں سے جاملا ہے۔ یہ تو تقدیرِ الٰہی ہے کہ میری اُس سے ظاہری جدائی ہوگئی ہے، اب نصیب سے ہی اس سے ملاقات ہوگی۔ میرا مرشد اپنی نگاہِ رحمت سے جذام کے مریضوں کو شفا دے رہا ہے یعنی زنگ آلود قلوب کو نورِ معرفت سے منور کر رہا ہے۔ اے باھُوؒ! تمام ظاہری اور باطنی امراض کی دوا اور علاج تیرے پاس ہے پھر کیوں ہمیں دوسروں کے حوالے کر رہا ہے۔

170 (م)

مرشد مکہ تے طالب حاجی، کعبہ عشق بنایا ھُو
وِچ حضور سدا ہر ویلے، کریئے حج سوایا ھُو
ہِک دَم میتھوں جدا نہ ہووے، دِل مِلنے تے آیا ھُو
مرشد عین حیاتی باھُوؒ، میرے لُوں لُوں وِچ سمایا ھُو

لغت

سدا	ہمیشہ	ہر ویلے	ہر وقت
کریئے	کریں	سوایا	زیادہ۔ پہلے سے زیادہ۔ بار بار
ہِک دَم	ایک لمحہ	میتھوں	مجھ سے
جدا نہ ہووے	جدا نہیں ہوتا	عین	اصل۔ جوہر
لُوں لُوں	جسم کے ذرّہ ذرّہ میں	وِچ	میں

مرشد مکہ، عشق کعبہ اور طالبِ مولیٰ حاجی ہے۔ ایسا طالبِ مولیٰ ہر لمحہ حضوری میں رہتا ہے اور کعبۂ عشق کا طواف کرتا رہتا ہے، یہی اس کا حج ہے۔ میرا مرشد ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتا اور اب تو دِل مکمل وصال چاہتا ہے۔ مرشد روح کی طرح میرے لُوں لُوں میں سمایا ہوا ہے۔

171 م

مرشد وَسّے سے کوہاں تے، مینوں دِسّے نیڑے ھُو
کی ہویا بُت اوہلے ہویا، پر اوہ وَسّے وِچ میرے ھُو
جنہاں الف دِی ذات صحی کیتی، اوہ رکھدے قدم اگیرے ھُو
نَحۡنُ اَقۡرَبُ لبھ لیوسے باھُوؒ، جھگڑے کُل نبیڑے ھُو

لغت

وَسّے	رہتا ہے	تے	پر
سے کوہاں	سوکوس۔ سومیل	دِسّے	دکھائی دیتا ہے
نیڑے	نزدیک	کی ہویا	کیا ہوا
بُت	مرشد کامل کا بشری وجود	اوہلے	اوجھل
پر	لیکن	اوہ	وہ
وِچ	مجھ میں	جنہاں	جنہوں نے
الف دِی ذات	اسمِ اللہ ذات	صحی	صحیح۔ درست
کیتی	کی	رکھدے	رکھتے ہیں
اگیرے	اور آگے	نَحۡنُ اَقۡرَبُ	نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں)
لبھ لیوسے	ہم نے تلاش کرلیا۔ ہم نے پالیا		
کُل	تمام	نبیڑے	نپٹا دیئے۔ مکمل کر دیئے

میرا مرشد ظاہری طور پر سینکڑوں میل دور رہتا ہے تو کیا ہوا؟ مجھے تو وہ اپنے نزدیک دکھائی دیتا ہے کیونکہ اُس کا بسیرا تو میرے من میں ہے اگرچہ جسمانی طور پر وہ مجھ سے دور ہے۔ جنہوں نے اسمِ اللہ ذات کی کنہ اور حقیقت کو پالیا وہ راہِ عشق میں مردانہ وار آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور جنہوں نے نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں) کا راز پالیا وہ اللہ پاک کی ذات کو پہچان کر دوسرے تمام جھمیلوں سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔

172 م

مرشد ہادی سبق پڑھایا، بن پڑھیوں پیا پڑھیوے ھُو
اُنگلیاں وچ کنّاں دے دِتیاں، بن سُنیوں پیا سنیوے ھُو
نین نیناں وَلّوں ٹُرٹُر تکدے ،بن ڈِٹھیوں پیا دِسیوے ھُو
باھُوؒ ہر خانے وِچ جانی وَسدا، گن سِر اوہ رکھیوے ھُو

لغت

بن پڑھیوں	بغیر پڑھے	پڑھیوے	پڑھا جاتا ہے
کنّاں	کان	وچ	میں
دے دتیاں	دے دیں	بِن سُنیوں	بغیر سنے
سنیوے	سنائی دیتا ہے	نین	آنکھیں
نیناں وَلّوں	آنکھوں کی جانب	وَلّوں	جانب
ٹُرٹُر	متواتر۔ مسلسل۔ لگاتار	تکدے	دیکھتے ہیں
بن ڈِٹھیوں	بغیر دیکھے	دِسیوے	دکھائی دیتا ہے
ہر خانے وِچ	ظاہر و باطن میں ہر جگہ	جانی	محبوب۔ ذاتِ حق تعالیٰ
وَسدا	رہتا ہے	گن سِر	کان اور سر
اوہ	وہ	رکھیوے	رکھتا ہے

مرشد ہادی نے اسمِ اللہ ذات کا ایسا سبق پڑھایا ہے کہ میرا دِل ہر لمحہ اسے پڑھ رہا ہے۔ کانوں میں انگلیاں دے دوں تب بھی یہ ذِکر مجھے سنائی دیتا ہے اور اب تو حالت یہ ہے کہ آنکھیں متواتر دیدارِ محبوب میں محو رہتی ہیں۔ اگر ظاہری آنکھیں بند بھی کرلوں تو بھی محبوبِ حقیقی دکھائی دیتا ہے۔ اب تو محبوب جسم کے لوں لوں، کان اور سر یعنی پورے وجود میں جلوہ گر ہے۔

173 م

مرشد باجھوں فقر کماوے، وِچ کفر دے بُڈے ھُو
شیخ مشائخ ہو بہندے حجرے، غوث قطب بن اُڈے ھُو
تسبیحاں نَپ بَہن مسیتی، جویں مُوش بہندا وَڑ کُھڈے ھُو
رات اندھاری مشکل پینڈا باھُوؒ، سَے سَے آون ٹھڈے ھُو

لغت

مرشد باجھوں	مرشد کے بغیر	فقر کماوے	راہِ فقر پر چلے
وِچ کفر دے	کفر میں۔کفر کی مکمل حالت	بُڈے	ڈوب جائے۔غرق ہو جائے
بہندے	بیٹھتے ہیں	اُڈے	اُڑتے ہیں
تسبیحاں	تسبیح کی جمع	نَپ	پکڑ کر
بَہن	بیٹھ جانا	مسیتی	مسجد
جویں	جس طرح	مُوش	چوہا
بہندا	بیٹھتا ہے	وَڑ	داخل ہو کر
کُھڈے	بل	اندھاری	اندھیری
پینڈا	فاصلہ	سَے سَے	سینکڑوں
آون	آئیں	ٹھڈے	ٹھوکریں

مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر انسان نہ صرف وصالِ حق سے محروم رہتا ہے بلکہ بعض اوقات کفر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسے اپنی عقلی جدوجہد سے خدا کا وصال نصیب نہیں ہوتا تب وہ سمجھ لیتا ہے کہ اسکا وجود ہی نہیں ہے۔ یوں وہ کفر کے اندھیروں میں گم ہو جاتا ہے یا اَنا پرستی اور خود پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔کوئی رجوعاتِ خَلق کا شکار ہو کر کسی حجرے میں نام نہاد پیر بن کر بیٹھ جاتا ہے اور غوث وقطب کہلانے لگتا ہے۔کوئی تسبیح پکڑ کر مسجد یا حجرے میں یوں جا بیٹھتا ہے جس طرح کوئی چوہا بل میں دبک کر بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح اپنی عبادت و ریاضت کا ڈھونگ رچاتا ہے۔مرشدِ کامل کے بغیر لاعلمی کی تاریکی میں رہتے ہوئے اس دشوار گزار راستے میں ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔

174 م

مال تے جان سب خرچ کراہاں، کریئے خرید فقیری ھُو
فقر کنوں ربّ حاصل ہووے، کیوں کریئے دلگیری ھُو
دُنیا کارن دِین ونجاون، کوڑی شیخی پیری ھُو
ترک دنیا تھیں قادری کیتی باھُوؒ، شاہ میرانؒ دِی میری ھُو

لغت

تے	اور	کراہاں	کر کے
کریئے	کریں	کنوں	سے
کارن	کے لیے	ونجاون	ضائع کرتے ہیں۔خراب کرتے ہیں
کوڑی	جھوٹی	شیخی	پیری۔ بزرگی۔شیخ سے ہے
قادری	سلسلہ قادری	شاہ میرانؒ	سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ

فقیری جان اور مال کے بدلے خریدنا پڑتی ہے۔اس لیے فقیری حاصل کرنے کی خاطر اپنا مال اور جان سب داؤ پر لگا دینا چاہیے اور چونکہ فقر سے اللہ تعالیٰ کی ذات حاصل ہوتی ہے اس لیے جان و مال جانے کا غم بھی نہیں کرنا چاہیے۔ایسے کذاب اور شیخی خور ناقص مرشد بھی موجود ہیں جو مال ومتاع کے حصول کے لئے لوگوں کو گمراہ کر کے دین ودنیا دونوں ضائع کر رہے ہیں۔ترکِ دنیا تو اصل میں قادری کرتے ہیں کیونکہ سیّدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ سلطنتِ فقر کے شہنشاہ ہیں۔

175 م

میں کوجھی میرا دِلبر سوہنا، میں کیونکر اُس نوں بھانواں ھُو
ویہڑے اساڈے وَڑدا ناہیں، پئی لکھ وسیلے پانواں ھُو
نہ میں سوہنی نہ دَولت پَلّے، میں کیونکر یار منانواں ھُو
ایہہ دُکھ ہمیشاں رَہسی باھُوؒ، روندی نہ مر جانواں ھُو

لغت

کوجھی	بدصورت	دِلبر	مرشد۔محبوب
سوہنا	خوبصورت	بھانواں	پسند آؤں
ویہڑے	آنگن۔صحن	اساڈے	ہمارے
وَڑداناہیں	داخل نہیں ہوتا	پئی	پڑی
لکھ	لاکھ	وسیلے پانواں	وسیلے دیتی ہوں۔وسیلے پاتی ہوں
سوہنی	خوبصورت۔حسین	پَلّے	دامن میں یا پاس
منانواں	مناؤں	ایہہ	یہ
رَہسی	رہے گا	روندی	روتی ہوئی

اعمال کے لحاظ سے میں سیاہ کار اور گناہ گار ہوں اور میرے پاس ایمان، نیک اعمال، اخلاص اور عشق کی دولت بھی نہیں ہے بلکہ میرے دِل میں تو خواہشاتِ نفس اور دنیا کا بسیرا ہے۔ میرا مرشد جو کہ کامل، اکمل، اعلیٰ، ارفع اور حسین ہے میں اُسے کیسے پسند آؤں! میں لاکھوں واسطے دیتا ہوں لیکن وہ دِل کے آنگن میں آتا ہی نہیں ہے۔ نہ تو میں خوبصورت ہوں اور نہ ہی میرے پاس دولت ہے پھر میں اپنے محبوب کو کیسے مناؤں؟ اپنے محبوب کو راضی نہ کر سکنے کا دکھ ہمیشہ رہے گا اور اسی غم میں روتے روتے کہیں مر نہ جاؤں۔

176 م

مذہباں دے دروازے اُچے، راہ رَباناں موری ھُو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں، چھُپ چھُپ لنگھیئے چوری ھُو
اَڈیاں مارن کرن بکھیڑے، درد منداں دے کھوری ھُو
باھُوؒ چل اُتھائیں وَسِّیے، جتھے دعویٰ ناں کس ہوری ھُو

لغت

مذہباں	مذہب یعنی چاروں فقہ۔ حنبلی، مالکی، حنفی، شافعی	اُچے	اونچے
راہ رَباناں	راہِ حق تعالیٰ	موری	بڑے دروازہ کے اندر دریچہ یا کھڑکی نما چھوٹا سا دروازہ
پنڈتاں تے ملوانیاں	پنڈت اور مُلّا۔ مراد مذہبی رہنما	کولوں	سے
لنگھیئے	گزرنا	اَڈیاں	ایڑیاں
مارن	ماریں۔ رگڑیں	کرن بکھیڑے	مذاق اڑاتے ہیں۔ تاویلات سے تنگ کرتے ہیں
درد منداں	درد مند کی جمع۔ درد مند عاشق کو کہتے ہیں	کھوری	بغض رکھنے والا
اُتھائیں	وہیں	وَسِّیے	بسیں۔ چل کر رہیں
جتھے	جہاں	ناں	نہ
کس ہوری	کسی اور کو		

یہاں مذہب سے چاروں فقہ اور ظاہری علوم مراد ہیں۔ مذہب کے دروازے معروف ہیں اور عوام کے لئے ہیں جبکہ راہِ فقر تو ایک چھوٹے سے دریچہ کی مثل ہے جو خواص کے لئے مخصوص ہے۔ اس دریچہ سے بھی مذہب کے علمبرداروں سے بچ بچ کر اور چھپ چھپ کر گزرنا چاہیے جو علم کے تکبر کی وجہ سے خود حجاب میں ہیں اور راہِ فقر کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ یہ لوگ راہِ عشق کے مسافروں کا مذاق اُڑاتے ہیں، ان پر فتوے لگاتے ہیں اور اُن سے حسد اور بغض رکھتے ہیں۔ آخر میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے باھُوؒ! وہاں چل کر بسیرا کرتے ہیں جہاں ایسے لوگوں کا گزر تک نہ ہو۔

177 م

میں شہباز کراں پروازاں، وِچ دریائے کرم دے ھُو
زبان تاں میری کُن برابر، موڑاں کم قلم دے ھُو
افلاطون ارسطو وَرگے، میرے اَگے کس کَم دے ھُو
حاتم جیہے کئی لکھ کروڑاں، در باھُوؒ دے منگدے ھُو

لغت

کراں	کروں	پروازاں	پروازیں		
زبان تاں میری	میری زبان تو	کُن	ہوجائے۔زبانِ قدرت		
موڑاں	موڑدوں	کَم	کام		
قلم	تقدیرِ الٰہی کی قلم	وَرگے	جیسے		
اَگے	آگے	کِس کَم دے	کس کام کے		
جیہے	جیسے	منگدے	بھکاری۔مانگنے والے		

آپؒ انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہیں اور عارفین کے سلطان ہیں۔اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں شہبازِ معرفت ہوں اور سمندرِ رحمتِ باری تعالیٰ میرے اندر موجزن ہے۔انسانِ کامل کے مرتبہ پر پہنچ کر مجھے زبانِ کُن (زبانِ قدرت) حاصل ہوگئی ہے اور میں لوحِ محفوظ پر رقم شدہ نوشتہ رتقدیر تبدیل کرسکتا ہوں۔میرے علم کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے علم کی کوئی حیثیت نہیں اور حاتم طائی جیسے کروڑوں سخی تو خود میرے در پر بھکاری بن کر کھڑے رہتے ہیں۔ایک فارسی بیت میں آپؒ اپنے اس مرتبہ کے متعلق فرماتے ہیں:

جائے کہ مَن رسیدم اِمکاں نہ ہیچ کس را شہبازِ لامکانم آنجا کجا مگس را
لوح و قلم و کرسی کونین راہ نہ یابد افرشتہ ہم نہ گنجد آنجا نہ جا ہوس را (کلیدالتوحیدکلاں)

ترجمہ: جہاں تک میں پہنچ گیا ہوں وہاں تک کسی اور کے پہنچنے کا امکان نہیں ہے۔میں لامکان میں پرواز کرنے والا شہباز ہوں، وہاں مکھیوں (طالبانِ دنیا و عقبیٰ) کے لیے جگہ نہیں ہے۔وہاں تو لوح، قلم اور کرسی غرضیکہ کونین (دونوں جہان) بھی راہ نہیں پاتے۔وہاں نہ فرشتے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہوس کے لیے کوئی جگہ۔

178 ن

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے، کُل نوں لاج نہ لائیے ھُو
تُمّے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑ مکّے لے جائیے ھُو
کانواں دے بچے ہنس ناں تھیندے ،توڑے موتی چوگ چگائیے ھُو
کوڑے کھوہ ناں مِٹھے ہوندے باھُوؒ ،توڑے سَے مناں کھنڈ پائیے ھُو

لغت

نال	ساتھ	کوسنگی	بے وفا۔کم ظرف۔کمینہ
سنگ	ساتھ	کُل	تمام
لاج نہ لائیے	بدنام نہ کریں	تُمّے	ایک کڑوا پھل
مول	کبھی بھی	ہوندے	ہوتے
توڑے	چاہے۔خواہ	توڑ	تک
مکّے	مکہ مکرمہ	کانواں دے بچے	کووّں کے بچے
ہنس	ایک خوبصورت اور قیمتی پرندہ	ناں تھیندے	نہیں بن سکتے
چوگ	دانہ	چگائیے	کھلائیے
کوڑے	کڑوے	کھوہ	کنویں
مِٹھے	میٹھے	سَے مناں	سینکڑوں من
کھنڈ	چینی	پائیے	ڈالیں

طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ راہِ فقر میں کسی بے وفا، کم ظرف، کمینے اور منافق آدمی کو اپنا ساتھی یا رفیق نہ بنائے کیونکہ ازلی فطرت کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتی۔ پھر آپؒ مثالیں دے کر اس بات کو سمجھاتے ہیں کہ تمّہ (ایک کڑوا پھل) کبھی تربوز نہیں بن سکتا خواہ اسے مکہ مکرمہ ہی لے جائیں اور کووّں کے بچے کبھی بھی ہنس نہیں بن سکتے خواہ انہیں اصلی وقیمتی موتی ہی کیوں نہ کھلائے جائیں۔ جن کنووّں کا پانی کڑوا ہوتا ہے اُن میں اگر منوں کے حساب سے چینی ڈالی جائے تو بھی میٹھے نہیں ہو سکتے۔

179 ن

نہیں فقیری جھلیاں مارن، سُتیاں لوک جگاون ھُو
نہیں فقیری وہندیاں ندیاں، سُکیاں پار لنگھاون ھُو
نہیں فقیری وِچ ہوا دے، مصلّےؔ پا ٹھیراون ھُو
نام فقیر تنہاں دا باھُوؒ، جیہڑے دِل وِچ دوست ٹکاون ھُو

لغت

جھلیاں	ایک رقص، جسے بعض درویش اونچی آواز کے ساتھ کرتے ہیں	سُتیاں	سوئے ہوئے
لوک	لوگ	جگاون	جگانا۔ جگاتے ہیں
وہندیاں	بہتی ہوئی	ندیاں	ندی کی جمع
سُکیاں	خشک	پار لنگھاون	پار گزارنا۔ پار اتارنا
وچ ہوا دے	ہوا میں	مصلّے	مصلّٰی کی جمع۔ جائے نماز
ٹھیراون	ٹھہرانا	تنہاں دا	اُن کا
دِل وِچ	دِل میں	دوست	یار۔ حق تعالیٰ
ٹکاون	ٹھہراتے ہیں۔ بساتے ہیں		

فقیری یہ نہیں کہ اپنے آپ کو درویش ظاہر کرنے کے لئے گلیوں اور بازاروں میں رقص کیا جائے، نہ ہی کسی کو خشک کپڑوں اور بدن کے ساتھ بہتی ندی کے پار لگا دینا فقیری ہے اور نہ ہی ہوا میں مصلّٰی ٹھہرا کر نماز ادا کرنا فقیری ہے۔ درحقیقت اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پنہاں محبوبِ حقیقی کو پا کر اس کو دل میں بسا لیتے ہیں۔

180 ن

نال ربّ عرش معلّٰی اُتّے، نال ربّ خانے کعبے ھُو
نال ربّ علم کتابیں لبھا، نال ربّ وِچ محرابے ھُو
گنگا تیرتھیں مول نہ مِلیا، مارے پینڈے بے حسابے ھُو
جد دا مرشد پھڑیا باھُوؒ، چُھٹے کُل عذابے ھُو

لغت

نال	نہ	اُتّے	اوپر۔ پر
کتابیں	کتابوں میں	لبھا	ملا۔ پایا
وِچ محرابے	مسجد میں امام کے سجدہ کرنے کی جگہ	گنگا تیرتھیں	گنگا ہندوؤں کا مشہور مقدس دریا ہے جس کے کنارے بہت سے تیرتھ (ہندوؤں کے استھان) ہیں جن میں سے ہردوار بہت مشہور ہے۔ یہاں مراد عبادت گاہیں ہیں۔
مول	ہرگز	مِلیا	ملا
پینڈے	فاصلے۔ مسافت	بے حسابے	بے شمار۔ بے حساب
جد دا	جب سے	چُھٹے	چھوٹ گئے
کُل	تمام	عذابے	عذاب

میں نے اللہ تعالیٰ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ پاک کا ٹھکانہ نہ ہی عرشِ معلّٰی پر اور خانہ کعبہ میں ہے اور نہ ہی مساجد و محراب اور عبادت گاہوں میں ہے۔ نہ ہی کتابوں کے مطالعہ اور علم حاصل کرنے سے ربّ ملتا ہے اور نہ ہی جنگلوں میں جا کر زہد و ریاضت کرنے سے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا ٹھکانہ مرشد کامل (صاحبِ راز) کے سینے میں ہے۔ میں نے جب سے مرشد کا دامن پکڑا ہے تلاشِ حق تعالیٰ کیلئے میری ساری مشقتیں اور پریشانیاں ختم ہوگئی ہیں۔

181 ن

ناں میں عالم ناں میں فاضل، ناں مفتی ناں قاضی ھُو
ناں دِل میرا دوزخ منگے، ناں شوق بہشتیں راضی ھُو
ناں میں تریہے روزے رکھے، ناں میں پاک نمازی ھُو
باجھ وصال اللہ دے باھُوؒ، دُنیا کوڑی بازی ھُو

لغت

ناں	نہ	عالم	علم رکھنے والا
فاضل	دانا۔صاحبِ علم وفضل۔عالم	مفتی	دینی مسائل میں فتویٰ دینے والا
قاضی	عدالت میں فیصلہ کرنے والا جج	بہشتیں	بہشت۔جنت
منگے	مانگے۔طلب کرے	باجھ	بغیر
تریہے	تیس		
کوڑی	جھوٹی		

میں نہ تو عالم ہوں اور نہ ہی فاضل، نہ مفتی ہوں اور نہ ہی قاضی ہوں۔ میرا دل نہ تو دوزخ کا طلبگار ہے اور نہ ہی مجھے بہشت کا کوئی شوق اور خواہش ہے۔ نہ ہی میں نے رمضان میں تیس روزے رکھے ہیں اور نہ ہی پاک نمازی ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وصالِ الٰہی کے بغیر تمام منازل، مراتب اور مقامات جھوٹے اور بیکار ہیں۔

182 ن

ناں میں سنی ناں میں شیعہ، میرا دوہاں توں دِل سَڑیا ھُو
مُک گئے سبھ خشکی پینڈے، جدوں دریا رحمت وِچ وَڑیا ھُو
کئی مَن تارے تَر تَر ہارے، کوئی کنارے چڑھیا ھُو
صحیح سلامت چڑھ پار گئے اوہ باھُوؒ، جنہاں مُرشد دا لڑ پھڑیا ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ناں	نہ	دوہاں	دونوں
توں	سے	سڑیا	جل گیا۔سڑ گیا۔آزردہ ہونا
مُک گئے	ختم ہوگئے	سبھ	سبھی۔تمام
پینڈے	فاصلے۔سفر	جدوں	جب
وچ	میں	وڑیا	داخل ہوا
من تارے	تیراکی سے آشنا۔تیراکی جاننے والے	ترتر	تیر تیر کر
کنارے چڑھیا	کنارے لگا۔کامیاب ہوا	لڑ	دامن
پھڑیا	پکڑا		

میں نہ تو سنی ہوں اور نہ ہی شیعہ، ان کی متعصّبانہ فرقہ و مسلک پرستی اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے میرا دل ان سے جلا ہوا ہے۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب ہوا اور میں دریائے وحدت میں غوطہ زن ہوا تو معلوم ہوا کہ وہاں تو یہ سب جھگڑے ہی نہیں، تب میں نے دین کی کنہ کو پالیا۔ فرقہ پرستی سے ماوراحق کی اس منزل تک وہی پہنچتا ہے جو کسی مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

183 ن

نال اوہ ہندو نال اوہ مومن، نال سجدہ دین مسیتی ھُو
دَم دَم دے وِچ ویکھن مولیٰ، جنہاں قضا نہ کیتی ھُو
آہے دانے تے بنے دیوانے، جنہاں ذات صحی وَنج کیتی ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں عشق بازی چُن لیتی ھُو

لغت

ناں	نہ	دین	کرتے ہیں۔ دیتے ہیں۔ دیں
مسیتی	مسجد	دَم دَم	ہر لحہ۔ ہر پل
ویکھن مولیٰ	اللہ تعالیٰ کو دیکھنا۔ دیدارِ الٰہی	آہے دانے	دانا تھے۔ عقلمند تھے
جنہاں	جنہوں نے	صحی	صحیح۔ درست
وَنج	جا کر	کیتی	کی
تنہاں توں	اُن کے	لیتی	لی، اختیار کی

عاشقانِ ذات کا دین تو عشق ہوتا ہے۔ وہ نہ تو ہندو اور نہ ہی رسمی مومنوں کی طرح ہوتے ہیں اور نہ ہی خشک زاہدوں اور ظاہری عابدوں کی طرح مساجد میں سربسجود رہتے ہیں۔ عاشق تو دین کی اصل حقیقت کو جاننے والے ہوتے ہیں اور ہر دم ہر لحہ دیدارِ الٰہی میں محو رہتے ہیں۔ وہ وقتی تو بہت دور کی بات ہے دائمی نماز بھی قضا نہیں کرتے۔ جو دانا لوگ عشق کے میدان میں داخل ہوئے وہ معرفتِ الٰہی حاصل کر کے لوگوں کی نظر میں دیوانے ہو چکے ہیں۔ اے باھُوؒ! میں ان لوگوں کے قربان جاؤں جنہوں نے دنیا اور عقبیٰ کو ترک کر کے عشق کے میدان کو چن لیا ہے۔

184 (ن)

نال میں جوگی نال میں جنگم، نال میں چِلّہ کمایا ھُو
نال میں بھج مسیتیں وَڑیا، نال تسبا کھڑکایا ھُو
جو دَم غافل سو دَم کافر، مرشد ایہہ فرمایا ھُو
مرشد سوہنی کیتی باھُوؒ، پَل وِچ جا پہنچایا ھُو

لغت

ناں	نہ	جنگم	سیلانی سادھو جو کسی ایک جگہ پر مستقل رہائش اختیار نہیں کرتے۔
چلّہ	چلّہ کشی۔ چالیس روزہ ریاضت	بھج	دوڑ کر
مسیتیں	مسجد میں	وَڑیا	داخل ہوا
تسبا	بڑی تسبیح	کھڑکایا	لوگوں کو دکھانے کے لیے تسبیح کے دانے پھیرنا
جودَم	جولمحہ	ایہہ	یہ
سوہنی کیتی	بہترین کام کیا۔ احسن کام کیا	پَل وِچ	ایک پل میں۔ ایک لمحہ میں

وصالِ الٰہی کے لئے میں نہ تو جوگی جنگم بنا اور نہ ہی میں نے چلہ کشی کی ہے۔ نہ ہی میں نے مسجد میں زہد و ریاضت اختیار کی اور نہ ہی موٹے موٹے دانوں والی تسبیح پڑھتا رہا ہوں۔ ہمیں تو مرشد نے یہ سمجھا دیا ہے کہ جو بھی سانس ذکر اسمِ اللہ ذات کے بغیر نکلے وہ کافر و مردہ ہے۔ مرشد نے یہ کتنا احسن اور بہترین کام کیا ہے کہ پل میں ہی اللہ پاک تک پہنچا دیا ہے۔

185 (ن)

ناں کوئی طالب ناں کوئی مرشد، سب دِلاسے مُٹھّے ھُو
راہ فقر دا پرے پریرے، سب حرص دُنیا دے کُٹھّے ھُو
شوق الٰہی غالب ہویاں، جِند مرنے تے اُوٹھّے ھُو
باھُوؒ جیں تَن بھڑ کے بھاہ برہوندی، اوہ مرن ترہائے بُھکّھے ھُو

لغت

ناں	نہ	دِلاسے	تسلّی
مُٹھّے	جھوٹے، نقصان دہ	پرے پریرے	دور اور دور
حرص	لالچ	کُٹھّے	ذبح ہوئے
ہویاں	ہویا	جند	جان۔زندگی
اُوٹھّے	تیار ہو۔آمادہ ہو	جیں	جس کے
تن	جسم	بھاہ	آگ کی لپیٹ۔تپش
برہوندی	عشق کی	مرن	مرجائیں
ترہائے	پیاسے	بُھکّھے	بھوکے

اس زمانہ میں نہ تو کوئی صادق طالبِ مولیٰ ہے اور نہ ہی کوئی کامل مرشد، سب جھوٹی تسلی اور دلاسے ہیں۔ فقر کا راستہ بہت دور ہے اور یہ خام طالب اور ناقص مرشد دنیا کی حرص اور ہوس میں مبتلا ہیں۔ جن کو ذاتِ حق تعالیٰ سے عشق ہو جاتا ہے وہ راہِ عشق میں جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جس دل کے اندر عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے وہ دیدارِ الٰہی کے شوق میں بھوکا پیاسا مرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

186 ن

نت اساڈے کھلّے کھاندی، ایہا دُنیا زِشتی ھُو
دُنیا کارن بہہ بہہ روون، شیخ مشائخ چشتی ھُو
جیندے اندر حُب دنیا دِی، بُڈی اُنہاں دِی کشتی ھُو
ترک دُنیا تھیں قادری کیتی باھُوؒ، خاصا راہ بہشتی ھُو

لغت

نت	ہمیشہ	اساڈے	ہمارے
کھلّے	جوتی۔ جوتے	کھاندی	کھاتی ہے
اِیہا	یہی	زِشتی	زشت، بھیانک، مکروہ، برائیوں کا مجسمہ، بُری، بدقماش
کارن	واسطے، خاطر	روون	روتے ہیں
بہہ بہہ	بیٹھ بیٹھ	جیندے اندر	جس میں
حُبّ	محبت	دنیادی	دنیا کی
بُڈّی	ڈوبی۔ ڈوب گئی	اُنہاں دِی	اُن کی
دنیا تھیں	دنیا سے	خاصا	خاص

دنیا ہماری نظروں میں ذلیل وخوار ہے اور ہمارے جوتے کی نوک پر رہتی ہے۔ حالانکہ یہ اتنی ظالم اور پُرفریب ہے کہ بڑے بڑے چشتی مشائخ اس کی فریب کاری کا شکار ہو کر اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ جس دِل کے اندر دنیا اور اس کی لذات کی ذرا سی بھی محبت ہو وہ رحمت اور فضلِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا کو حقیقی معنوں میں ترک کرنے میں کامیابی صرف قادری سلسلہ میں حاصل ہوتی ہے اور یہی طریقہ حق تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے۔

187 ن

نال میں سیر نال پا چھٹاکی، نال پوری سرسائی ھُو
نال میں تولہ نال میں ماشہ، ہن گل رتیاں تے آئی ھُو
رَتی ہونواں وَنج رَتیاں تُلاں، اوہ وِی پوری ناہی ھُو
تول وزن وَنج پورا ہوسی باھُوؒ، جداں ہوسی فضل الٰہی ھُو

لغت

ناں	نہ	پا	پاؤ
چھٹاکی	چھٹانک	سرسائی	ایک چھٹانک کا چوتھا حصہ
ماشہ	تولے کا بارہواں حصہ	ہن	اب
گل	بات۔معاملہ	رَتی	آٹھ چاول کے برابر وزن
رَتی ہونواں	رتی ہو جاؤں	ونج رتیاں تُلاں	رتیوں کے ساتھ تولا جاؤں
اوہ	وہ	وِی	بھی
پوری ناہی	پوری نہیں	ونج پورا ہوسی	تب مکمل ہوگا
جداں ہوسی	جب ہوگا		

اس بیت میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نہایت عاجزی اور انکساری سے فرماتے ہیں کہ میری ہستی تو کچھ بھی نہیں ہے، جو بھی ہے اللہ پاک کا فضل و کرم ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ اس بات کو نہایت خوبصورت مثالوں سے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نہ تو میں سیر ہوں، نہ پاؤ، نہ چھٹانک اور نہ ہی سرسا ہی، تولہ یا ماشہ کے برابر ہوں بلکہ اب تو بات ایک رتی تک پہنچ چکی ہے۔ اگر میں رَتی ہوتا تو رَتیوں میں تولا جاتا، اب لگتا ہے رَتی کے برابر بھی نہیں رہا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو جائے تو وزن مقررہ معیار تک پہنچ جاتا ہے اور منزل مل جاتی ہے۔

188 ن

نیڑے وسّن دور دسیون، ویڑھے ناہیں وڑدے ھُو
اندروں ڈھوڈن دا وَل نہ آیا، مُورکھ باہروں ڈھونڈن چڑھدے ھُو
دور گیاں کُجھ حاصل ناہیں، شوہ لبھے وچ گھر دے ھُو
دل کر صیقل شیشے وانگوں باھُوؒ، دور تھیون کُل پردے ھُو

لغت

نیڑے	نزدیک	وسّن	رہتے ہیں۔ بستے ہیں
دَسیون	دکھائی دیتے ہیں	ویڑھے ناہیں وڑدے	گھر نہیں آتے۔ صحن میں داخل نہیں ہوتے
اندروں	اپنے اندر سے	ڈھونڈن	ڈھونڈنے کا۔ تلاش کرنے کا
وَل	طریقہ	مُورکھ	بدبخت۔ احمق
شوہ	ذاتِ باری تعالیٰ	لبھے	ملتا ہے
گھر	اپنے دِل کے اندر سے	صیقل	صاف کر
وانگوں	کی طرح	تھیون	ہو جائیں
کُل	تمام		

مالکِ حقیقی تو شہ رگ سے بھی نزدیک ہے لیکن تمہیں دور دکھائی دیتا ہے اور دِل میں نظر ہی نہیں آتا۔ دراصل تمہیں اپنے من میں محبوب کو ڈھونڈنے کا طریقہ اور راستہ معلوم نہیں اس لیے باہر تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ باہر تلاش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، محبوب تو من کے اندر مل جاتا ہے لیکن اِس کے لیے پہلے سروری قادری مرشد کامل اکمل کی زیرِنگرانی اسمِ اللّٰہ ذات کے ذکر اور تصور سے دِل کا زنگ دور کرو۔ اگر ایسا کر لیا تو تمام حجابات ختم ہو جائیں گے اور محبوب سامنے نظر آئے گا۔

189 و

وحدت دے دریا اُچھلے، جَل تَھل جنگل رَینے ھُو
عشق دی ذات منیندے ناہن، سانگاں جھل تپینے ھُو
رنگ بھبھوت ملیندے ڈِٹھے، سَے جوان لکھینے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جیہڑے ہوندیاں ہمت ہینے ھُو

لغت

اُچھلے	اُچھل پڑے	جَل	پانی
تَھل	صحرا	رَینے	سیراب ہو گئے
منیندے ناہن	مانتے نہیں	سانگاں	نیزے
جھل	سہہ کر۔ جھیل کر	تپینے	تھپیڑے
بھبھوت	راکھ۔ خاک	ملیندے	ملتے
ڈِٹھے	دیکھے	سَے جوان	سینکڑوں نوجوان
لکھینے	قیمتی، اعلیٰ قدر	تنہاں توں	اُن کو
جیہڑے	جو	ہوندیاں	ہوتے ہوئے
ہینے	عاجز، منکسر المزاج		

اے طالب! دریائے وحدتِ حق تعالیٰ تو جوش میں آ کر اپنے کناروں سے باہر اچھل پڑا ہے۔ جن دلوں میں حق تعالیٰ کی ذراسی بھی محبت موجود تھی وہ دل اس کی رحمت اور فضل سے سیراب ہو گئے ہیں لیکن کچھ ایسے ازلی بدنصیب ہیں جو عشقِ ذات کے منکر ہونے کی وجہ سے دریائے وحدت کے اس فیضان سے محروم رہ گئے ہیں۔ وہ اپنی بدبختی اور بدنصیبی کے زخم اور تھپیڑے اس جہاں میں بھی کھا رہے ہیں اور آخرت میں بھی اسی حال میں ہوں گے۔ اس کے برعکس سینکڑوں ایسے خوش نصیب ہیں جنہیں عشقِ ذات حاصل ہو گیا ہے اور وہ دنیا کے آرام و آسائش اور مال ومتاع کو قربان کر کے دریائے وحدت میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان عاشقانِ صادق کے قربان جاؤں جو عالی ہمت ہیں اور اللہ پاک کی بارگاہ میں مقام ومرتبہ پانے کے باوجود عاجزی وانکساری ان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔

190 و

وحدت دے دریا اُچھلے، ہک دِل صحی نہ کیتی ھُو
ہک بُت خانے واصل ہوئے، ہک پڑھ پڑھ رہے مسیتی ھُو
فاضل چھَڈ فضیلت بیٹھے، عشق بازی جاں لیتی ھُو
ہرگز ربّ نہ مِلدا باھُوؒ، جنہاں ترَٹّی چوڑ نہ کیتی ھُو

لغت

اُچھلے	اُچھل پڑے۔لبریز ہوئے	ہک	ایک
صحی	صحیح۔درست	نہ کیتی	نہ کی
مسیتی	مسجد میں	چھَڈ	چھوڑ
جنہاں	جنہوں نے	ترَٹّی چوڑ نہ کیتی	گھر بار قربان نہ کرنا

دریائے وحدت تو کب کا موجزن ہے، ایک تُو ہی ایسا بدنصیب ہے جس نے اس سے فیض حاصل نہیں کیا۔ مساجد میں ورد وظائف سے پاکیزگی قلب اور معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہوتی اس لئے وہاں عبادت وریاضت کر کے بھی تُو حجاب میں رہے گا۔ معرفتِ الٰہی کے لئے کسی مرشد کامل کے در پر سر جھکانا پڑے گا۔ عشق کی بازی کھیلتے ہوئے کئی فاضل اپنی فضیلت اور مرتبہ قربان کر چکے ہیں۔ یاد رکھ! دیدارِ حق تعالیٰ گھر بار لٹائے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔

191 و

وحدت دا دریا اِلٰہی، جتھے عاشق لیندے تاری ھُو
مارن ٹبیاں کڈھن موتی، آپو آپی واری ھُو
دُرِّ یتیمؐ وِچ لئے لشکارے، جیوں چَن لاٹاں ماری ھُو
سو کیوں نہیں حاصل بھر دے باھُوؒ، جیہڑے نوکر نیں سرکاری ھُو

لغت

تاری	تیراکی	ٹبیاں	غوطے
کڈھن	نکالیں	آپو آپی واری	اپنی اپنی باری پر
دُرِّ یتیمؐ	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	چَن	چاند
حاصل	محصول، عشق، محبت، اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	لاٹاں	چمک۔روشن۔منور
		سرکاری	بارگاہِ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام

وحدت ایک دریا کی طرح ہے جس میں عشاق تیرتے رہتے ہیں اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق باری باری ڈبکی لگا کر اپنے نصیب کا موتی نکال لاتے ہیں۔ وحدت کا دریا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کے چاند سے روشن اور منور ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سلطنتِ فقر کے سرکاری نوکر ہو جاتے ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق مال ومتاع اور خدمات اپنے مرشدِ کامل کے حوالے کر دیں تاکہ اس امانتِ فقر کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام ہو سکے۔

192 (و)

ونجن سرتے فرض ہے مینوں، قول قَالُوۡا بَلٰی دا کرکے ھُو
لوک جانے متفکر ہوئیاں، وِچ وحدت دے وڑ کے ھُو
شَوہ دیاں ماراں شَوہ وَنج لیساں، عشق دا تُلّہ دھر کے ھُو
جیوندیاں شَوہ کسے نہ پایا باھُوؒ، جیں لدھا تیں مر کے ھُو

لغت

ونجن	جانا	سرتے	سر پر
مینوں	مجھے	قَالُوۡا بَلٰی	قَالُوۡا بَلٰی کا عہد جو روزِ الست انسان نے اللہ پاک کے روبرو کیا تھا
لوک	لوگ	جانے	سمجھیں۔ جانیں
ہوئیاں	ہوا۔ ہوئے	وڑ کے	داخل ہو کر
شَوہ	محبوبِ حقیقی	ماراں	انتہا، تھپیڑے
لیساں	اتار دوں گا	تُلّہ	تیرنے کا آسرا۔ (دیکھیں بیت 43)
دھر کے	پکڑ کر۔ لے کر	جیوندیاں	جیتے جی۔ زندگی میں
جیں	جس نے	لدّھا	پایا۔ حاصل کیا
تیں	اس نے		

روزِ الست قَالُوۡا بَلٰی کا جو اقرار کیا ہے اس پر ثابت قدم رہنا مجھ پر فرض ہے۔ اس لیے میں وحدت کے دریا میں داخل ہو کر اپنا ازلی عہد نبھا رہا ہوں اور مجھے اس حالت میں دیکھ کر لوگ فکر مند ہو رہے ہیں۔ میں نے دریائے وحدت میں تیرنے کے لیے عشق کو بنیاد اور اپنے من و تن کا حصہ بنا لیا ہے اور مجھے یقین ہے عشق مجھے دریائے وحدت کی انتہا تک لے جائے گا۔ زندگی میں وصالِ حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا، اگر کسی نے پایا بھی ہے تو اپنا سب کچھ لٹا کر، اپنے آپ کو فنا کر کے پایا ہے۔

193 و

وَیہہ وَیہہ ندیاں تارو ہوئیاں، بمبل چھوڑے کاہاں ھُو
یار اساڈا رنگ محلیں، اسیں دَر تے کَھلّے سِکاہاں ھُو
نہ کوئی آوے نہ کوئی جاوے، اسیں کیں ہتھ لِکھ مُنجاہاں ھُو
جے خبر جانی دِی آوے باھُوؒ، کِھڑ کلیوں پُھل تھواہاں ھُو

لغت

وَیہہ وَیہہ	بہہ بہہ کر	تارو	تیراک
ہوئیاں	ہوئیں	بمبل	سٹہ جو سر کنڈے کے اوپر ہوتا ہے
کاہاں	کائی	یار اساڈا	ہمارا دوست
رنگ محلیں	خوبصورت محل میں	اسیں	ہم
دَر تے	دروازے پر	کَھلّے	کھڑے
سِکاہاں	ترسیں	آوے	آئے
جاوے	جائے	کیں ہتھ	کس کے ہاتھ
لِکھ	تحریر کرکے	مُنجاہاں	بھیجیں
کِھڑ	کِھل	کلیوں	کلیاں
پُھل	پھول	تھواہاں	ہو جائیں

ندیاں بہتے بہتے اس قدر بھر گئی ہیں کہ اِن میں سے گزرنا محال ہے، راستہ اتنا دشوار گزار ہے کہ محبوب (مرشد) تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ میرا محبوب رنگین محل کے اندر ہے اور میں باہر کھڑا دیدار کیلئے ترس رہا ہوں۔ اس وقت تو محبوب تک کسی کی رسائی نہیں ہے، میں کس قاصد کے ہاتھ پیغام بھجواؤں۔ اگر میرے محبوب کی کوئی خبر مل جائے تو میرا دل پھول اور کلیوں کی طرح کھل کر باغ باغ ہو جائے۔

194 (ھ)

ھُو دا جامہ پہن کراہاں، اِسم کماون ذاتی ھُو
کفر اِسلام مقام نہ منزل، ناں اُوتھے موت حیاتی ھُو
شہ رگ تھیں نزدیک لدھوسے، پا اندر ونّے جھاتی ھُو
اوہ اساں وِچ اسیں اُنہاں وِچ، باھُوؒ دُور رہی قرباتی ھُو

لغت

دا	کا	جامہ	لباس
کراہاں	کرکے	اِسم کماون ذاتی	اسمِ اللہ ذات کا ذکر
ناں	نہ	اُوتھے	وہاں
موت حیاتی	موت اور زندگی	تھیں	سے
لدھوسے	پایا	اندرونّے	اپنے اندر۔من میں
جھاتی	جھانک	اوہ	وہ
اساں وِچ	ہم میں	اسیں اُنہاں وِچ	ہم اُن میں
قرباتی	قرب		

اس بیت میں فقر کی انتہائی منزل فنافی ھُو کا ذکر ہے۔ عارفین اسمِ ذات ھُو کا ذکر کرتے ہیں اور ھُو میں فنا ہو کر ھُو کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ لامکان ہے جہاں نہ کفر و اسلام ہے، نہ کوئی مقام و منزل اور نہ ہی وہاں موت اور زندگی ہے۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے دُور جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ذات تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ ہم اس ذات میں اور وہ ہماری ذات میں اس طرح فنا ہو چکے ہیں کہ دوئی ختم ہو گئی ہے۔

195 ھ

ہِک جاگن ہِک جاگ نہ جانن ،ہِک جاگدیاں ہی سُتّے ھُو
ہِک ستیاں جا واصل ہوئے، ہِک جاگدیاں ہی مُٹھّے ھُو
کی ہویا جے گھگو جاگے، جیہڑا لیندا ساہ اُپٹھّے ھُو
میں قربان تنہاں توں باھُوؒ، جنہاں کھوہ پریم دے جُتّے ھُو

لغت

ہِک	ایک	جاگن	جاگتے ہیں۔ بیدار رہتے ہیں
جاگ نہ جانن	جاگنا جانتے ہی نہیں	جاگدیاں ہی	جاگتے ہوئے
سُتّے	سوئے ہوئے	مُٹھّے	محروم رہ گئے
کی ہویا	کیا ہوا	گھگو	اُلّو
جیہڑا	جو	ساہ	سانس
لیندا	لیتا ہے	اُپٹھّے	اُلٹے
تنہاں توں	اُن کے	جنہاں	جنہوں نے
کھوہ پریم دے	محبت کے کنویں	جُتّے	جوتے۔ چلائے

ایک طرف تو وہ طالبانِ مولیٰ ہیں جن کے دِل اسمِ اللہ ذات سے بیدار اور زندہ ہیں، انہوں نے نہ صرف دِل کو اسمِ اللہ ذات کے نور سے منور کر رکھا ہے بلکہ دل کی زمین کو مرشد کی محبت، عشق اور دیدار سے بھی آباد کر رکھا ہے۔ یہ عارف اگر ظاہر میں سوئے ہوئے بھی ہوں مگر باطن میں بیدار ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ طالبانِ خام ہیں جو حقیقتِ اسمِ اللہ ذات سے بے خبر ہیں اور ظاہری اشغال کے ذریعے معرفتِ الٰہی کے لیے سرگرداں ہیں۔ ظاہر میں یہ بیدار بھی ہوں تو ان کی روحیں سوئی ہوتی ہیں۔ یہ ایسے بدنصیب ہیں جو حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ کہیں سے پڑھ کر یا سُن کر پاس انفاس یا حبسِ دم کی الٹی سانسوں کے ذریعے ذکر کی مشقیں شروع کر دیتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں۔ انکی مثال اُلو کی طرح ہے جو خواہ ساری عمر الٹا لٹکا رہے مگر رہتا اُلو ہی ہے یعنی ان کی شدید زہد و ریاضت بھی انہیں خالص نہیں بنا سکتی۔ آخری مصرعہ میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کا اشارہ مرشد کامل اکمل کی طرف ہے کہ جس طرح کنواں کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اسی طرح ہر کوئی اُن سے رُشد و ہدایت حاصل کر سکتا ہے اور عشق و معرفتِ الٰہی سے اپنی طلب اور استعداد کے مطابق سیراب ہو سکتا ہے۔

196 ہ

ہِک دم سجن تے لکھ دَم وَیری، ہِک دَم دے مارے مَردے ھُو
ہِک دَم پچھے جنم گوایا، چور بنے گھر گھر دے ھُو
لائیاں دا اوہ قدر کی جانن، جیہڑے محرم ناہیں سِرّ دے ھُو
سو کیوں دَھکے کھاون باھُوؒ، جیہڑے طالب سچے دَر دے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
ہِک	ایک	تے	اور
سجن	دوست	وَیری	دشمن
پچھے	پیچھے	جنم گوایا	زندگی کو برباد کیا
لائیاں	لگاؤ۔محبت	دا	کا
اوہ	وہ	جانن	جانیں
جیہڑے	جو	محرم	رازدار
سِرّ	راز	سو	لہٰذا۔بہرحال
کھاون	کھائیں		

جب سے ایک محبوبِ حقیقی سے دل لگایا ہے سارا جہان ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ہم نے تو جان اسی محبوب کے حوالے کر دی ہے اور اسی کے عشق کو دل میں بسا کر عالمِ ارواح کو چھوڑ کر عالمِ خلق میں آ گئے ہیں۔ یہ اہلِ دنیا و عقبیٰ رازِ عشق سے بے خبر ہیں اس لئے ہمیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے رہتے ہیں لیکن جن کا مرشد کامل ہوتا ہے وہ پریشان حال در بدر نہیں ہوتے بلکہ منزل تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

197 (ہ)

ہر دم شرم دِی تند تروڑے، جاں ایہہ چھوڈک بُلّے ھُو
کِچرک بالاں عقل دا دِیوا، مَینوں بِرہوں انھیری جُھلّے ھُو
اُجڑ گیاندے بھیت نیارے، لکھ لعل جواہر رُلّے ھُو
دھوتیاں داغ نہ لہندے باھُوؒ، جیہڑے رنگ مجیٹھی دُھلّے ھُو

لغت

لفظ	معنی	لفظ	معنی
تند	تار۔ دھاگہ	تروڑے	توڑے
جاں	جب	ایہہ	یہ
چھوڈک	ایندھن	بُلّے	جلتا ہے
کِچرک	کیسے۔ کب تک۔ کیونکر	بالاں	جلاؤں۔ روشن کروں
دِیوا	دیا۔ چراغ	مینوں	مجھے
بِرہوں	فراقِ عشق۔ ہجر	انھیری	آندھی
جُھلّے	چلے	اُجڑ گیاندے	اُجڑے ہوؤں کے
بھیت	بھید	رُلّے	رُل گئے
دھوتیاں	دھونے سے	لہندے	اترتے
جیہڑے	جو	رنگ مجیٹھی	پختہ رنگ۔ جس پر کوئی دوسرا رنگ نہ چڑھ سکے
دُھلّے	دُھل چکے		

جب دل عشقِ ذات میں مبتلا ہوتا ہے تو ہر حد توڑ کر بے باک اور نڈر بنا دیتا ہے۔ میں کیسے اور کب تک عقل کا چراغ روشن رکھوں! میرے دل میں تو فراقِ یار کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ راہِ عشق کے بھی بھید نرالے ہیں۔ لاکھوں لعل و جواہر (یعنی طالبانِ مولیٰ) دنیا سے اپنے آپ کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ جن پر عشق کا پختہ رنگ چڑھ چکا ہے وہ اتر نہیں سکتا خواہ کتنی ہی کوشش کر لی جائے۔

198 ھ

ہسن دے کے روون لیوئی، تینوں دِتّا کِس دلاسا ھُو
عمر بندے دِی اینویں وِہانی، جینویں پانی وِچ پتاسا ھُو
سوڑی سامی سٹ گھتیسن، پلٹ نہ سکسیں پاسا ھُو
تیتھوں صاحب لیکھا منگسی باھُوؒ، رتی گھٹ نہ ماسا ھُو

لغت

ہسن دے کے	خوشی دے کر	روون لیوئی	رونا لیا ہے
تینوں	تجھے	دِتّا	دیا
دلاسا	تسلّی	اینویں	اسی طرح
وِہانی	گزر جانی	جینویں	جس طرح
سوڑی	تنگ	سامی	قبر کے اندر وہ جگہ جہاں مُردے کو لٹاتے ہیں
سٹ گھتیسن	ڈال دیں گے	سکسیں	سکیں گا
پاسا	پہلو۔ کروٹ	تیتھوں	تجھ سے
صاحب	اللہ تعالیٰ	لیکھا	حساب
منگسی	مانگے گا، طلب کرے گا	گھٹ	کم
ماسا	ماشہ		

اے طالبِ خام! تُو نے کائنات کی سب سے بڑی نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کے بدلے ہنسی خوشی دنیا اور عاقبت کا روگ لے لیا ہے۔ بتا تجھے یہ مشورہ اور تسلی کس نے دی کہ تو ایسا خسارے کا سودا کرے؟ تیری زندگی ہے ہی کتنی، یہ تو ایسے گزر جائے گی جیسے پانی میں پتاسا گھل جاتا ہے اور تجھے قبر کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا جائے گا جہاں تو کروٹ بھی نہیں بدل سکے گا۔ یعنی تیرے ہاتھوں سے دین بھی گیا اور دنیا بھی گئی۔ مالکِ حقیقی تجھ سے ایسا حساب لے گا جس میں ماشہ اور رتی (ذرہ) بھر کمی بیشی نہیں ہوگی اور تجھے زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا پڑے گا۔

199 ہ

ہور دوا نہ دِل دِی کاری، کلمہ دِل دِی کاری ھُو
کلمہ دُور زنگار کریندا، کلمے میل اُتاری ھُو
کلمہ ہیرے لعل جواہر، کلمہ ہَٹ پساری ھُو
اَیتھے اوتھے دوہیں جہانیں باھُوؒ، کلمہ دولت ساری ھُو

لغت

ہور	کوئی اور	دِل دِی	دِل کی
کاری	مجرب	زنگار	زنگ (نفسانی خواہشات کا پردہ)
اُتاری	اتارتا ہے	ہَٹ	دکان
پساری	پنساری	اَیتھے اُوتھے	یہاں وہاں (عالمِ ظاہر و باطن)
دوہیں جہانیں	دونوں جہانوں میں		

کلمہ طیبہ کے علاوہ دِل کے لئے کوئی اور دوا مجرب نہیں ہے۔ کلمہ ہی دِل کا زنگار دور کر کے اُسے آلائشوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ ایک طالب کے لئے ہیرے، لعل، جواہر بلکہ ہر دولت کلمہ طیب ہی ہے۔ جس طرح پنساری کی دکان میں تمام ادویہ موجود ہوتی ہیں اسی طرح کلمہ طیب میں روح اور باطن کی بیماریوں کی تمام دوائیں موجود ہیں۔ دونوں جہانوں میں سب سے بڑی دولت کلمہ طیب ہی ہے۔

200 ہ

ہِکی ہِکی پیڑ کوُوں کُل عالم کُو کے، عاشقاں لکھ لکھ پیڑ سہیڑی ھُو
جتھے ڈَھہن رُڑھن دا خطرہ ہووے، کون چڑھے اُس بیڑی ھُو
عاشق چڑھدے نال صلاحاں دے، اُونہاں تار کپر وِچ بھیڑی ھُو
جتھے عشق پیا تُلدا نال رَتیاں دے باھُوؒ، اُوتھے عاشقاں لذت نکھیڑی ھُو

لغت

ہِکی ہِکی	ایک ہی	پیڑ	دکھ، درد
کُل	تمام	کُو کے	نالہ وفریاد کرے
لکھ لکھ	لاکھ لاکھ	سہیڑی	برداشت کی
ڈَھہن	گر جانا	رُڑھن	بہہ جانا
ہووے	ہو	چڑھے	سوار ہو
بیڑی	کشتی	اونہاں	انہوں نے
تار	سر سے گہرا پانی۔ جو پانی سر کے اوپر سے گزر رہا ہو	کپر	بھنور۔ گھمن گھیر
بھیڑی	داخل کر دی۔ ڈال دی	تُلدا	تولا جاتا ہے، فروخت ہوتا ہے
اُتھے	وہاں	نکھیڑی	علیحدہ شناخت کروائی

دنیا دار لوگ ایک ہی دکھ اور تکلیف سے تڑپ اٹھتے ہیں لیکن عاشق لاکھوں دکھ اور درد اپنے سینے میں چھپا کر بھی گلہ وفریاد نہیں کرتے۔ عشقِ حقیقی کی کشتی ایسی ہے جو ہر لحہ خطرات اور طوفانوں سے گھری رہتی ہے اس لئے عام لوگ اس میں سوار ہونے سے کتراتے ہیں لیکن عاشقِ ذات ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر اس میں سوار ہو جاتے ہیں۔ عشق کا ذرّہ ذرّہ بارگاہِ حقیقی میں جواہرات اور موتیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اتنے قیمتی خزانہ کو حاصل کرنے کے لئے عاشق ہی اپنا سب کچھ داؤ پر لگاتے ہیں۔

201 ی

یار یگانہ مِلسی تینوں، جے سر دی بازی لائیں ھُو
عشق اللہ وِچ ہو مستانہ، ھُو ھُو سدا اَلائیں ھُو
نال تصور اِسم اللہ دے، دَم نوں قید لگائیں ھُو
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا، تد باھُوؒ نام سدائیں ھُو

لغت

یار یگانہ	ذاتِ حق تعالیٰ	مِلسی تینوں	تجھے مل جائے گا
جے	اگر	سِر دی بازی	تن، مَن، دھن راہِ حق میں قربان کرنا
عشق اللہ وچ ہو مستانہ	عشقِ الٰہی میں بے خود ہو جانا	ھُو ھُو سدا اَلائیں	تیرا سانس ہمیشہ ذکرِ ھُو سے جاری رہے
نال تصور اسمِ اللہ دے	تصور اسمِ اللہ ذات کے ساتھ	دم نوں قید لگائیں	سانسوں میں بسا لینا
ذاتے نال جاں ذاتی رلیا	جب اللہ تعالیٰ کی ذات میں ذات فنا ہوئی	تد	تب
سدائیں	کہلانا۔ کہلائے		

اللہ تعالیٰ کی ذات تجھے تب حاصل ہوگی جب تُو عشق کی راہ میں قدم رکھے گا اور سر کی بازی لگائے گا۔ اگر ذات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو عشقِ حق تعالیٰ میں بے خود ہو جا اور اس کے لئے ہر لمحہ ذکرِ ھُو میں غرق رہ اور ساتھ ساتھ تصور اسمِ اللہ ذات بھی جاری رکھ۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی ذات کو حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کر لیا تو تب میرا نام باھُو ہوا۔

ابیاتِ باھُوؒ کامل

سلطان العاشقین حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن

تحقیق، ترتیب و شرح

ابیاتِ باھُو مشہور صوفی حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کا پنجابی سرائیکی شاعری میں مجموعہ کامل ہے ۔آپ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ پنجابی ورثہ ابیاتِ باھُو یا کلامِ باھُو کے نام سے بین الاقوامی سطح پر مشہور ومعروف ہے ۔ابیاتِ باھُو کی خاصیت وکمال یہ ہے کہ ان میں بیان کردہ تعلیماتِ فقر قرآن وحدیث کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے تمام سلاسل کی خانقاہوں، مزارات، محفلوں، مسجدوں اور درسگاہوں میں پڑھے اور سنے جاتے ہیں ۔اس لیے ضروری تھا کہ ابیاتِ باھُو کا مستند اور تحقیقی مجموعہ مرتب کیا جائے جو ضعیف روایات کی تمام اشکال سے منزّہ اور مبرّا ہو اور جس میں درج کردہ تمام ابیات اور مصرعے حضرت سخی سلطان باھُوؒ کے ہی اور آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کے عین مطابق ہوں ۔اور یہ کارِ عظیم سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ سروری قادری کے موجودہ شیخِ کامل حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن نے سترہ سال کی طویل تحقیق کے بعد ’’ابیاتِ باھُوؒ کامل‘‘ کے نام سے سرانجام دیا ہے ۔آپ مدظلہ الاقدس ایک علمی، ادبی اور روحانی شخصیت ہیں اور فقر و تصوف کے موضوعات پر اکیس سے زائد کتب کے مصنف اور فقیرِ کامل ہیں ۔

کسی بھی عارف کے عارفانہ کلام سے حقیقی آگاہی کے لیے لازم ہے کہ اُس کی حیات و تعلیمات اور اصطلاحات سے مکمل واقفیت حاصل کی جائے ۔ابیاتِ باھُوؒ کامل میں حضرت سخی سلطان محمد نجیب الرحمٰن نے حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی مختصر مگر جامع سوانحِ حیات کے ساتھ آپؒ کی نثری کتب سے مکمل تعلیمات کو بھی موضوعات اور عنوانات کے تحت بیان فرمادیا ہے اور ہر موضوع کے اختتام پر اس موضوع سے متعلق ابیاتِ باھُو کے مصرعوں کو ترتیب سے درج کیا ہے ۔ ہر بیت کے ساتھ اس بیت سے متعلق مکمل اُردو لُغت اور بیت کی مختصر مگر جامع شرح بیان فرمائی ہے اور جن ابیات کی شرح ومفہوم پر محققین کا اختلاف تھا ان کی رائے کا جائزہ تعلیماتِ باھُوؒ کے تحت لیتے ہوئے ان پر حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی نکتہ نظر کو بھی بیان فرمادیا ہے ۔ابیاتِ باھُوؒ کامل ایک نئی طرز کی تحقیق ہے جس کو مکمل کرنے میں کئی صد قدیم قلمی اور شائع شدہ نسخہ جات کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے ۔ابیاتِ باھُوؒ کامل کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی تیاری میں حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی روحانی رہنمائی محقق کے شاملِ حال رہی ہے ۔

ابیاتِ باھُوؒ کامل طالبانِ مولیٰ کیلئے مرتب کی گئی ہے کہ اس میں بیان کردہ تعلیماتِ فقر کے مطالعہ کے بعد وہ اس راہ پر چل کر قرب و وصالِ الٰہی کے ان مراتبِ لازوال کو حاصل کریں جس کے لیے حضرت سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے یہ الہامی ابیات بیان فرمائے ہیں ۔ابیاتِ باھُوؒ کامل پنجابی وسرائیکی لسانیات کے شعبہ درس و تدریس سے منسلک اساتذہ، طلبہ، عوام الناس اور صوفیانہ کلام سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے بھی انتہائی گراں قدر تحفہ ہے ۔

سُلطانُ الفقر ہاؤس

4-5/A -ایکسٹینشن ایجوکیشن ٹاؤن وحدت روڈ ڈاکخانہ منصورہ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 54790

Ph: +92-42-35436600 Cell: +92 322 4722766

www.sultan-ul-ashiqeen.com

www.sultan-ul-ashiqeen.pk

www.sultan-bahoo.com

www.sultan-ul-faqr-publications.com

E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

ISBN: 978-969-2220-17-0

Rs:1400